دعوتنا عودة بالأمة إلى الكتاب والسنة

المنار

سوادِ حرف ہوں، پیرایۂ معانی دے
مرے قلم کو سرو برگ نکتہ دانی دے

رہوں مطالعۂ ذات و کائنات میں گم
کتاب دی ہے تو ذوقِ کتاب خوانی دے
(فضا ابن فیضی)

۱۴۳۸ھ/۲۰۱۷ء

دنیا کے حالات میں تبدیلی کے لیے سب سے بڑا ہتھیار صحافت ہے جو دنیا کی سائنسی ترقی کے ساتھ ڈیجیٹل ہوگئی ہے۔ اور اس ہتھیار کو انسانیت کی بھلائی کے لیے استعمال کرنا چاہیے نہ کہ ان کے اندر نفرت وعداوت بھڑکانے کے لیے۔ اس لیے ہماری یہ نصیحت ہے کہ اپنے پیارے نبی محمد ﷺ کے مشن کو زندہ کرنے اور اس کو عام کرنے میں اپنی پوری صلاحیت لگائیں۔ یاد رکھیں کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اور آپ ﷺ نے اپنی بعثت کا مقصد یہ بتایا تھا کہ "بعثت لأتمم مکارم الأخلاق" میں اس لیے اللہ کا رسول وپیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں تاکہ اخلاق کی خوبیوں کو اس کے آخری معیار تک پہنچا دوں۔ اخوت ومحبت، صلح وآشتی، امن وشانتی، انصاف وحق گوئی اور حقوق کی پاسداری کی جو اعلیٰ مثال مدرسۂ نبوت سے فیض یافتہ صحابۂ کرام نے پیش فرمائی، پوری دنیا اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ آج اسی مشن کو آگے بڑھانا طالبانِ علوم نبوت کا اولین فریضہ ہے۔ اور میرے عزیز طلبہ! یہ علم آپ کے ہاتھ میں ہے اور دنیا آپ کی طرف دیکھ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اہل بنائے، آپ کا حامی وناصر ہو اور دنیا وآخرت کی کامیابی سے ہمکنار کرے، آمین۔

مولانا عبد اللہ سعود سلفی حفظہ اللہ۔ ناظم اعلیٰ جامعہ سلفیہ، بنارس



مدیر: خبیب حسن فضل حق مبارکپوری

ندوة الطلبة
الجامعة السلفية (مرکزی دار العلوم)، بنارس، الهند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طلبۂ جامعہ سلفیہ کا علمی وفکری ترجمان

المنار

شمارہ نمبر: ۳۹، تعلیمی ۳۸-۱۴۳۷ھ = ۱۷-۲۰۱۶ء

سرپرست

جناب مولانا محمد یونس صاحب مدنی

شیخ الجامعۃ السلفیۃ

مدیر	نگراں	نائب مدیر
خبیب حسن فضل حق مبارکپوری	عبد اللہ زبیر عالم	اسد اللہ ابو طالب

مجلس مشاورت

۱. یاسر اسعد اسعد اعظمی ر۳
۲. احسن جمیل انصار احمد رف۲
۳. عبد العزیز کفایت اللہ رک، ش
۴. ممتاز احمد شاہد حسین رع۲
۵. محمد عارف محمد موسیٰ علی رع۱

راہروان کارواں

مولانا شاہد جنید سلفی	صدر جامعہ	مولانا مظہر احسن ازہری	نائب صدر
الحاج عبدالرشید رمالیرکوٹلہ	نائب صدر	مولانا عبداللہ سعود سلفی	ناظم اعلی
مولانا عبداللہ زبیری	نائب ناظم	الحاج ارشد وزیری ربھدوہی	نائب ناظم
مولانا محمد یونس مدنی	شیخ الجامعہ	مولانا محمد مستقیم سلفی	نائب شیخ الجامعہ
ڈاکٹر محمد ابراہیم مدنی	استاذ جامعہ	مولانا عبیداللہ طیب مکی	استاذ جامعہ
مولانا نعیم الدین مدنی	استاذ جامعہ	مولانا علی حسین سلفی	استاذ جامعہ
مولانا سعید میسور مدنی	استاذ جامعہ	مولانا محمد عبدالقیوم مدنی	استاذ جامعہ
مولانا عبدالکبیر مدنی	استاذ جامعہ	مولانا اسعد اعظمی	استاذ جامعہ
مولانا محمد موسی سلفی	استاذ جامعہ	مولانا احسان اللہ سلفی	استاذ جامعہ
مولانا عبدالمتین مدنی	استاذ جامعہ	مولانا محمد انس مکی	استاذ جامعہ
مولانا عبدالرحیم ریاضی	استاذ جامعہ	مولانا محمد اسلم مدنی	استاذ جامعہ
مولانا محمد ایوب سلفی	استاذ جامعہ	مولانا عبیداللہ سلفی	استاذ جامعہ
مولانا دل محمد سلفی	استاذ جامعہ	مولانا محمد یوسف مدنی	استاذ جامعہ
مولانا طاہر حسین سلفی	استاذ جامعہ	مولانا سیف الرحمٰن مدنی	استاذ جامعہ
مولانا نورالہدی سلفی	استاذ جامعہ	ماسٹر احمد حسین بستوی	استاذ جامعہ
ماسٹر نیر احمد واحدی	استاذ جامعہ	ماسٹر محمد حمزہ بنارسی	استاذ جامعہ
ماسٹر وقار احمد اعظمی	استاذ جامعہ	قاری محمد ابوطاہر سلفی	استاذ جامعہ
قاری شجاع الدین سلفی	استاذ جامعہ	حافظ عبدالحکیم فیضی	استاذ جامعہ
حافظ عبدالرحیم سلفی	استاذ جامعہ	حافظ عبدالشکور سلفی	استاذ جامعہ
حافظ عبدالرحمٰن سلفی	استاذ جامعہ	حافظ ریاض احمد سلفی	استاذ جامعہ

☆☆☆

نجوم علم وعرفاں

☆ عبداللہ زبیر عالم/ف۳	صدر	☆ عبدالالہ رضوان محمد رضوان/ف۳	نائب صدر
☆ محمد عارف قسیم الدین/ف۲	ناظم	☆ محمد غفران عبیدالرحمٰن/ف۲	نائب ناظم
☆ حبیب حسن فضل حق مبارکپوری	مدیر مجلّہ ''المنار''	☆ اسداللہ ابوطالب کلیۃ الحدیث۱	نائب مدیر مجلّہ ''المنار
☆ فیضان کیفی شمیم از کیفی/ف۲	امین لجنۃ الثقافۃ	☆ دانش جمال اشتیاق احمد/ف۲	نائب لجنۃ الثقافۃ
☆ مجیب الرحمٰن شفیق الرحمٰن/ف۳	امین دارالکتب	☆ جمال الدین نورالاسلام/ف	نائب امین دارالکتب
☆ محمد یونس گلاب حسین/ف۲	امین دارالاخبار	☆ رضاءالرحمٰن حریص الدین/ع۲	نائب امین دارالاخبار
☆ محمد کوثر عبدالستار/ف۳	محاسب	☆ محمد عبداللہ عبداللہ سعود/ف۳	خازن
☆ عطاءاللہ عبداللہ/ف۳	خصوصی رکن	☆ محمد ارشاد عبدالرشید/ف۳	خصوصی رکن
☆ احسن جمیل انصار احمد/ف۲	معتمد شعبۂ عربی	☆ فیاض احمد منور حسین/ک.د	نائب معتمد شعبۂ عربی
☆ احسان علی احمد مولوی/ف۲	معتمد شعبۂ عربی	☆ جعفر شیخ صابرالدین شیخ/ک.ش	نائب معتمد شعبۂ عربی
☆ توصیف عالم رئیس الدین/ف۲	معتمد شعبۂ عربی	☆ یاور مرزا محمد رفیق/ع۲	نائب معتمد شعبۂ عربی
☆ کوثر اعظم عبدالستار/ف۲	معتمد شعبۂ عربی	☆ محمد ثاقب شکیل احمد/ع۲	نائب معتمد شعبۂ عربی
☆ ضیاءالرحمٰن مطیع الرحمٰن/ف۲	معتمد شعبۂ عربی	☆ احسان احمد نذیر احمد/ک.ح	نائب معتمد شعبۂ عربی
☆ یاسر اسعد اسعد اعظمی/ف۳	معتمد شعبۂ عربی	☆ قطب الدین نجاب الدین شیخ/ف۳	نائب معتمد شعبۂ عربی
☆ فضل الرحمٰن عبدالعزیز/ف۲	معتمد شعبۂ اردو	☆ اعجاز الحق انوار الحق/ک.ح	نائب معتمد شعبۂ اردو
☆ راشد خورشید خورشید احمد/ک.د	معتمد شعبۂ اردو	☆ میزان الرحمٰن محمد سلیمان/ک.ح	نائب معتمد شعبۂ اردو
☆ ندیم الرحمٰن کلیم اللہ انصاری/ف۳	معتمد شعبۂ اردو	☆ محمد اسرائیل مہدی حسن/ک.ش	نائب معتمد شعبۂ اردو
☆ عبدالرشید خاطر علی/ف۲	معتمد شعبۂ اردو	☆ عبدالعزیز کفایت اللہ کیفی/ک.ش	نائب معتمد شعبۂ اردو
☆ انوار عالم لطف الرحمٰن/ف۲	معتمد شعبۂ اردو	☆ محمد عرفان قربان علی/ک.ش	نائب معتمد شعبۂ اردو
☆ مشتاق احمد عبدالوہاب/ف۲	معتمد شعبۂ اردو	☆ محتشم انور مبارک حسین/ع۲	نائب معتمد شعبۂ اردو
☆ تبریز عالم عبدالوحید/ف۳	رکن دارالکتب	☆ یعقوب علی اشرف الحق/ف۳	رکن دارالکتب
☆ اختر عالم حبیب الرحمٰن/ف۳	رکن دارالکتب	☆ عبدالمعید رشید احمد/ف۲	رکن دارالکتب
☆ عبدالرحمٰن امیر حمزہ/ک.ش	رکن دارالکتب	☆ نوشاد احمد عبدالعزیز/ک.ش	رکن دارالکتب
☆ عبدالرحمٰن محمد جعفر/ع۱	رکن دارالکتب	☆ ثوبان اکرم محمد اکرم/ع۱	رکن دارالکتب
☆ سالم بن سعید اختر/ف۳	رکن دارالاخبار	☆ فراز احمد مختار احمد/ف۲	رکن دارالاخبار
☆ عبدالحق محمد موسیٰ/ع۲	رکن دارالاخبار	☆ مطیع الرحمٰن رضاء الحق/ع۲	رکن دارالاخبار
☆ عین الحق محمد مصطفیٰ کمال/ع۱	رکن دارالاخبار	☆ محمد سجاد اطہر علی/ث۲	رکن دارالاخبار

☆ امانت حسین ارضاء الحق/ف۳   امین البرید

ورق ورق درخشاں

☆☆☆

ضیاء شمع فروزاں

پیغامات وتاثرات

جناب مولانا عبداللہ سعود صاحب سلفی حفظہ اللہ تعالی

ناظم اعلی جامعہ سلفیہ، بنارس

الحمد لله أوله وآخره والصلاة والسلام على من لا نبي بعده، أما بعد:

﴿وأنتم الأعلون إن كنتم مؤمنين﴾

مجلّہ المنار جو جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس میں ندوۃ الطلبہ کا سالانہ میگزین ہے۔اس کا ۳۹/رواں شمارہ شائع ہونے جارہا ہے۔جامعہ میں ہرسال طلبہ کی کوشش ہوتی ہے کہ اساتذۂ کرام کی نگرانی ورہنمائی میں اس کو مفید اور معلوماتی بنایا جائے۔ہندوستان میں رائج مختلف زبان کی ترجمانی کرتے ہوئے اس کے مضامین مختلف زبان میں پیش کیے جاتے ہیں۔ امید ہے کہ اس سال بھی طلبہ نے حالات کے مطابق مضامین ترتیب دیے ہوں گے۔انھوں نے مجھ سے تاثر طلب کیا۔ مجھے خوشی ہوئی کہ یہ اس کو بہتر بنانے کے لیے کوشاں ہیں۔گذشتہ سال زیادہ تر مضامین اردو زبان میں تھے اس لیے میں نے شروع سال میں تاکید کی تھی کہ عربی زبان میں مضامین زیادہ ہونے چاہئیں، ویسے بھی اس سال جامعہ میں کلیات کھلنے کے بعد عربی زبان پر زیادہ توجہ دی جارہی ہے، اور مجھے امید ہے کہ اس کا اثر ان کے میگزین میں نمایاں ہوگا۔

سالانہ میگزین اگر کسی خاص موضوع پر نہ بھی ہو تو ایک سال کی رپورٹ کا ترجمان ضرور ہونا چاہیے۔ندوۃ الطلبہ نے سال میں کیا کیا؟ مختلف پروگرام مرتب کیے اور ان کو انجام تک پہنچایا، اس کی رپورٹ سالانہ میگزین میں شامل رہنا چاہیے۔

مضامین کا تاریخی وادبی ہونے کے ساتھ ساتھ حالات وماحول سے ہم آہنگ ہونا چاہیے، نیز سال کا یہ ترجمان ہو اور سال کے واقعات وحالات کے علم کے لیے ایک تاریخی دستاویز بھی، جس میں طلبہ کی کارکردگی، جامعہ وقوم کے حالات پر روشنی ڈالی جائے۔

جامعہ سلفیہ ایک مرکزی دارالعلوم ہے۔اس کی جواہمیت ہےاس کی چھاپ سالانہ میگزین پرہونی چاہیے۔یہاں کے فارغ التحصیل عالم دین بن کے نکلیں، یہ انتظامیہ کی کوشش ہوتی ہے۔اور ایک عالم کی کیا قدر و قیمت ہے؟ یہ اللہ کی کتاب قرآن میں بھی بیان کیا گیاہے،اللہ کا ایسے طلبہ پر بہت بڑا کرم ہےجن کو یہ عظیم موقع مل رہاہے۔

دنیا کے حالات میں تبدیلی کے لیے سب سے بڑا ہتھیار صحافت ہے جو دنیا کی سائنسی ترقی کے ساتھ ڈیجیٹل ہوگئی ہےاوراس ہتھیار کوانسانیت کی بھلائی کے لیےاستعمال کرنا چاہیےنہ کہ ان کے اندر نفرت وعداوت بھڑکانے کے لیے۔اس لیے ہماری یہ نصیحت ہے کہ اپنے پیارے نبی ﷺ کے مشن کو زندہ کرنے اور اس کو عام کرنے میں اپنی پوری صلاحیت لگائیں۔ یادرکھیں کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اور آپ ﷺ نے اپنی بعثت کا مقصد یہ بتایا تھا کہ "**بعثت لأتمم مكارم الأخلاق**" میں اس لیےاللہ کا رسول وپیغمبر بنا کر بھیجا گیاہوں تا کہ اخلاق کی خوبیوں کواس کے آخری معیار تک پہنچادوں۔ اخوت ومحبت، صلح وآشتی، امن وشانتی، انصاف وحق گوئی اورحقوق کی پاسداری کی جواعلی مثال مدرسۂ نبوت سے فیض یافتہ صحابہ کرام نے پیش فرمایا، پوری دنیااس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔آج اسی مشن کوآگے بڑھانا طالبان علوم نبوت کا اولین فریضہ ہے۔اورمیرے عزیز طلبہ یہ علم آپ کے ہاتھ میں ہےاور دنیا آپ کی طرف دیکھ رہی ہے۔اللہ تعالی آپ کواس کا اہل بنائے،آپ کا حامی وناصر ہواور دنیاوآخرت کی کامیابی سے ہمکنار کرے،آمین۔

بہت بہت شکریہ

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عبداللہ سعود سلفی

ناظم اعلی

جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم)

بنارس،الہند

لعل گراں

جناب مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارک پوری حفظہ اللہ تعالی

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين، وبعد:

ندوۃ الطلبہ جامعہ سلفیہ بنارس کی طرف سے شائع ہونے والے سالانہ میگزین بنام ''المنار'' کے بعض شمارے ملے، جس کے ذریعہ طلبہ جامعہ کی تقریری وتحریری استعداد وصلاحیتوں کا اندازہ ہوا۔

جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس جماعت اہل حدیث ہند کی مرکزی درسگاہ ہے، جس کے قیام کا مقصد یہاں سے ایسے افراد کا پیدا کرنا ہے جو تدریس وتعلیم وتربیت اور دعوت وارشاد کے میدان میں اپنے فرائض کو پوری ذمہ داری اور تندہی کے ساتھ ادا کرسکیں۔ اس وقت دین اسلام کو مختلف داخلی اور بیرونی چیلنجز کا سامنا ہے اور ملت کفر متحد ہوکر ہر جہت سے اپنے جملہ وسائل کے ذریعہ اس کی بیخ کنی پر آمادہ ہے۔ ملت اسلامیہ مختلف گروہوں میں بٹ گئی ہے اور اس کا شیرازہ منتشر ہوگیا ہے۔ جس کا فائدہ دشمنان اسلام کو براہ راست پہنچ رہا ہے۔ ﴿**يريدون ليطفؤا نور الله بأفواههم والله متم نوره ولو كره الكافرون**﴾۔

ان حالات میں اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ متحد ہوکر انہیں ذرائع کو کام میں لاکر دشمنان دین کا مدلل ومبرہن اور مسکت جواب دیا جائے کہ اسلام کے روئے روشن پر خود اسلام کے نام لیواؤں کی بے عملی وبدعملی کی وجہ سے غلط فہمیوں کی جو گرد پڑی ہوئی ہے اسے صاف کیا جاسکے۔

یہ دور الیکٹرانک میڈیا کا ہے اور لمحوں میں ایک پیغام پوری دنیا میں پھیل جاتا ہے۔

جس مرکزی درسگاہ میں آپ زیر تعلیم ہیں اس میں آپ کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے، آپ خود کو ٹھوس تعلیم وتربیت کے ساتھ اسلام کے درپیش چیلنجوں کے لیے تیار کیجئے، تاکہ یہاں سے فارغ ہوکر پوری قوت وشدت کے ساتھ مخالفین اسلام کا اپنے علم وعمل کے ذریعہ جواب دے سکیں۔

اللہ تعالی پورے شعور وآگہی کے ساتھ دعوت دین کے فریضے کو انجام دینے کی توفیق ارزانی فرمائے، آمین۔

طالب دعائے خیر ودعاگو
عبدالرحمٰن عبیداللہ رحمانی مبارکپوری
۱/۴/۲۰۱۷ء

خاور درخشاں

فضیلۃ الشیخ محمد عزیر شمس حفظہ اللہ تعالی، مکہ مکرمہ

عزیز طلبہ جامعہ سلفیہ بنارس

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ندوۃ الطلبہ کے مجلّہ ''المنار'' کی عرصے سے زیارت نہیں ہوئی۔ ہمارے زمانۂ طلب علمی (۱۹۷۰-۱۹۷۶ء) میں بھی اس کا کوئی شمارہ شائع نہیں ہوسکا تھا۔آپ حضرات قابل مبارک باد ہیں کہ اس کا احیاء کررہے ہیں۔

میرے خیال میں مجلّہ کو طلبہ کے فکری رجحانات، علمی نشاطات، مستقبل کے عزائم، ملک وقوم کے لیے مفید نگارشات، جامعہ میں علمی وتعلیمی ترقی کے لیے مناسب تجاویز پر مشتمل ہونا چاہیے جن سے جذبۂ عمل بیدار ہو۔صرف ماضی کی عکاسی اور اس پر فخر کے بجائے حال کا صحیح تجزیہ، مستقبل کی تعمیر کے لیے منصوبہ بندی اور اپنے آپ کو دنیا میں کچھ کرنے کا اہل بنانا ہر شخص کے پیش نظر ہونا چاہیے۔طلبہ رومانی اور خیالی دنیا سے نکل کر حقیقی اور واقعی ماحول کا جتنا زیادہ اور جلد ادراک کرلیں گے آئندہ اتنا ہی انھیں فائدہ ہوگا۔ابھی سے وہ متعین کرلیں کہ زندگی کے کس میدان میں کیا کرنا چاہتے ہیں؟ اور اس کے لیے ضروری استعداد حاصل کرنے کے لیے کیا کچھ کرنا باقی ہے؟ خدا کرے کہ مجلّہ ''المنار'' کے ذریعہ وہ خود بھی اپنی اصلاح کریں اور دوسروں کو بھی زندگی کا پیغام دیں۔وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

محمد عزیر شمس

مکہ مکرمہ

۱۰/۴/۲۰۱۷ء

حرف جاوداں

جناب مولانا محمد ابوالقاسم فاروقی حفظہ اللہ تعالیٰ

برقی ذرائع ابلاغ کی حیرت انگیز اور محیر العقول ترقیاں قلم وقرطاس پر اثرانداز تو ہوئی ہیں، لیکن اس کی اہمیت، افادیت اور مقبولیت کے دائرے کو تنگ نہ کرسکیں، طباعتی صحافت کا اعتبار اور وقار آج بھی قائم ہے، تحقیق وتنقید کی نکتہ آفرینیاں، شعروادب کی بزم آرائیاں، علوم وفنون کی ضیا پاشیاں اور دعوت وارشاد کی سرگرمیاں اس عہد میں بھی خامہ فرسائی کے دم سے زندہ ہیں۔

صحافت اور مضمون نگاری کی راہیں آسان نہیں ہیں، یہ پھولوں کی سیج نہیں ہے، یہاں خارزاروں کی کثرت ہے، اس راہ میں کامیابی کی امیدیں کم ہیں اور ناکامیوں کے مواقع زیادہ ہیں، یہ بہت جان جوکھم کا کام ہے، رہروان منزل کے لیے تیز گامی بھی خطرناک ہے اور گریز پائی کا انجام بھی بہتر نہیں ہے، جذبوں کا خلوص، یقین کامل، فطری ذوق، دیدۂ بینا، جہد مسلسل، زبان وادب پر مستحکم گرفت، جگر کاوی، تخلیقی بصیرت، مشاہدے کی تیزی، مطالعہ کا جنون اور عزائم کی بلندی ہو تو کامیابی اور کامرانی یقیناً آپ کے قدم چومے گی۔ مبارک اور قابل تحسین ہیں وہ طلبا جو اس راہ کے ہر خار کو پھول سمجھتے ہیں اور ہر ذرہ کو سنگ جاناں بنا دیتے ہیں۔

جامعہ کے ہونہار بچوں کو میں اسی زمرہ میں سمجھتا ہوں۔ آج ''المنار'' کا سالانہ میگزین ہندوستانی مدارس میں واحد میگزین ہے جو مختلف زبانوں میں علم، ادب، تاریخ، ثقافت اور اسلام کے مختلف فنون سے متعلق اعلی، معیاری اور علمی مضامین کا حسین گلدستہ قارئین کے سامنے پیش کرتا ہے اور علمی حلقوں میں پذیرائی سے سرفراز ہوتا ہے۔ حسب سابق امسال بھی طلبائے جامعہ سلفیہ کی رنگارنگ نگارشات سے آراستہ ''المنار'' کا انتالیسواں سالانہ شمارہ جلد ہی آپ کے ہاتھوں میں ہوگا۔ المنار صرف ایک جریدہ نہیں ہے بلکہ عظیم صحافتی مشن ہے، جامعہ کے طلبا کی تحریری صلاحیتوں، فکری کاوشوں، مختلف زبانوں میں ان کی براعت اور مہارت، جودت طبع، عالی دماغی اور ارتقاع ذہنی کا عکس اور آئینہ ہے۔

المنار سے میری جذباتی وابستگی اور خصوصی لگاؤ کو چالیس سال سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے، میں خوش قسمت ہوں کہ مدتوں مجھے اس کے شماروں کی مشاطگی کا شرف حاصل رہا ہے، آج میں اس سے دور ہوں تو کیا ہوا:

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار . جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

المنار کے مدیر اور اراکین ندوہ کے اصرار نے مجھے متذکرہ سطور لکھنے پر مجبور کردیا، ورنہ اپنی پرخلوص محبت اور دیرینہ تعلق کو الفاظ اور جملوں کا لباس پہنانے سے سدا کتراتا رہا۔ اللہ سے یہی دعا ہے کہ یہ گلزار صحافت ہمیشہ سرسبز وشاداب رہے اور المنار طلبائے جامعہ کے تحریری ذوق کو اس طرح نکھارتا رہے، آمین۔

محمد ابوالقاسم فاروقی

۲۰۱۷/۴/۱۰ء

ابرنیساں

جناب مولانا نورالعین صاحب سلفی حفظہ اللہ تعالی (☆)

عزیزان کرامی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ جان کر بیحد خوشی ہوئی کہ طلبہ جامعہ سلفیہ بنارس میگزین ''المنار'' کی تیاری کررہے ہیں۔اس مستحسن اقدام پر ہم آپ کو اور جملہ رفقاء کار کو مبارکباد پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی مستقبل کے ان معماروں کو زبان وقلم میں قوت اور علم وعمل میں اخلاص عطا فرمائے۔۲۰۱۶ء میں ''المنار'' کا جو شمارہ شائع ہوا تھا وہ میرے سامنے ہے۔ میگزین میں مضامین کا تنوع نہایت شاندار ہے، وقت کے اہم اور سلگتے مسائل کا احاطہ کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔ مجھے امید ہے کہ ۲۰۱۷ء میں آنے والا شمارہ اور زیادہ جامع اور مستوعب ہوگا، ان شاءاللہ۔

عزیز طلبہ! دو باتیں عرض ہیں:

(۱) صلح حدیبیہ کے بعد نبی کریم ﷺ نے بادشاہوں کے پاس دعوتی خطوط بھیج کر قلم اور ذرائع ابلاغ کی افادیت کو واضح کردیا تھا۔آج رفتار زمانہ کی ترقی کے ساتھ ذرائع ابلاغ نے بھی ترقی کی مختلف شکلیں اختیار کرلی ہیں، لیکن قلم کی افادیت کم ہوئی ہے نہ ہوگی، آپ نے میگزین کی اشاعت کا فیصلہ کرکے قلم سے اپنا رشتہ جوڑا ہے، اللہ کرے آپ کا یہ رشتہ مستقبل میں بھی باقی رہے۔آپ ہمیشہ یہ یاد رکھیں کہ قلم علم کی کنجی ہے اور علم کہیے یا قلم اس کا کام ہے جھکانا نہ کہ جھکنا۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ سر اونچا رہے تو قلم کو مضبوط پکڑیئے۔اللہ آپ کو اصابت رائے عطا فرمائے۔

(۲) دوسری بات مجھے یاد پڑتا ہے کہ ''المنار'' کے پہلے شمارے ۱۹۶۷ء میں دو اشعار رقم ہوئے تھے۔ایک سرورق تھا اور دوسرا مولانا عبدالمتین صاحب بنارسی رحمہ اللہ برحمتہ کی تقریر کے اختتام پر تھا۔وہ اشعار یہ ہیں:

۱-	رنگ گردوں کا ذرا دیکھ تو عنابی ہے	یہ ابھرتے ہوئے سورج کی افق تابی ہے
۲-	آفتاب تازہ پیدا بطن گیتی سے ہوا	آسماں! ڈوبے ہوئے تاروں کا ماتم کب تلک

یہ اشعار کن جذبات کے تحت رقم ہوئے تھے بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔اللہ نے ان پاکیزہ جذبات کو قبول فرمایا اور میں یقین کرتا ہوں کہ جامعہ سلفیہ کا ایک شاندار دور تقریبا گذر چکا ہے، بچے کچے لوگ جانے کی تیاری میں ہیں۔اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ کیا نقش چھوڑتے ہیں۔وقت انتظار میں ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی جامعہ سلفیہ کو اپنی رحمتوں کے سایے میں رکھے اور آپ حضرات کے علم وعمل میں اخلاص اور قلم میں جوانی اور روانی عطا فرمائے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

طالب دعاء

نورالعین سلفی

۱/۴/۲۰۱۷ء

(☆) آں محترم ۱۹۶۷ء میں مجلّہ ''المنار'' کے پہلے مدیر رہ چکے ہیں۔

رشحات ضوفشاں

عکسِ کشتِ زارِ آ گہی

بقلم: **مدیر**

طلبہ جامعہ سلفیہ کی علمی وثقافتی صلاحیتوں کا آئینہ دار، دینی بصیرت وتاریخی واقفیت کا ذریعہ اظہار، ادبی ذوق وتجزیاتی صلاحیتوں کا شاہکار، مختلف النوع نگارشات ورشحات قلم کا گوہرآبدار، گلستان صحافت کا شجر ثمر دار، مسلک سلف کا سچا علمبر دار سالانہ مجلّہ ''المنار'' اپنے دامن میں مختلف شعبہ ہائے افکار سمیٹے ہوئے ۳۹ رویں بار قارئین کی ضیافت قلب ونظر کے لئے حاضر ہے۔

اے روحِ عصرِ حاضرِ ہندوستانِ نو لایا ہے اک صحیفہ سحر اں ترے لئے
ہر منظر حیات کو دیکھا ہے غور سے چھوڑا نہیں ہے ایک بھی عنواں ترے لئے

ہمارے دوش ناتواں اس بار گراں کے متحمل نہیں تھے، لیکن رب کی غیبی رہنمائی اور اساتذہ کی پرخلوص حوصلہ افزائی نے منزل مراد تک پہنچنے میں نشان منزل اور جذبۂ عمل پر مہمیز کا کام کیا۔

چار زبانوں پر مشتمل چشمۂ علم نبوت سے کشیدہ اس علمی گلدستے کو سجانے، سنوارنے اور رنگ بھرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے، امید ہے کہ اس خوشبوئے جاں فزا سے آپ کے مشام جاں معطر ہوں گے، ان شاءاللہ۔

بلا شبہ ہمیں اپنی خام کاری اور عملی ناتجربہ کاری کا احساس ہے، اس لیے کہ ہم اس میدان میں نووارد اور صحافتی رموز واشارات سے ناواقف ہیں۔

قدم انساں کا راہ دہر میں تھرا ہی جاتا ہے
چلے کتنا ہی کوئی بچ کے ٹھوکر کھا ہی جاتا ہے

تنقید برائے اصلاح ورہنمائی اور مفید مشوروں کا ہمیشہ انتظار رہے گا۔

(۱)

قلم کی ایک صحیح جنبش قوموں اور تہذیبوں کی آبیاری کر سکتی ہے اور اس کی ادنیٰ سی لغزش لوگوں کو اندھے کنویں میں ڈھکیل سکتی ہے۔ آج جبکہ دنیا اکیسویں صدی کی شاہراہ پر گامزن ہے پھر بھی اس فرسودہ فولادی ہتھیار کی قوت، اس کی بہتات اور اس کی اثر اندازی سے تمام شعبہ ہائے حیات آخری حد تک متاثر ہیں۔ مزید برآں جدید تکنیکی وسائل کے دوش بدوش ہونے

سے ''کرلو دنیا مٹھی میں'' کی سی کیفیت پیدا ہوگئی ہے۔ مفروضات کو حقائق کا رنگ دینا اور صداقت سے چشم پوشی اپنی جگہ، لیکن پل بھر میں زیروزبر کرنے کی بے پناہ طاقت سے دنیا انگشت بدنداں ہے، جس کی اہم کڑی ورلڈ ٹریڈ سینٹر حادثے کے بعد اسلاموفوبیا کی لہر، عراق وافغانستان پر حملے کی فوری ذہن سازی، اسرائیلی جارحیت پر پردہ پوشی اور حالیہ الیکشن میں تشہیری کردار وغیرہ ہیں۔

حیرت اس پر ہے کہ مسلم کمیونٹی نے مشترکہ طور پر ایسی کوئی باڈی نہیں تیار کی جس سے ان کی شبیہ محفوظ رہے اور ہونے والے معاملات میں تخفیف ہو سکے۔

اس ہمہ جہت مواصلاتی نظام نے جس تیزی سے لادینی یلغار کی ہے اور باطل افکار کی ترویج واشاعت میں حصہ لیا ہے اس نے لوگوں کو خیرہ بھی کیا ہے اور خندہ زن بھی، لیکن ایک مسلم قوم ہے جو اب تک اغیار کے رسوخ کے شکوے سے دل بہلاتے ہوئے ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہے ۔

یہ اور بات ہے آندھی ہمارے بس میں نہیں
مگر چراغ جلانا تو اختیار میں ہے

تاریخ کے اس بیدار عہد میں ضرورت ہے کہ روایتی حصار سے باہر آکر میڈیا سے ہم قدم ہوتے ہوئے اسے اپنے معاشرے اور ماحول سے ہم آہنگ کریں، اس کے کردار وعمل سے آگاہی کے لیے مدارس ومکاتب کے نصاب تعلیم میں داخل کریں، نیز ماہرین فن اور دیگر باشعور افراد سے استفادہ اور وسیع پیمانے پر معلومات فراہم کرائیں کیونکہ دنیا آج مفاد پرستی، ہوا پرستی اور خودغرضی سے پرے ایسے موحد و بے باک قلم کاروں، مخلص و محنتی صحافیوں کی امید اور آس میں نظریں جمائے ہے جو اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے جدید ممکنہ وسائل سے اسلام کے رخ زیبا کو سامنے لانے کے ساتھ سطحی سوالوں اور دیگر خام خیالوں کی تردید کریں اور یہ کام صحیح طور پر وہی مخلص اور بے لوث طبقہ کر سکتا ہے جس کے پائے استقلال میں لغزش نہیں آتی اور جن کے عزائم کی آنچ سے پتھر بھی پگھل سکتے ہیں، جنہوں نے دائمی کامیابی کے لئے عشرت کدوں کو ٹھکرا کر خرقہ پوشی اور خاک نشینی کا استقبال کیا ہے ۔

شکایت ہے مجھے یا رب خداوندان مکتب سے
سبق شاہیں بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا

۲

مسلمانان ہند کا ماضی عنوان ترقی وکمال، حال بے حال اور خدشات سے بھرا مستقبل نام عروج ہے یا نشان زوال، آئندہ کے بارے میں یقین معدوم، امید موہوم اور تقدیر نا معلوم، خاص طور سے تعلیمی پسماندگی و ناخواندگی کی عجیب وغریب داستان ہے۔ حالانکہ اسلام کی آمد سے قبل یہاں تعلیم سمیت بیشتر مہذب شعبوں پر برہمنوں کی اجارہ داری تھی، ماسوا تمام طبقات کو بنیادی حقوق سے محروم رکھا گیا تھا مگر مسلمانوں نے آتے ہی جہل کے پھیلتے تاریک سایوں کو علم کی روشن کرنوں میں تبدیل کر دیا۔ اس طرح وطن عزیز میں تعلیم کو فروغ دینے میں مسلمان اولین قوم ہے۔

انگریزوں کی آمد کے بعد فطری ناچاقی اور ان کی پالیسیوں سے نااتفاقی سے یہ سلسلہ تھم گیا اور ذہنوں پر جمود و تعطل کی دبیز گرد نے ان کے اقبال خورشید کو گہن لگا دیا پھر ۱۹۴۷ء کی ہوائے حریت کے ہمرکاب تقسیم کے المیہ نے مسلمانوں کے لیے جہالت کے باب کو وا کر دیا۔ کیونکہ تعلیم یافتہ طبقہ ہجرت کر گیا جس سے رہے سہے حوصلے بھی پست ہو گئے، البتہ آئینی رو سے تعلیم پر زور دیا گیا۔ طویل وقفے کے بعد یعنی ۲۰۰۱ء میں ۹۳ویں ترمیم اور حال میں چند قوانین کی تنظیم سے مفت اجباری تعلیم کا بنیادی حق دیا گیا مگر خاص پیش رفت نہ ہو سکی، مستزاد یہ کہ مسلمانوں کو دستوری حقوق سے محروم رکھنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی جس کا بین ثبوت سچر کمیٹی کی حیرت انگیز رپورٹ اور دیگر تقابلی تخمینے ہیں جن میں مسلمانوں کو دلتوں سے ابتر دکھایا گیا ہے۔

موجودہ اعداد وشمار کے مطابق ۴/فیصد بچے مدارس میں پڑھتے ہیں باقی ۳۰/فیصد پرائیویٹ اسکولوں میں اور ۶۶/فیصد سرکاری اداروں میں پیشانی پر لگے جہالت کے بدنما داغ کو دھندلا کر رہے ہیں، اس لیے کہ یہاں پڑھ کر خواندگی کا داغ تو مٹایا جا سکتا ہے لیکن تعلیم کا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ ''ایشیا ٹائم'' کے مطابق مسلم خاندان کے ۳۴/فیصد بچے اب بھی کسی بھی طرح کے اسکول میں نہیں جاتے ہیں۔

یہ اس قوم کا حال ہے جس کے خمیر میں تعلیم جاگزیں ہے۔

☆ ۲۰۱۷ء کا تعلیمی بجٹ گزشتہ ۳۸۲۷ء۲۵ کروڑ کی بہ نسبت ۴۱۹۱۵ء۴۸ کروڑ یعنی ۹ء۶ فیصد اضافے کے باوجود تمام تر دیرینہ خامیوں اور کھوکھلی تجویزات سے پر رہا ''کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا''۔

تعلیمی درسگاہوں کی قلت، باصلاحیت اساتذہ کی کمی، بے حال وخستہ حال ادارے، تعلیمی روزگار کے مسائل جیسے سنگین حالات ملک کو حاشیے پر لانے میں تلے ہیں جن سے نبرد آزما ہونا کسی چیلنج سے کم نہیں پھر بھی حکومت نصاب تعلیم سے کھلواڑ، نظام میں خرد برد کرنے اور اس پر زعفرانی خول چڑھانے کی گھات میں ہے۔ مزید برآں اعلیٰ تعلیمی شعبوں میں غیر

اخلاقی عناصر اور سیاسی عیاروں کی شمولیت نے ان مراکز کو سیاست کا اکھاڑا بنا رکھا ہے جس کی وجہ سے تعلیمی محکمے عدم تحفظ کا شکار ہیں۔ ملک کی چھوٹی بڑی چار سو یونیورسٹیوں میں ہونے والے امتیازی سلوک سے طلباء پر خوف و ہراس سایہ فگن ہے جس کی تازہ ترین مثال حیدرآباد، دہلی یونیورسٹی اور جواہرلال نہرو یونیورسٹی میں ہو رہے پے درپے سانحات ہیں۔

ان حالات پر قابو پانے کے لیے اگر تمام انفرادی اور فرقہ پرستی پر مبنی اغراض و مفادات سے اٹھ کر وسیع پیمانے پر اصلاح، کمیوں وکوتاہیوں کا ازالہ اور تعلیمی امور میں مثبت اقدام نہ کیا گیا تو وطن کا چہرہ حد درجہ داغدار ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا، ساتھ ہی قوم کے قائدین و مفکرین ایسے ژولیدہ و نازک ترین ماحول اور روز افزوں زبوں حالی پر قدغن لگانے کے لیے تنگ و تاریک حجروں، کنج خلوت و گوشۂ عزلت سے باہر آ کر جہالت کی شب تاریک میں قندیل رہبانی کے فرائض انجام دیں ورنہ وقت سے بے اعتنائی برت کر لذت شبانہ میں مست رہنا مہنگا پڑ سکتا ہے۔

خود کو کنج بے نیازی سے باہر تو کھینچ
کیا صدف تیرے لیے خود لے کے گوہر آئے گا

۳

آزادی کے بعد سات عشروں پر محیط یہ سفر بہت سے روشن سنگ ہائے میل کے باوجود ایک کرب ناک اور تکلیف دہ سفر رہا۔

مری رات منتظر ہے کسی اور صبح نو کی
یہ سحر تجھے مبارک جو ہے ظلمتوں کی ماری

حاکموں کے پیہم تشدد و آزار اور رعایا کی مسلسل چیخ و پکار سے مسائل کے انبار بڑھتے جا رہے ہیں، حکومتی ناکامیوں کو چھپانے اور عوام کو باہم الجھانے کے لیے پے در پے شوشے چھوڑے جا رہے ہیں جو مسلمانوں کے لیے ہی نہیں بلکہ دیگر دھڑوں کے لیے بھی حد درجہ تشویش ناک ہیں۔ انہیں میں سرفہرست مسلم پرسنل لا کے تحفظ کا مسئلہ ہے جس پر حکومت کی معیت میں کچھ فرقہ پرست اور تجدد پسند ضمیر فروش حضرات فرسودگی کا واویلا مچائے شب خوں مارنے اور یکساں سول کوڈ کے نفاذ کی سعی خام کر رہے ہیں جو کہ ہندوستان جیسے کثیر الثقافتی ملک میں کسی مجنونانہ حرکت سے کم نہیں۔

قانون کی رو سے بھی دفعہ ۲۵ اور کچھ مزید دفعات سے بالواسطہ اور بلاواسطہ اس کی سخت تردید ہوتی ہے۔ اور جہاں تک دفعہ ۴۴ سے استدلال کی بات ہے تو اس کا خدشہ دستور ہند کی صورت گری کے وقت بھی پیش آیا تھا جس پر قانون ساز اسمبلی کے صدر ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر نے وضاحت کرتے ہوئے استثنائی صورت بیان کی تھی کہ جس کے مذہب اور رسم

ورواج کی کوئی اصل نہ ہو وہ حکومت کی مداخلت سے ماورا نہیں ہوں گے، پھر اخیر میں مسلم پرسنل لا کے تحفظ کا یقین دلایا تھا۔

اب آپ ان چیزوں سے بالاتر ہوکر سوچیں کہ جو ملک مذاہب کا سنگم، تہذیبوں کا گہوارہ اور مختلف ثقافتوں کی آماجگاہ کے ساتھ بے پناہ تنوع کا حامل ہو وہ ایک جبری دستور پر کیونکر سرنگوں ہوسکتا ہے اور نسلی وقبائلی جماعتیں اسے کیسے تسلیم کرسکتی ہیں؟

حکومت کو چاہئے کہ ہر ہندوستانی سے جڑے جذبات اور آئینی امور میں مداخلت سے باز رہے، ملک کی سالمیت اور قومی یکجہتی اسی میں مضمر ہے کہ اس کے تنوع میں وحدت کو برقرار رکھ کر عبوری طور پر سہی اس کی روایت کو قائم رہنے دے۔ بلا شبہ قانون کی پاسداری اور شریعت کا تحفظ ہمارا دینی و وطنی فریضہ ہے لیکن ہم ساتھ ہی مسلم پرسنل لا سے گزارش کرتے ہیں کہ تقلیدی جمود سے پرے خالص کتاب و سنت سے درپیش مسائل کا حل نکال کر از سرنو مسلم پرسنل لا کی ترتیب و تنظیم کرے۔ فرمان رسول: "تركت فيكم أمرين لن تضلوا ما تمسكتم بهما كتاب الله وسنة نبيه" کو حرز جاں اور دستور العمل بنائیے۔

کیونکہ اگر یہی مسلکی منافرت رہی تو مستقبل میں پیش آمدہ خطرات اور ان کے نتائج بھگتنے کے لئے تیار رہیں، اس لئے کہ متفقہ فیصلہ ہے:

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

اور............جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا۔

(۴)

موجودہ ہندوستانی مسلمان اس ملک کے اندر گرداب بلا میں اس شکستہ کشتی کی مانند ہیں جو بیچ سمندر میں ہچکولے کھا رہی ہو، طوفانی جھٹکے محسوس کررہی ہو، جس میں نہ ملاح موجود ہو اور نہ سواروں کے ہوش وحواس ٹھکانے ہوں، خصوصاً آزادی کے بعد خوف کے سیاہ گھنے بادلوں اور ناکامیوں کی آندھیاں ان کی خوبیوں کو خس وخاشاک میں اڑا رہی ہیں اور امیدوں و تمناؤں کا رہا سہا چراغ ٹمٹما کر گل ہورہا ہے، ابھی گجرات اور مظفرنگر کا زخم مندمل نہیں ہوا تھا کہ جنت ارضی کشمیر اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ دم توڑ چکی، مہلک ہتھیاروں اور مسلسل کرفیو نے اعضاء وجوارح شل اور زندگی محال کردی لیکن حکومت عسکری قوت کے ساتھ سابقہ ڈگر پر برقرار رہی ہے۔ جبکہ چاہئے تھا کہ منظم طریقے سے آرٹیکل ۳۷۰ کو بحال کر کے صلح

ومصالحت کا راستہ ہموار کیا جاتا اور انہیں بلا اشتعال مفاہمت کے ذریعہ تاخیر کیے بغیر تمام دستوری حقوق دیئے جاتے، کیوں کہ کشمیر ہمارے ملک کا اٹوٹ حصہ ہے جس سے ہم ذرہ برابر بھی لاپروائی نہیں برت سکتے۔اسی طرح فساد کے لا متناہی سلسلے نے عدم تحفظ اور معاشی حالت کو بد سے بدتر بنا دیا۔ ۲۹/جولائی ۲۰۱۶ء کو ہندوستان ٹائمس کے مطابق گداگری میں ۲۵ فیصد کے ساتھ مسلم قوم سرفہرست ہے۔اقلیتی اداروں پر نقب زنی، ریزرویشن سلب کرنا اور فرضی انکاؤنٹر و دیگر چھوٹے بڑے ایشوز پر خاموش تماشائی بن کر جمہوریت کو براہ راست رجم کرنا ایک عادت سی بن چکی، علاوہ ازیں جو ادارے اور جماعت فرقہ پرستی کی اس لہر کو روکنے اور قدغن لگانے میں کسی حد تک معاون اور اپنا کردار ادا کر سکتے تھے وہ بھی مجرمانہ حد تک غفلت کا مظاہرہ کر رہے ہیں بلکہ مزید بھڑکانے کے لیے ایندھن فراہم کر رہے ہیں۔میڈیا جو تعمیری رول ادا کرسکتا تھا وہ بھی حکومتی ایما پر تخریبی عناصر کو فروغ دے رہا ہے، سیاسی گروہوں کو چاہیے تھا کہ فرقہ وارانہ منافرت کو کم کرنے اور مختلف طبقوں کے درمیان ہم آہنگی ویکجہتی پیدا کرتے لیکن وہ بھی ووٹ بینک کی وجہ سے گریز کرتے ہیں۔

☆ مجھ تک کب ان کی بزم میں آتا تھا دور جام
ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں

ایک طرف آزادئ رائے اور اظہار خیال پر مسلسل حملے ہو رہے ہیں اور ڈاکٹر ذاکر نائک اور دیگر متحرک وفعال اداروں پر پابندیاں عائد کی جارہی ہیں وہیں دوسری طرف بڑے منظّم طریقے سے اسلامی تعلیمات پر گوریلا حملے کیے جارہے ہیں۔۱۷-۲۰/مارچ ۲۰۱۶ء کو حکومتی سرپرستی میں بمقام دہلی ایسے لوگوں کو جمع کیا گیا جنہوں نے ہمیشہ ملت اسلامیہ کی آبرو کو پامال کرنے اور اہل ایمان کو نہایت پیچیدہ طریقوں سے کتاب و سنت سے پھیرنے کی کوشش کی۔یہ امر تمام لوگوں پر واشگاف ہو چکا ہے کہ صوفیت دنیا بھر میں پھیلے قدیم و جدید فلسفے، خرافات ولاف وگزاف کا معجون ہے اور اس طرح کے فتنہ خیز کانفرنس میں ملک کے وزیر اعظم کا افتتاح کرنے جانا اور شروع سے آخر تک ذمہ داری لے کر ترویج وترقی اور پروان چڑھانے کا یقین دلانا کسی جرم سے کم نہیں، ویسے بھی یہ دہرارویہ اور دوغلی پالیسی وقت کے ساتھ مزید اجاگر ہوتی جارہی ہے۔

☆ ہم کو مایوس نہیں ہونا چاہئے، اس لیے کہ مایوسی کفر ہے اور تاریخ گواہ ہے کہ زمانہ بدلتا رہتا ہے، ہر قوم پر برا وقت آیا، ترقی وتنزلی کے مرحلے طے ہوئے ﴿وتلك الأيام نداولها بين الناس﴾ لیکن ہر نشیب کے بعد فراز اور ہر رات کے بعد صبح طلوع ہوتی ہے۔

طول شب فراق سے گھبرا نہ اے جگر
ایسی بھی کوئی شب ہے کہ جس کی سحر نہ ہو

خود کو حکومت کا محتاج سمجھنے کے بجائے وحدت کا جام پی کر آپسی مسائل از خود حل کریں اور ہاں! تبدیلی خود بخود نہیں آتی، اس کے لیے کوشش اور جدوجہد کرنا پڑتی ہے، صحیح منزل کا تعین، حالات کا دیانت دارانہ اور حقیقت پسندانہ جائزہ لینے کے ساتھ ترقی وتنزلی کے اسباب کی نشاندہی نیز حکمت عملی اور ادراک پھر اس کے بعد عمل کا نقشہ مرتب کیا جاتا ہے اور یقین محکم وعمل پیہم کو وطیرہ بنانا پڑتا ہے، یہی پیش قدمی کا راستہ ہے۔

مشکلیں امت مرحوم کی آساں کر دے
مور بے مایہ کو ہمدوش سلیماں کر دے

۵

تقریباً دو صدیوں سے پوری امت مسلمہ اپنی قسمت کے ایسے گرداب میں پھنسی ہوئی ہے کہ ہر صبح اس کے لئے نیا فتنہ جگا کر آتی ہے اور ہر شام اپنے ساتھ غم والم کی ایک تاریکی لے کر آتی ہے۔

کتنے ہم رنگ عرب تا بہ عجم ہیں ہم لوگ
ہر جگہ ~~کشتۂ~~ شمشیر ستم ہیں ہم لوگ

عالم کفر سازشوں میں مصروف مختلف عناصر کو اپنے مفادات کے لیے استعمال کر رہا ہے جس میں نام نہاد مذہبیت کا رنگ بھی ہے اور سیکولرزم، لبرل ازم اور قومیت پرستی کی چھاپ بھی، لیکن یہاں اپنوں کی بھی غلطیاں اور ریشہ دوانیاں کم نہیں۔ دنیا گرچہ ان حقیقتوں سے آنکھیں چرائے لیکن واقعات، مشاہدات اور روزانہ کی خبریں اس سے پردہ اٹھانے کے لئے کافی ہیں۔

ملک شام ~~مجبوراً~~ استبداد میں کراہ رہا ہے، کروڑوں لوگ مہاجرت کا کرب جھیل رہے ہیں۔ اللہ سعودی عرب کو حفظ وامان میں رکھے کہ اس نے پچیس (۲۵) لاکھ شامیوں کی کفالت کا بار لیا ہے۔ فلسطین کی خبریں تو میڈیا تک پہنچ ہی نہیں پاتیں۔ ہاں! یہ بات محقق ہے کہ بیت المقدس کے مزاحمت کاروں کو گولیوں سے چھلنی کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح یمن عرصۂ دراز سے ایران کے مکمل تعاون سے شورشوں کی آماجگاہ بنا ہوا ہے، جہاں اسلام اور کفر دونوں کے مدعیوں نے وہ حالات پیدا کیے ہیں کہ حرم تک کو تباہ کرنے کی ندائے عام لگائی جا رہی ہے جس کی پوری تفصیل ۲۰/فروری ۲۰۱۷ء کو اقوام متحدہ میں یمن کے مندوب خالد الیمانی نے جنرل سکریٹری آنتونیو گوترس کے حوالے کی ہے۔ جس میں تہرانی مداخلت، اسلحے کی فراہمی اور

مختلف النوع مالی اور جنگی سپورٹ کا تذکرہ کیا ہے لیکن اقوام متحدہ نہ جانے کیوں سکوت کی مہر لگائے ہوئے ہے۔

حشرات الارض کی زندگی گزارنے پر مجبور برمی مسلمان ﴿وضاقت علیھم الأرض بما رحبت﴾ کی عملی تفسیر بنے ہوئے ہیں جسے دیکھتے ہوئے اقوام متحدہ نے مظلوم ترین قوم کی سند دے دی اور پاکستان، افغانستان، عراق، لیبیا، مصر وغیرہ کی حالت یہ ہے کہ یہاں کے کوچہ و بازار ایک خوفناک فرقہ وارانہ مذہبی، مسلکی، قبائلی اور علاقائی خانہ جنگی کے شکار اور خون میں لت پت ہیں۔ شام کے لاکھوں شہیدوں کو چھوڑ کر صرف عراق کی بات کی جائے تو اقوام متحدہ رپورٹ کے مطابق ۲۰۱۶ء میں ۱۲؍ہزار ۱۳۸؍افراد مارے گئے جن کی اکثریت معصوم شہریوں کی ہے، اس کے علاوہ وہ ممالک جہاں تھوڑا بہت امن وسکون ہے وہاں بھی مسلسل دراندازی کی جارہی ہے مثلاً سعودی عرب اور ترکی وغیرہ جس کی واضح مثال حرم پر میزائل حملہ، مسجد نبوی کے قریب خودکش دھماکہ اور ۱۵جولائی ۲۰۱۶ کو ترکی میں ہوئی عظیم ناکام بغاوت ہے جس میں ۱۹۴لوگ ہلاک ہوئے۔ بغاوت کو مکمل کچلنے پر امریکہ و برطانیہ کے اخباروں نے اپنی سرخیوں میں مایوسی کا اظہار کیا، مزید وہاں کے قائدین نے ناکام بغاوت پر بجائے خوشی کے غم بھرے انداز میں تاثرات پیش کئے جس سے ان کی پشت پناہی طشت از بام ہو جاتی ہے۔

قلم کچھ اور لکھنا چاہتا ہے مگر کاغذ ہی بھیگا جا رہا ہے

مختصر یہ کہ عالم اسلام ایک بار پھر ستم گاہ اور عقوبت خانہ میں تبدیل ہو کر اپنی تاریخ کی سنگین آزمائشوں سے گزر رہا ہے، اگر رب ذوالجلال کا سہارا ﴿لا تقنطوا من رحمة الله﴾ اور ﴿إن مع العسر يسرا﴾ کا مژدۂ جانفزا نہ ہوتا تو نہ جانے جانکنی کتنی کرب انگیز ہوتی۔

آج مسلم ممالک کو تمام حقائق و بصائر اچھی طرح سمجھنے اور خالص کتاب و سنت پر متحد ہونے کی ضرورت ہے، اس لئے کہ اس کے علاوہ اتحاد کا تصور محال ہے۔ اس سلسلے میں خادم الحرمین شاہ سلمان نے اچھی پیش رفت کی اور امت کے دیرینہ خواب کو عملی جامہ پہناتے ہوئے تمام مسلم ممالک کو اتحاد کی دعوت اور مشترکہ اسلامی فوج اور باہمی تعاون کی نیو ڈالی جو بڑے دل گردے اور بے پناہ حوصلے کی بات اور لائق تقلید عمل ہے، مزید یہ کہ تمام امور میں کتاب و سنت کو مرجع تسلیم کر کے متحد ہو جائیں تو قرون اولی کی یاد تازہ ہو جائے گی، ساتھ ہی کوئی مسلمانوں کے خلاف انگلی اٹھانے کی جسارت نہ کرے گا۔

ہم شاہ سلمان کو ہدیۂ سلام و تہنیت پیش کرتے ہیں جنہوں نے معاملے کو بھانپ کر تاریخ ساز دانشمندانہ اور دلیرانہ قدم اٹھایا۔ اللہ ان کے عزم و حوصلے کو مزید پختہ کرے، آمین۔

میں امت مسلمہ سے مخاطب ہوں جس کے اسلاف نے آندھیوں کا جواب قہقہوں سے دیا تھا کہ ان حالات سے گھبرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ پوری تاریخ گواہ ہے کہ کامیاب لوگ اور سرفراز قوم وہی شمار کی گئی جو حالات کی رو پر بہنے کے بجائے ان کا مقابلہ کرنے اٹھی اور وقت کے دھارے کا رخ موڑ دیا۔ آج ضرورت ہے ایسے عزم وحوصلے کی جس سے اسلامی تاریخ بھری پڑی ہے، قلم منتظر ہے، تاریخ نے چند فیصلہ کن لمحات ہمارے ان مٹ نقوش کے لیے چھوڑ رکھے ہیں، اب صرف بیدار ہونے کی دیر ہے، باقی اللہ حافظ وماذلك على الله بعزيز.

(۶)

کتاب سادہ رہے گی کب تک کبھی تو آغاز ہوگا — جنہوں نے بستی اجاڑ ڈالی کبھی تو ان کا حساب ہوگا

سحر کی خوشیاں منانے والوں سحر کے تیور بتا رہے ہیں — ابھی تو اتنی گھٹن پڑے گی کہ سانس لینا محال ہوگا

مستقبل کا مؤرخ. جب اکیسویں صدی کی تاریخ لکھے گا تو اس کی روح کانپ اٹھے گی کہ خود کو امن کا پاسبان اور علم وتہذیب کا روشن دان کہنے والے اقتدار کے بے رحمانہ کھیل میں ۲۰/لاکھ مکینوں پر مشتمل دنیا کے قدیم ترین اسلامی ثقافتی مرکز اور ورلڈ ہیریٹیج شہر حلب کو کھنڈرات اور راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر دیا۔ اقوام متحدہ کے سابق جنرل سکریٹری کے لفظوں میں ''حلب ایک جہنم میں تبدیل ہو گیا'' اس کے باوجود ایسی سرد مہری، لاتعلقی اور بے حسی کہ اس قیامت خیز المیہ پر نہ تو عرب کی جبینیں پر شکن ہوئیں اور نہ ہی عجم کے ماتھے پر بل آیا۔ ۱۳/دسمبر ۲۰۱۶ء تک حلب کا انخلاء ہو چکا تھا بقیہ ۴۸/ہزار افراد اپنے کندھوں پر اپنی لاشیں اٹھائے نکل چکے تھے، بچوں نے خون کی سرخی سے اجڑے آثار پر حسرت بھرے الفاظ لکھ کر الوداع کہا اور کچھ نے مہاجر کیمپوں میں سسک سسک کر مرنے کے بجائے قیامت خیز بمباری میں اپنے بکھرے آشیانوں میں رہنے کا فیصلہ کیا تو ان کے ساتھ بہیمانہ سلوک کیا گیا اور پورے شہر کو کسی عذاب وعتاب کی عبرت بنا دی۔ الجزیرہ نیٹ کے مطابق ''ہر متحرک چیزوں کو بے رحمی سے وہ سزا دی گئی کہ تاریخ کے بدترین قتل ہیچ ہیں'' یہ درندگی کی انتہا صرف ظالم بشار کے اقتدار کو طول اور شیعی رسوخ کو مضبوط کرنے کے لیے کی گئی جس میں ایران پوری قوت کے ذریعہ زیر اثر تنظیموں کے ساتھ سرگرم عمل رہا، پھر. جب ظلم کی رسی کمزور پڑنے لگی تو اپنے آقا اسرائیل کے ہمہ جہت تعاون سے روسیاہ روس کو شامل کرکے پورے خطے کو عالمی طاقتوں کے درمیان رسا کشی کی آماجگاہ بنا دیا جس نے حلب کے مسلمانوں کے تابوت پر آخری کیل بھی ٹھونک دی، اس لرزہ خیز مناظر کی تاب نہ لا کر دنیا دہل اٹھی اور انسانیت خون کے آنسو رونے پر مجبور ہوئی، سفاکیت کا وہ کون سا رویہ ہے جو ان کے ساتھ برتا نہ گیا ہو اور اذیت رسانی کا وہ کون سا حربہ ہے جو ان پر آزمایا نہ گیا ہو، سنی مسلمانوں کو سبوتاژ کرنے کے لیے

ایٹمی ہتھیار اور مہلک اوزار تک استعمال ہوتے رہے، لاکھوں پابندیوں کے باوجود عالمی قوانین کی خلاف ورزی ہوتی رہی اور ساری دنیا لمحہ بہ لمحہ پورے شہر کو موت کے منہ میں جاتے دیکھتی رہی لیکن امن کے ٹھیکیداروں کے کان پر جوں تک نہ رینگی، وہ لوگ جو ایک شخص کے زخم پر عالمی جنگیں چھیڑ دیا کرتے تھے، کانفرنسیں اور تجویزات پیش کیا کرتے تھے وہ گنگ تھے، لٹیروں کی مہذب ترین تنظیم اقوام متحدہ اور اس کا کفیل امریکہ بدستور تشویش کے اظہار پر اکتفا کررہے تھے۔

حادثہ سے بڑا سانحہ یہ ہوا
لوگ ٹھہرے نہیں حادثہ دیکھ کر

حلب کا سقوط عربی شہامت وعلم وثقافت ہی کا نہیں بلکہ عقیدۂ حق وباطل کا معرکہ ہے جو "الشعب یرید إصلاح النظام" انسانی حقوق کی بحالی اور دنیا کی خوشحالی کے لیے تھا پر ابھی یہ فیصلہ کن مرحلہ کی شروعات ہے اس لیے اس پہلی آزمائش کے بعد مسلم ممالک کورائے عامہ سے اپیلیں، ان پر بھروسہ، الفاظ و دولت لٹانے کے بجائے ویران شہر کے کربناک سکوت پر کان دھرنا چاہئے "لا یلدغ المؤمن من جحر واحد مرتین" (صحیح بخاری) تاریخ ہے کہ دنیا نے ہمیشہ ظالم کے قہقہوں کا ساتھ دیا اور مظلوموں کی لاشوں پر اپنے عشرت کدے تعمیر کئے، عراق اور افغانستان کو قبرستان بنانے کی مثال سامنے ہے۔ اس لیے ان سے کسی طرح کی توقع رکھنا کسی دھوکے سے کم نہیں، تخت اور تختہ کی فکر چھوڑ کر میدان میں آجانا چاہئے اور واقع ہونے والے آخری باب کو جلد از جلد انتہا تک پہنچانا چاہئے۔ شام کے کیمپوں سے اٹھنے والی آہ فلک سے ٹکرا چکی ہے، خدا کی زمین حق کے فیصلہ کن معرکہ کی منتظر ہے جہاں باطل ذلیل ہوگا اور حق کی بالا دستی ہوگی......

اک روز یہ منظر بدلے گا یہ دور خزاں مٹ جائے گا
اک دن یہ نظام ظلم وستم خود ظالم کو رلوائے گا

۷

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے — نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کا شغر

۲۷/اکتوبر کا تاریخی سیاہ دن۔ جب طاقت کے نشے میں مخمور ایرانی حمایت یافتہ ٹولی حوثی ملیشیاؤں نے اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے دیرینہ خواب کو عملی شکل دیتے ہوئے مکہ مکرمہ سے ۸۵۰/کلو میٹر کی دوری پر یمن کے صوبہ صعدہ سے حرم شریف کو نشانہ بناتے ہوئے بیلسٹک میزائیل چھوڑا جسے اللہ کی خصوصی نصرت سے سعودی جانبازوں نے ۶۵/کلو میٹر ہی میں مخصوص سسٹم کے ذریعہ فضا ہی میں بیکار کردیا۔

یہ کوئی پہلا موقع نہیں کہ . جب شیعوں نے حرم کی حر مت پامال کرنے اور اللہ کے مہمانوں کو لہولہان کرنے کی کوشش کی ہو بلکہ اس سے پہلے بھی کئی بار حرمین کے امن کو سبوتاژ کرنے کی سعی کی لیکن رب نے ان کے ارادے کو ناکام بنادیا۔

بلاشبہ پوری سعودی حکو مت شکریہ کی مستحق ہے جس نے حسن تدبیر سے دفاع کا فریضہ انجام دے کر پاسبان حرم کے استحقاق کو بخوبی نبھایا ہے، لیکن دوسری طرف یہ خطرات بنیان مرصوص بننے کے ساتھ پختہ منصوبوں اورضروری تدابیر سے شیعی جارحیت کے خلاف کارروائی پر ابھار رہے ہیں۔ اس باب میں سب سے اہم چیز یہ ہے کہ ایسے لوگوں کا حرم میں داخلہ ممنوع قرار دے دینا چاہئے جنہوں نے امت مسلمہ کو ہر محاذ پر نقصان پہنچانے کی کوشش کی، ایسے لوگوں سے مستقبل میں کسی خیر کی توقع رکھنا خام خیالی سے کم نہیں کیونکہ جو اپنے نبی، امام اور دیگر اکابرین کا نہ ہوسکا وہ ہمارا کیونکر ہوسکتا ہے۔

جعفر از بنگال وصادق از دکن
ننگ ملت، ننگ دیں، ننگ وطن

۸

سال رواں دو انتخابی نتائج سامنے آئے جنہوں نے اندازہ فروشوں کے تخمینے کو غلط ثابت کر کے اقتدار کی کرسی پر منافرت کے علمبرداروں کو بیٹھا دیا، ایک امریکہ جو حریت وآزادی، امن وامان اور اخوت ومساوات کا بزعم خویش سب سے بڑا چودھری ہے، اس نے متفقہ قابل قدر جمہوری سیاستداں کے مقابلے ایک ایسے شخص کو اپنا صدارتی اقتدار سونپ دیا جس کی ہمہ جہت متعصّبانہ سرگرمیوں پر اتفاق ہے، بقول شاعر:

تمہاری زلف میں پہنچی تو حسن کہلائی
وہ تیرگی جو میرے نام سیاہ میں تھی

اب تک امریکہ کو ''دامن پہ کوئی چھینٹ نہ خنجر پہ کوئی داغ'' کا کمال حاصل تھا لیکن رند بادہ خوار ٹرمپ نے مستی میں کینہ وبغض بھرے سارے مسلم کش سم انڈیل ڈالے۔ سب نے سوچا وقتی خمار ہے اتر جائے گا لیکن امریکہ سمیت پوری دنیا کو ایک ایسے سچ کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے جو بے حد تلخ ہے کہ ڈونالڈ ٹرمپ ایک ایسے متعصب اور نسل پرست چہرے کا نام ہے جس نے اب تک سفید پوشی کی چادر اوڑھ کر پارسا بننے اور اپنے معصوم چہرے کے پیچھے کردار کی بدصورتی کو چھپانے کی کوشش کی تھی۔ چند مہینوں میں امریکہ فرسٹ کی آواز بلند کرنے کے ساتھ جو ایکشن لیا گیا اس سے اہل دنیا کے چودہ طبق روشن ہوگئے، اب وہ خود ہی حیران وسرگرداں ہیں کہ دل کو روئیں یا جگر کو پیٹیں۔

دوسرا نتیجہ دنیا کے سب سے بڑے جمہوری ملک ہندوستان کا ہے جہاں شمشان اور قبرستان جیسے زہر آمیز جملوں کی بنیاد پر ووٹ پڑے اور نسل پرستی نے جمہوریت کی روح کو پامال کرکے ایک ایسے شخص کو یوپی کے اقتدار کا مالک بنا دیا جو اپنے دل آزارانہ بیانات اور مسلم مخالف شبیہ کے ذریعہ مشہور ہے۔اب نقاب اترنے کے باوجود بی جے پی پردہ نشین رہنا چاہتی ہے جو کہ محال ہے۔ آج جمہوریت کے نام پر فرقہ پرستی کے وہ تمام اعمال انجام دیئے جا رہے ہیں جو آر ایس ایس کے منشور میں پہلے ہی سے شامل ہیں۔

زعفرانی . جیت کی جو بھی وجہ بتائی جا رہی ہو خواہ وہ مشین میں چھیڑ چھاڑ ہو یا خفیہ تبلیغ وذہن سازی ہو یا سوشل میڈیا کو مکمل اپنے قبضے میں لینا ہو لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جمہوریت کی ٹھیکیدار پارٹیوں اور ان کے کھوکھلے وعدوں نیز پیدا ہونے والے انتشار ہی نے انہیں لے ڈوبا ہے، اگر ۳۰ر فیصد بھی سیکولر پارٹیاں سچائی سے کام لیتیں تو شاید نتیجہ کچھ اور ہی ہوتا۔ خیر ''آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا'' لیکن اب اچانک گوشت بندی اور دیگر محکموں میں تفتیش اور ضبط و گرفتاری وغیرہ کا سلسلہ چل پڑا ہے جسے جاری رکھ کر اور زعفرانی حامیوں کو ہر شعبے و محاذ پر لا کر اپنے مشن کو تقویت دی جا رہی ہے۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ اب سے مختلف پارٹیاں تشکیل اور بکھرنے کے بجائے ایک پلیٹ فارم پر آ کر اتحاد و اتفاق اور مضبوطی کے ساتھ خود کو منوائیں اور ووٹ بینک نہ بن کر اپنی سیاسی قوت کا ثبوت دیں کہ یہی مناسب وقت ہے۔اگر اب بھی نہ متحد ہو سکے تو وقت کی گرفت میں آ سکتے ہیں۔اللہ سب کے لئے خیر کرے، آمین۔

سیاہ رات نہیں لیتی نام ڈھلنے کا
یہی تو وقت ہے سورج ترے نکلنے کا

۹

زندگی جن کے تصور سے جلا پاتی تھی
ہائے کیا لوگ تھے جو دام اجل میں آئے

بلاشبہ ہر کسی کو اس خاکدن فنا سے دیر سویر دائمی جدائی اختیار کرنی ہے کہ یہی ﴿کل من علیها فان﴾ کی تفسیر ہے، لیکن یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر دور میں کچھ ایسی شخصیتیں جنم لیتی ہیں جو تاریخ ساز ہوتی ہیں اور جن کے کارناموں کو آنے والی نسلیں یاد کرتی ہیں، یہ دنیا سے تو چلے جاتے ہیں لیکن ان کے چھوڑے افکار و خیالات ہزاروں لوگوں کے ذہنوں کو جلا بخشتے ہیں۔

سال رواں جو نابغہ روزگار ہستیاں ہم سے جدا ہوئیں ان میں ۲۰ رویں صدی کے عظیم محقق شیخ شعیب ارنوط رحمہ اللہ ہیں جن کی پیدائش ۲۶ رمحرم الحرام ۱۳۴۶ھ مطابق ۱۹۲۸ء بروز جمعرات گہوارۂ علم وفن و اسلاف کے مدفن دمشق میں ہوئی اور

وفات ۲۷/اکتوبر ۲۰۱۶ء کو نوے (۹۰) برس کی عمر میں ہوئی، مرحوم کی پوری زندگی دمشق اور عمان کے کتب خانوں میں گزری اور احادیث کی تحقیق وتخریج میں انہوں نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے جن سے رہتے زمانے تک استفادہ کیا جائے گا، خصوصاً سنن ترمذی، سنن نسائی، سنن دارقطنی، مسند احمد اور ریاض الصالحین وغیر کتابوں کی تحقیق وتخریج قابل ذکر ہیں۔

دوسری معروف شخصیت ڈاکٹر عبدالعلیم بستوی رحمہ اللہ کی ہے جو جماعت کی بلند پایہ ہستیوں اور قابل فخر علماء میں ایک امتیازی مقام رکھتے تھے جن پر سلفیان ہند کو ہمیشہ ناز رہے گا، شیخ مرحوم نے مادر علمی جامعہ سلفیہ بنارس سے تعلیم کی تکمیل کے بعد حجاز کا رخ کیا اور ۱۹۷۳ء میں ۹۹ فیصد کچھ پوائنٹ کے ساتھ جامعہ اسلامیہ (مدینہ منورہ) ٹاپ کیا۔ فراغت کے بعد وہیں مختلف دعوتی اور علمی شعبہ جات میں قابل قدر خدمات انجام دیں اور تمام مصروفیتوں کے باوجود درجن سے زائد کتابیں تصنیف کیں اور ساتھ ہی کئی کتابوں کی تعریب کی جس میں دادا مرحوم مولانا عبدالسلام مبارک پوری کی شہرۂ آفاق کتاب ''سیرۃ البخاری'' اور مولانا مسعود عالم ندوی رحمہ اللہ کی معرکۃ الآراء کتاب ''محمد بن عبدالوہاب ایک مظلوم اور بدنام مصلح'' قابل ذکر ہیں۔ ۱۹۴۹ء کو سرزمین ہند سے روشن ہونے والا ستارہ عرب وعجم میں کرنیں بکھیر کر ۱۲/رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ مطابق ۱۸/جون ۲۰۱۶ء کو ارض حرم میں ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا، **اللهم اغفر له وارحمه**۔

تیسری اہم شخصیت جامعہ سلفیہ کے سابق استاد اور مفتی جامعہ سراج العلوم جھنڈانگر (نیپال) مولانا عبدالحنان فیضی رحمہ اللہ کی ہے جو صرف تعلیم وتدریس ہی نہیں بلکہ زہد وورع اور خلوص وللّٰہیت کے بھی پیکر تھے۔ مسلسل کئی سالوں سے صحت وعلالت کی خبریں پیہم موصول ہو رہی تھیں اور ان کے لئے دست ہائے دعا دراز تھے کہ اچانک ۳/فروری کی شب ان کی وفات حسرت آیات کی خبر ملی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہم رب کے حضور دعا کرتے ہیں کہ ان وارثین انبیاء کی لغزشوں کو دامن عفو میں جگہ دے اور جنت میں اعلیٰ مقام دے، آمین۔

اگر یونہی یہ سلسلہ چلتا رہا اور اس خلا کو پر کرنے کی کوشش نہ کی گئی تو پوری امت مسلمہ کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا، اس لئے ہم ارباب جمعیت وجماعت اور دیگر مدارس ومکاتب کے ذمہ داران سے گزارش کرتے ہیں کہ امت کے اثاثوں اور مستقبل کے معماروں پر فوری توجہ دیں، آئے روز ہونے والی کمیوں کو پر کرنے اور مزید قوت کے ساتھ درپیش مسائل اور اسباب وخطرات پر سنجیدگی سے غور فرما کر خلوص وللّٰہیت کے ساتھ انہیں عملی جامہ پہنائیں۔ اللہ رب العالمین فوت شدگان کا حقیقی وارث اور امت کی عظمت رفتہ کی بازیابی کے قابل افراد عطا کرے، آمین۔

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آب بقائے دوام لا ساقی

۱۰

منزل مقصود تک پہنچے بڑی مشکل سے ہم
ضعف نے اکثر بٹھایا، شوق اکثر لے چلا

سفر جاری ہوتو منزل خود بخود استقبال کرتی ہے، الحمدللہ- اب . جب کہ نشیب وفراز کی راہیں عبور ہو چکیں، خار زار عمل کو پیروں سے کچل کر اور جادۂ منزل پر کر اور سنبھل کر ان سطور کو قلمبند کرنے پہنچے تو ہمارے دل و دماغ مسرت کی فراوانی سے معمور اور شادمانی سے بھر پور ہیں۔ ساتھ ہی اللہ رب العالمین کے لیے جذبات تشکر وا تنان سے لبریز ہیں، جس کی توفیق وکرم گستری سے ہم بے مایہ علم وعمل اور فرومایہ تحریر وصحافت کو اس گہوارۂ علم و دانش سے ایک گلدستہ مضامین ترتیب دے کر آپ کی خدمت میں پیش کرنے کا موقع ملا۔

فالشکر للہ لأحد شکرا عظیما واجبا

بعد ازاں والد محترم مولانا فضل حق مدنی حفظہ اللہ، برادرم حبیب حسن مدنی (جامعۃ الہند، کیرلا)، حامد حسن اور راشد حسن مبارک پوری (نئی دہلی) کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے میری تعلیم وتربیت کے لئے جامعہ ہذا کے انتخاب کے ساتھ ہر طرح کا مکمل تعاون ونگرانی اور بھر پور تائید فرمائی۔ بعدہ تمام اساتذہ کرام بالخصوص مشرف مجلّہ مولانا عبید اللہ طیب مکی حفظہ اللہ کی خدمت میں ہدیۂ امتنان وتشکر پیش کرتے ہیں جنہوں نے المنار سمیت دیگر علمی سرگرمیوں میں پورے خلوص ومحبت کے ساتھ رہنمائی فرمائی، ہمیں استاد محترم مولانا ابوالقاسم فاروقی حفظہ اللہ (مدیر ماہنامہ محدث) کی یاد آرہی ہے، جن کی بدولت قلم پکڑنے اور اس میدان میں آبلہ پائی وبادیہ پیمائی کی ہمت ملی، اور ابتدائی درجات سے تاہنوز اس مقام تک پہنچانے میں اساسی کردار رہا۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ان مخلص رہنماؤں کو صحت وعافیت کے ساتھ خوش اور خوشحال رکھے، ہمارے سروں پر ان کا سایہ دراز کرے، آمین۔

قبل اس کے کہ میں اپنی معروضات کا سلسلہ بند کروں، ان حضرات کے حضور دوبارہ جذبۂ عقیدت مندی اور گلہائے تشکر واحسان مندی پیش کرنا ازبس ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے از ابتدا تا انتہا ساتھ دیا۔ گرچہ یہ شکر ان کے احسان وخلوص کا متبادل نہیں ہوسکتا، خصوصاً ''انجمن ندوۃ الطلبہ'' کے صدر، ناظم، نائب ناظم اور نائب مدیر وغیرہ۔ اور ساتھ ہی کچھ ایسے مخلص

بھائیوں اور دوستوں کا جنہوں نے مشکلات پر قابو پانے میں خصوصی دست تعاون دراز کیا، جن میں سرفہرست ہیں برادرم یاسر اسعد اسعد اعظمی (سابق مدیر) برادرم عطاء اللہ عبداللہ حیدرؔ (سابق امین اللجنہ) اور برادرم عبدالالہ رضوان محمد رضوان (سابق ناظم) جن کا کردار ہمارے ساتھ وہی ہے جو کاسۂ سر کے ساتھ لباب عقل کا ہوسکتا ہے۔

اللہ رب العالمین ان تمام کو اجر جزیل عطا فرمائے اور ان کے علم وعمل میں برکت دے، آمین۔

خبیب حسن فضل حق مبارک پوری
مدیر مجلّہ ''المنار''
جامعہ سلفیہ، بنارس
۲۰۱۷/۴/۱۰ء

ہنر کے اور کچھ امکاں، ہنر میں رکھ آؤں
میں اپنے لفظ، کف کوزہ گر میں رکھ آؤں
ملی شفق کو بصیرت، اسی حوالے سے
یہ شام، کاسۂ اہل سحر میں رکھ آؤں
(فضاابن فیضی)

نسیم بوستاں

داستان گلستاں

ہمارا وطن عزیز ہندوستان پہلی صدی ہجری میں ہی اسلام کی کرنوں سے منور ہو گیا تھا، اس کے چپے چپے سے قال اللہ اور قال الرسول کی صدائیں سنائی دینے لگی تھیں، جا بجا حدیث اور عمل بالحدیث کا چرچا تھا۔ مسلمان اسلام کے صحیح عقیدے کے علمبر دار تھے، لیکن بعد کے ادوار میں فکری انحرافات، بدعات وخرافات اور غیر شرعی رسوم کی گرم بازاری ہوئی جس سے اسلام کا صاف وشفاف سرچشمہ مکدر ہو گیا اور اس کی شبیہ متاثر ہونے لگی، چنانچہ اسلاف ہر محاذ پر اپنے زبان وبیان سے انہیں زیر کرتے رہے اور اسلام کی طرف سے دفاع کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ الغرض یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ کئی حکومتیں تہ وبالا ہوئیں اور آخر کار ۱۷ ویں صدی عیسوی کے بعد وطن عزیز دھیرے دھیرے انگریزوں کے پنجۂ استبداد میں جانے لگا، انگریزوں نے یہاں کے باشندوں پر ظلم وستم میں کوئی کسر نہ چھوڑی، خصوصا مسلمانوں پر خاص گھیراؤ کیا، لیکن بلا تفریق مذہب وملت مسلسل جدوجہد سے ۱۵ر اگست ۱۹۴۷ء کو آزادی کا سورج طلوع ہوا، مگر افسوس اس کے ساتھ تقسیم کا المیہ تھا جس نے بڑے پیمانے پر تباہی مچائی، جس سے جماعت اہل حدیث کو بھی کافی نقصان پہنچا، اس کی اکثر عبقری شخصیات ہجرت کر گئیں اور رہے سہے ادارے خستہ حالی کی عملی تفسیر بن گئے، جماعتی انتشار کا یہ سلسلہ ۱۹۶۳ء تک محیط رہا۔ اسی اثنا میں جماعت کے بعض طلبہ کے ساتھ ایسا ناخوش گوار واقعہ پیش آیا جس نے جماعت کو اتنا جھنجھوڑا کہ وہ اس منصوبہ میں لگ گئی کہ کسی مرکزی ادارہ کا قیام ہو۔

چنانچہ اس کے لیے کانفرنسیں ہوئیں، اجتماعات منعقد کیے گئے اور آخر کار ۱۹۶۳ء میں علماء کرام، عمائدین جماعت اور اعیان مسلک کے اتفاق سے بنارس میں مرکزی ادارہ کے قیام کی قرارداد منظور ہوئی۔ اسی سال عزت مآت جناب شاہ سعود رحمہ اللہ کے حکم سے مملکت سعودیہ عربیہ کے سفیر جناب یوسف فوزان صاحب کے ہاتھوں جامعہ سلفیہ (مرکزی دار العلوم) کی بنیاد رکھی گئی اور تین سال کی قلیل مدت کے بعد درس وتدریس کا سلسلہ شروع ہو گیا، **فللہ الحمد**۔

ابتداء ہی سے طلبہ جامعہ کے اندر ہمہ جہت صلاحیتوں کو پیدا کرنے خصوصا خطابت، صحافت، دعوت وارشاد اور تحقیق وافتاء میں مزید نکھار پیدا کرنے اور جلا بخشنے کی غرض سے ایک انجمن ''ندوۃ الطلبہ'' کے نام سے تشکیل دی گئی۔ تاحال یہ انجمن

اپنے مقاصد کی تکمیل میں کوشاں ہے۔

خدا کرے فضائیوں ہی یہ خواب جاگتے رہیں
یہ خوشبوئیں جواں رہیں گلاب جاگتے رہیں
ہنر و ران سنت و کتاب جاگتے رہیں

یہ انجمن کل پانچ شعبوں پر مشتمل ہے:

۱-شعبۂ خطابت ۲-شعبۂ صحافت
۳-دارالکتب ۴-دارالاخبار
۵ لجنۃ الثقافۃ

شعبۂ خطابت:

ندوۃ الطلبہ کا سب سے اہم شعبہ خطابت کا ہے جس کے تحت طلبہ ہر پندرہ دن میں عربی واردوزبان میں تقریری مشق کرتے ہیں، جسے ایک مستقل مضمون کی حیثیت حاصل ہے۔ سال بھر میں ہر ایک طالب علم کو آٹھ تقریریں کرنے کا مکلّف کیا جاتا ہے۔ چار عربی اور چار اردو زبان میں۔ اساتذۂ کرام صدارت کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ خطباء کے نمبرات مقرر کرتے ہیں اور اثناء خطابت سرزد ہونے والی خامیوں کی جانب توجہ مبذول کراتے ہیں نیز مفید نصیحتوں اور مشوروں سے بھی نوازتے ہیں۔

ہفتہ واری انجمنوں کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد سالانہ تقریری انجمنوں کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔ فائزین طلبہ کو گراں قدر انعام دیا جاتا ہے اور مشترکین کو تشجیعی انعام سے نوازا جاتا ہے۔

سال رواں درج ذیل عناوین پر تقریری وخطابتی مسابقے ہوئے جن کی تفصیل یہ ہے:

۱- بزبان اردو:

برائے ثانویہ: اسلام میں نظافت کی اہمیت
بتاریخ: ۱۶/جمادی الآخرۃ ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۶/مارچ ۲۰۱۷ء

برائے عالمیت، سال اول: اسلامی اعتدال اور اس کے حدود وضوابط
بتاریخ: ۲۲، ۲۳/جمادی الآخرۃ ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۲، ۲۳/مارچ ۲۰۱۷ء

برائے عالمیت، سال دوم: یوگا کی شرعی حیثیت

بتاریخ:۲۳؍جمادی الآخرۃ ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۳؍مارچ ۲۰۱۷ء

برائے فضیلت وکلیات: دین میں غلو: نقصانات، اسباب وعلاج

بتاریخ:۱؍رجب المرجب ۱۴۳۸ھ مطابق ۳۰؍مارچ ۲۰۱۷ء

۲- بزبان عربی:

برائے ثانویہ: **العلم الديني: أهميته وضرورته**

بتاریخ:۱؍رجب المرجب ۱۴۳۸ھ مطابق ۳۰؍مارچ ۲۰۱۷ء

برائے عالمیت، سال اول: **أهمية القلم**

بتاریخ:۸؍رجب المرجب ۱۴۳۸ھ مطابق ۶؍اپریل ۲۰۱۷ء

برائے عالمیت، سال دوم: **تعامل المسلم مع الفتن**

بتاریخ:۸؍رجب المرجب ۱۴۳۸ھ مطابق ۶؍اپریل ۲۰۱۷ء

برائے فضیلت وکلیات: **آداب المزاح والمداعبة في ضوء الكتاب والسنة**

بتاریخ:۱۵،۱۶؍جمادی الآخرۃ ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۵،۱۶؍مارچ ۲۰۱۷ء

۳- بزبان ہندی:

برائے عالمیت: bLyke e xj efLyek d vf/kdkj

بتاریخ:۱۵،۱۶؍جمادی الآخرۃ ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۵،۱۶؍مارچ ۲۰۱۷ء

برائے فضیلت وکلیات:

oreku ;x e bLykeh l tkvk dh vko';Drk

بتاریخ:۸؍رجب المرجب ۱۴۳۸ھ مطابق ۶؍اپریل ۲۰۱۷ء

۴- بزبان انگریزی:

برائے عالمیت: Importance of Enlgish for Dawah

بتاریخ:۱؍رجب المرجب ۱۴۳۸ھ مطابق ۳۰؍مارچ ۲۰۱۷ء

برائے فضیلت وکلیات: Equality in Islam

بتاریخ:۲۳/جمادی الآخرۃ ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۳/مارچ ۲۰۱۷ء

شعبۂ صحافت:

صحافت انسانی زندگی میں ناگزیر شئی بن چکی ہے جس کے بغیر ایک بہترین معاشرے کا تصور محال ہے، یہی وجہ ہے کہ اسے ملک کے چوتھے ستون سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔صحافت کی اہمیت اس سے بھی اجاگر ہوتی ہے کہ امریکہ کے تیسرے صدر جیفر سون نے صحافت کے بغیر حکومت کے بالمقابل حکومت کے بغیر صحافت کو ترجیح دی تھی۔

چنانچہ طلبۂ جامعہ کو صحافت سے ہم آہنگ کرنے کے لیے ''ندوۃ الطلبہ'' کی زیرنگرانی ایک پندرہ روزہ وماہانہ دینی، علمی اوادبی مجلّہ حائطیہ بنام ''المنار'' نکلتا ہے جس میں اردو، عربی، ہندی اور انگریزی کے مختلف النوع مضامین شائع ہوتے ہیں، اور سال کے اخیر میں طلبۂ جامعہ کا علمی، ادبی اور فکری سالانہ مجلّہ ''المنار'' نکلتا ہے۔امسال حائطیہ میں لکھے گئے اہم موضوعات میں سے چند یہ ہیں:

۱-انحطاط کے سیلاب میں طالب علم کا کردار

۲-اپنے من میں ڈوب کر پاجا سراغ زندگی

۳-محدثین کے تئیں شبہات کا ازالہ

۴-خصوصی شمارہ یوم جمہوریہ نمبر

۵-الجوع يسلب من الإنسان آدابه وثقافته

٦-الصراع بين حضارة الإسلام والغرب

۷-إليك يا ناشد الخير..... وطالب العلم والنور

اس کے علاوہ اردو وعربی دونوں زبانوں میں تحریری مسابقہ ہوتا ہے جس میں طلبہ اپنی ادبی وتحریری ذوق کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ممتاز مسابقین ومشترکین کو نقدی کی شکل میں انعامات سے نوازا جاتا ہے، ساتھ ہی شرکاء کو تشجیعی انعامات دیے جاتے ہیں۔

امسال درج ذیل عناوین پر تحریری مقابلے ہوئے:

زبان عربی:

برائے عالمیت: ضرر الانحصار على الانترنيت في طلب العلم دون الرجوع إلى العلماء

برائے فضیلت وکلیات: التكفير وضوابطه في ضوء الكتاب والسنة

بزبان اردو:

برائے عالمیت: قید خانوں میں علماء اہل حدیث کی خدمات

برائے فضیلت وکلیات: حرمین پر قبضے کا رافضی منصوبہ: ماضی اور حال کے تناظر میں

دار الکتب:

طلبہ اور مطالعہ لازم وملزوم ہیں، کیونکہ مطالعہ ذہن کو جلا، دماغ اور دل کو مضبوط بناتا ہے اور تاریخ بھی یہی ہے کہ جن قوموں نے عروج وارتقاء کی منزلیں طے کیں کتاب وقرطاس سے ان کا رشتہ ہمیشہ استوار رہا ہے۔

انہیں چیزوں کے پیش نظر جامعہ کی مرکزی لائبریری کے علاوہ ندوۃ الطلبہ کی اپنی ذاتی لائبریری بھی ہے جہاں متعدد زبانوں کی مختلف النوع علوم وفنون کی پانچ ہزار سے زائد کتابیں ہیں، امتداد کا سلسلہ جاری ہے، اس لائبریری سے تمام مراحل کے طلبہ کتابیں ایشو کرا کے مستقل مستفید ہوتے ہیں۔

دار الاخبار:

اخبارات ورسائل خواہ ملکی ہوں یا بین الاقوامی نئی ایجادات وانکشافات، جدید افکار ونظریات اور دیگر چھوٹی بڑی سرگرمیوں سے واقفیت وآگاہی کا آئینہ دار ہوتے ہیں۔

انہی اہمیت کی وجہ سے ''ندوۃ الطلبہ'' کا ذاتی دار الاخبار بھی ہے جس میں ملکی وغیر ملکی عربی، اردو، ہندی، انگریزی اور بنگالی سمیت سو (۱۰۰) کے قریب مستند ومعتبر رسائل آتے ہیں جن سے طلبہ براہ راست فائدہ اٹھاتے ہیں نیز اضافہ کا سلسلہ جاری ہے۔

لجنۃ الثقافۃ:

جامعہ کے طلبہ کو طلاقت لسانی، برجستگی وبے باکی سے متصف کرنے اور ان کی لسانی کمزوری دور کرنے کی غرض سے تقریباً اکیس سال پہلے لجنۃ الثقافۃ کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ الحمد للہ اس لجنہ کی آبیاری ہنوز ہوتی چلی آ رہی ہے، امسال بھی اس کی کل آٹھ نشستیں منعقد ہوئیں جن میں طلبہ نے کافی تعداد میں حصہ لیا، حالات وظروف کے اعتبار سے قسم قسم کے موضوعات پر طلبہ نے عربی، اردو اور انگریزی زبان میں برجستہ گوئی کا مظاہرہ کیا لجنہ میں تنوع اور دلچسپی کا سامان مہیا کرنے کی خاطر گاہے بگاہے مناظرے ومکالمے کا بھی پروگرام رکھا گیا، اساتذۂ کرام نے صدارت کے فرائض انجام دیے، نیز پروگرام کی خامیوں

اورخوبیوں کی جانب بھی اشارہ کیا۔

امسال لجنۃ الثقافہ کے حسن کو دوبالا کرنے والے چندعناوین درج ذیل ہیں:

۱-عالم اسلام کے خلاف شیعوں کی سازشیں: ماضی اور حال کے تناظر میں (مقالہ)

۲-دینی تعلیم سے بے رغبتی: اسباب وعلاج (مقالہ)

۳-سانحۂ کربلا: حقیقت کے آئینے میں (مقالہ)

۴-یکساں سول کوڈ اور ہندوستانی مسلمان (مکالمہ مابین ۶/طلبہ)

۵-بعض اسلامی قوانین پر اعتراضات اوران کاازالہ (مکالمہ)

۶-سایۂ نبوی عدم ووجود کے تناظر میں (مناظرہ)

۷-ہندو پاک کے عربی ادباء کی سوانح (مسابقہ مابین دوفریق)

۸-آئین ہند کی ترتیب وتنظیم میں مسلم ممبران کا کردار

۹-اردو بیت بازی

۱۰-لطائف (عربی، اردو، انگریزی)

۱۱-برجستہ تقاریر

۱۲-سوالات وجوابات (سامعین سے)

سال رواں کی سرگرمیاں:

جامعہ سلفیہ کا تعلیمی سال ۱۷-۲۰۱۶ء کا آغاز ۱۰/شوال ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۶/جولائی بروز سنیچر ہوا، سال رواں کی سرگرمیوں کی چند جھلکیاں ذیل میں ذکر کیے جارہے ہیں:

(۱) امسال محترم ناظم اعلی جامعہ سلفیہ مولانا عبداللہ سعود سلفی حفظہ اللہ نے اساتذۂ کرام اور دیگر ذمہ داران کے ساتھ میٹنگ کرکے مختلف شعبہ جات کا آغاز کیا جو یہ ہیں: كلية الحديث الشريف، كلية الدعوة وأصول الدين اور كلية الشريعة، نیز تمام کلیات کے الگ الگ عمید ونگراں مقرر کیا:

کلیہ	عمید
۱- كلية الحديث الشريف	فضيلة الشيخ عبيد الله طيب مکی حفظه الله

۲-كلية الدعوة وأصول الدين فضيلة الدكتور محمد ابراهيم مدني حفظه الله

۳-كلية الشريعة فضيلة الشيخ محمد عبد القيوم مدني حفظه الله

(۲) ندوۃ الطلبہ کا افتتاحی پروگرام ۴؍اگست ۲۰۱۶ء بروز جمعرات ''قاعۃ المحاضرات'' میں شیخ الجامعہ مولانا محمد یونس مدنی حفظہ اللہ کی زیرصدارت منعقد ہوا جس میں ناظم اعلی جناب عبداللہ سعود سلفی حفظہ اللہ نے بحیثیت مہمان خصوصی شرکت کی۔اس پروگرام میں جدید طلبہ کو انجمن کے طریقۂ کار سے آگاہ کرنے کی غرض سے چار زبانوں (اردو،عربی، ہندی اور انگریزی) میں تقریر پیش کی گئی اور دیگر اہم امور سے روشناس کرایا گیا۔

(۳) ۱۵؍اگست ۲۰۱۶ء (یوم آزادی) کی مناسبت سے حسب روایت ناظم اعلی کی زیرصدارت ایک پروگرام رکھا گیا، جس میں ترانۂ ہندی کے ساتھ دو اہم مقالے بعنوان ''تحریک آزادئ ہند اور غداران وطن'' اور ''آزادئ ہند میں جماعت اہل حدیث کا صحافتی کردار'' پر روشنی ڈالی گئی، پھر اختتام پر صدر مجلس نے پرمغز صدارتی کلمات پیش کیے۔

(۴) ۱۹؍اگست بروز جمعہ تا ۲۳؍اگست ۲۰۱۶ء بروز منگل ''جمعیت احیاء التراث الاسلامی'' کی جانب سے پانچ روزہ ''دورہ شرعیہ'' کا اہتمام کیا گیا۔ مرحلہ فضیلت وکلیات کے تمام طلبہ اور دعاۃ نے لازمی حیثیت سے شرکت کی، جس میں شیخ فائز عجب الدیحانی نے بحیثیت صدر ''دعوت وارشاد کے آداب'' کے موضوع پر طلبہ جامعہ کو درس دیا۔

أ.د.ولید العلی سے فن عقیدہ کی کتاب "قطف الجنى الداني...." کا درس سننے کا سنہرا موقع ہم طلبہ کو فراہم ہوا۔ د.فرحان العبید نے اصول فقہ "منظومة القواعد الفقهية" کا درس دے کر ہماری علمی فقہی تشنگی بجھائی اور د.خالد شجاع العتیبی نے ''منار السبیل'' سے فقہ پر محاضرہ پیش کیا، نیز دورے کے اختتام پر تقریری وتحریری امتحانات ہوئے، پھر ایک اختتامیہ پروگرام رکھا گیا جس میں بعض اساتذۂ کرام اور مہمانان کرامی نے اپنے تاثرات پیش کیے، فائزین طلبہ کو گراں قدر انعامات واعزازی سند سے نوازا گیا اور تمام شرکاء کو اعزازی سند دی گئی۔

(۵) ۲۱؍اکتوبر بروز جمعہ تفسیر وعلوم تفسیر کے نصاب تعلیم کو منقح مرتب کرنے والی کمیٹی کے صدر ڈاکٹر عبدالرحمن لیثی حفظہ اللہ جامعہ سلفیہ بنارس تشریف لائے، دوران قیام مدلل خطبہ جمعہ بھی پیش کیا۔

(۶) ۷؍اکتوبر ۲۰۱۶ء بروز جمعہ کویت سے دو مہمان کرامی فضیلۃ الدکتور خالد ضحوی الظفیری اور فضیلۃ الشیخ عبداللہ محمد الزناتی جامعہ سلفیہ زیارت کی غرض سے تشریف لائے، جو علامہ ربیع بن ہادی المدخلی کے خاص شاگردوں میں سے ہیں۔ان کے استقبال میں فضیلۃ الشیخ محمد مستقیم سلفی حفظہ اللہ کی زیرصدارت ایک پروگرام کا انعقاد کیا گیا جس میں فضیلۃ الدکتور خالد

ضحویٰ حفظہم اللہ نے طلبہ جامعہ کو بالکتاب والسنۃ اور بدعات وخرافات سے اجتناب پر ابھارا۔

(۷) ۲۶؍جنوری ۲۰۱۷ء بروز جمعرات ناظم اعلیٰ مولانا عبداللہ سعود سلفی حفظہ اللہ کی زیر صدارت ہرسال کی طرح اس سال بھی جامعہ سلفیہ میں انتہائی مسرت وخوشی کے ساتھ یوم جمہوریہ کا جشن منایا گیا، ترانہ جامعہ اور قومی ترانہ کے ساتھ ساتھ دو اہم مقالے بعنوان ''آئین ہند کی ترتیت وتنظیم میں مسلم ممبران کا کردار''، ''پارلیمانی جمہوریت: فوائد ونقصانات'' پیش کیے گئے، نیز ایک دلچسپ ڈرامہ بعنوان ''الیکشن اور ہندوستانی مسلمان'' بھی پیش کیا گیا جس میں حقائق کی بہترین عکاسی کی گئی۔

(۸) ۱۹؍فروری ۲۰۱۷ء بروز اتوار حدیث وعلوم حدیث کے نصاب تعلیم توجیہ تعلیم مرتب کرنے والی کمیٹی کے صدر ڈاکٹر عبیدالرحمٰن مدنی اور دونوں رکن ڈاکٹر اقبال احمد بسکوہری اور دکتور عبدالعزیز مبارکپوری حفظہم اللہ جامعہ تشریف لائے۔ لہٰذا ان کی آمد کو غنیمت جانتے ہوئے جامعہ کی طرف سے ایک پروگرام کا اہتمام کیا گیا جس میں ڈاکٹر عبیدالرحمٰن مدنی اور ڈاکٹر اقبال احمد بسکوہری نے ہم طلبہ جامعہ سے خطاب فرمایا۔

(۹) ۲؍مارچ ۲۰۱۷ء بروز جمعرات "عمدۃ الأحکام من کلام خیر الأنام" نامی کتاب سے منتخب کردہ احادیث کا تحریری امتحان ہوا جس میں عالم اول، کلیات وفضیلت سال ثانی کے طلبہ کی شرکت کو لازمی قرار دیا گیا۔

(۱۰) ۲؍مارچ ۲۰۱۷ء بروز جمعرات فقہ واصول فقہ کے نصاب تعلیم توجیہ تعلیم مرتب کرنے والی کمیٹی کے صدر ڈاکٹر فضل الرحمٰن مدنی کی آمد ہوئی، آں محترم کے اس موقع سے طلبہ کے استفادہ کی غرض سے ایک مجلس منعقد کی گئی جس میں شیخ محترم نے فتاوی کے آداب، اسرار ورموز پر روشنی ڈالی، مزید قیمتی نصیحتیں بھی کیں۔

گلدستۂ شکر وسپاس:

سال اختتام کے قریب ہے اور ہم اراکین ''ندوۃ الطلبہ'' اپنی اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآں ہونے والے ہیں۔ ایسے موقع پر سب سے پہلے ہم بارگاہ رب العزت میں سراپا شکر وسپاس ہیں کہ اس نے نوآموزی اور ناتجربہ کاری کے باوجود ''ندوۃ الطلبہ'' کی ذمہ داریوں کی انجام دہی اور پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق دی۔

اللہ تعالی کے شکریہ کے بعد ہم منتظمین جامعہ، جملہ اساتذۂ کرام خصوصاً فضیلۃ الشیخ محمد یونس مدنی (شیخ الجامعہ) فضیلۃ الشیخ محمد مستقیم سلفی (نائب شیخ الجامعہ) فضیلۃ الدکتور محمد ابراہیم مدنی (لجنۃ الثقافہ کے مشرف) فضیلۃ الشیخ نعیم الدین مدنی (سالانہ تقریری وتحریری مسابقہ کے ذمہ دار) حفظہم اللہ کے ممنون ہیں، جن کے تعاون کے بغیر اس فرض منصبی کی ادائیگی ناممکن تھی، انھوں نے ہر موڑ پر مفید مشوروں سے نوازا اور رہنمائی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔

بڑی ناقدری وناسپاسی ہوگی اگر اس حسین موقع پر شعبۂ صحافت کے مشرف ومدیر ''المنار'' فضیلۃ الشیخ عبیداللہ طیب مکی حفظہ اللہ کا ذکر جمیل نہ کروں، جن کے صلاح ومشورہ سے ہمارا حائطیہ ''المنار'' سال بھر منظر عام پر آتا رہا اور جن کی جہد مسلسل سے ہم طلبۂ جامعہ کا سالانہ مجلّہ ''المنار'' اس سال بھی شائع ہوا۔ اللہ آپ کی عمر میں برکت دے اور آپ کے چشمۂ علم سے ہمیں سیراب ہونے کی توفیق بخشے، آمین۔

اخیر میں ہم اپنے تمام احباب ندوہ کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنھوں نے احساس ذمہ داری کے ساتھ اپنے فرائض کو انجام دیا، خصوصا برادرم عبداللہ زبیر عالم رف۳ (صدر)، عبدالالہ رضوان محمد رضوان رف۳ (نائب صدر)، محمد غفران عبیدالرحمٰن رف۲ (نائب ناظم) حبیب حسن فضل حق مبارکپوریؔ (مدیر مجلّہ ''المنار'')، اسداللہ ابوطالب رک.ش (نائب مدیر) فیضان احمد کیفی محمد از احمد کیفی رف۲ (أمین اللجنۃ)، دانش جمال اشتیاق احمد رف۲ (نائب أمین اللجنۃ)، یاسر اسعد اسعد اعظمی رف۳ (خصوصی رکن)، عطاء اللہ عبداللہ رف۳ (خصوصی رکن)، مجیب الرحمٰن شفیق الرحمٰن رف۳ (أمین دارالکتب)، جمال الدین نورالاسلام ف۲ (نائب أمین دارالکتب)، محمد یونس گلاب حسین رف۲ (أمین دارالاخبار)، رضاء الرحمٰن حریص الدین رع۲ (نائب أمین دارالاخبار) کا، جو سال بھر تعاون کرتے رہے اور تنہائی کا احساس نہیں ہونے دیا، ان کے علاوہ ان تمام اصحاب کے بھی شاکر وممنون ہیں جنھوں نے کسی بھی طرح ہمارا ساتھ دیا۔

اللہ ہماری کاوشوں کو شرف قبولیت بخشے، نیز کمیوں اور لغزشوں کو درگزر فرمائے اور جامعہ سلفیہ کے ساتھ ساتھ ''ندوۃ الطلبہ'' کو بھی دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ (آمین)

محمد عارف قسیم الدین ارریاوی
فضیلت سال دوم
ناظم ندوۃ الطلبہ
جامعہ سلفیہ، بنارس
۱۰/۴/۲۰۱۷ء

علوم القرآن

ہم پہ دروازے کھلیں گے دانش وادراک کے
ہوگئی جب آشکارا حکمتِ قرآنِ پاک
(نسیم سحر)

فضائل سور قرآں

بعض سور قرآن کے فضائل سے متعلق احادیث کی تحقیق وتخریج

محمد غفران عبید الرحمٰن ایس نگری

فضیلت سال دوم

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده، أما بعد:

تلاوت قرآن کی اہمیت وفضیلت کسی بھی صاحب ایمان سے مخفی نہیں، خصوصا بعض مخصوص سورتوں کی تلاوت جن کی فضیلت سے متعلق بہت سی احادیث مشہور ہیں لیکن سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ان سورتوں کے فضائل میں وارد احادیث کی فہرست میں ایسی روایات بھی شامل ہیں جن کی کوئی اسنادی حیثیت ہی نہیں ہے لہٰذا اسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے ذیل میں بعض سور قرآن کے فضائل سے متعلق وارد احادیث کا تحقیقی طور پر جائزہ لیا گیا ہے تاکہ صحیح احادیث پر عمل اور ضعیف وموضوع روایات سے اجتناب کیا جاسکے۔

سورۃ الفاتحہ کے فضائل سے متعلق وارد بعض صحیح احادیث:

۱-سورہ فاتحہ پڑھ کر جس چیز کا سوال کیا جائے گا وہ عطا کی جائے گی: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے اور میرے بندے کے لیے وہ کچھ ہے جس کا وہ سوال کرے، بندہ جب کہتا ہے: "**الحمد لله رب العالمين**" تو اللہ تعالی فرماتا ہے میرے بندے نے میری تعریف کی ہے، بندہ جب کہتا ہے: "**الرحمن الرحيم**" تو اللہ تعالی فرماتا ہے میرے بندے نے میری ثنا کی ہے، بندہ جب کہتا ہے: "**مالك يوم الدين**" تو اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی ہے اور ایک مرتبہ فرمایا میرے بندے نے (اپنا معاملہ) میرے سپرد کر دیا ہے، بندہ جب کہتا ہے: "**إياك نعبد وإياك نستعين**" تو اللہ تعالی فرماتا ہے یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے کے لیے وہ کچھ ہے جس کا وہ سوال کرے اور بندہ جب کہتا ہے: "**اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين**" تو اللہ تعالی فرماتا ہے کہ یہ میرے بندے کے لیے ہے اور

بندے کے لیے وہ سب کچھ ہے جس کا وہ سوال کرے''۔(۱)

۲-تمام جسمانی عوارض کے لیے سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کرنا شفا کا باعث ہے: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں تھے کہ ہم نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا تو ایک لڑکی آئی اور اس نے کہا کہ اس قبیلے کے سردار کو بچھو نے ڈس لیا ہے اور ہماری بستی کے لوگ غائب ہیں تو کیا تم میں سے کوئی دم کرنے والا ہے؟ ہم میں سے ایک آدمی اٹھ کر اس کے ساتھ ہولیا، اس کے بارے میں ہمیں گمان نہیں تھا کہ وہ دم جانتا ہے مگر اس نے دم کیا اور وہ سردار صحت یاب ہو گیا، سردار نے حکم دیا کہ ہمیں تیس بکریاں دے دی جائیں اور اس نے ہمیں دودھ بھی پلایا۔ جب وہ شخص واپس آیا تو ہم نے پوچھا: کیا تم دم کرنا جانتے ہو؟ اس نے کہا نہیں، میں نے تو صرف ام الکتاب پڑھ کر دم کیا ہے، ہم نے کہا کہ اب کوئی بات نہ کرو حتی کہ ہم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں اور اس کے بارے میں پوچھیں۔ جب ہم مدینہ واپس آئے اور اس واقعہ کا ذکر ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا: "وماكان يدريه انها رقية اقسموا واضربوا لي بسهم" (۲) اسے کیسے معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ سے دم کیا جاتا ہے؟ ان بکریوں کو آپس میں تقسیم کرو اور میرا بھی حصہ لگاؤ۔

۳-سورہ فاتحہ کا دم جادو، جنون، مرگی اور آسیب زدہ کے لیے شفا بخش ہے: حضرت خارجہ بن صلت رضی اللہ عنہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ (دوران سفر) وہ ایک قوم سے گزرے تو وہ لوگ ان کے پاس آئے اور کہا: ''تم اس آدمی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس سے خیر و برکت لے کر آئے ہو ~~ہو لہذا~~ ہمارے آدمی کو دم کر دو، پھر وہ ایک آدمی کو لے کر آئے جو دیوانہ وآسیب زدہ تھا اور رسیوں میں جکڑا ہوا تھا، چنانچہ انھوں نے تین دن سورہ فاتحہ پڑھ کر اسے دم کیا اور۔ جب وہ سورہ فاتحہ پڑھ لیتے تو معمولی سی تھوک منہ میں جمع کر کے اس پر پھونک مار دیتے، تین دن کے بعد وہ آدمی ہشاش بشاش ہو گیا گویا جیسے قید سے آزاد ہو گیا ہو، البتہ ان کو۔ جب کچھ معاوضہ دیا گیا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور ساری باتیں بتلائیں، انہیں سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "كل فلعمري لمن أكل برقية باطل لقد أكلت برقية حق" (۳) میری زندگی کی قسم! کچھ وہ

(۱) تخریج: صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب وجوب قرأۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ (۸۷۵) سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الفاتحۃ (۲۹۵۳)، سنن النسائی، کتاب الافتتاح، باب ترک قرأۃ بسم اللہ الرحمن الرحیم (۹۰۹)

تحقیق: علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو سنن ترمذی ونسائی کی تحقیق میں "صحیح" کہا ہے۔

(۲) تخریج: صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن، باب فضل فاتحۃ الکتاب (۵۰۰۷) صحیح مسلم: کتاب السلام، باب جواز أخذ الأجرۃ علی الرقیۃ بالقرآن (۵۷۳۵)، سنن أبي داود، کتاب الاجارۃ، باب فی کسب الأطباء (۳۴۱۷)

(۳) تخریج: سنن ابی داود، کتاب الاجارۃ، باب فی کسب الأطباء (۳۴۲۰) واللفظ لہ، المستدرک للحاکم، کتاب فضائل القرآن (۲۰۵۵) ۱ / ۵۶۰، تحقیق: امام حاکم نے اس کو "صحیح" کہا ہے اور امام ذہبی نے موافقت کی ہے نیز علامہ البانی نے بھی سنن أبي داؤد کی تحقیق میں مذکورہ روایت کو "صحیح" کہا ہے۔

لوگ ہیں جو غلط دم کر کے کھاتے ہیں، لیکن تم نے صحیح دم کر کے کھایا ہے۔

سورۃ الفاتحہ کے فضائل سے متعلق وارد بعض ضعیف وموضوع روایات:

۱- "فاتحة الكتاب تعدل بثلثي القرآن" (۱) یعنی سورہ فاتحہ دو تہائی قرآن کے برابر ہے۔

۲- "إذا وضعت جنبك على الفراش وقرأت فاتحة الكتاب وقل هو الله أحد فقد آمنت من كل شيء إلا الموت". (۲)

یعنی: جب تم بستر پر اپنا پہلو رکھو اور سورہ فاتحہ و قل ھو اللہ اُحد پڑھ لو تو تم سوائے موت کے ہر چیز سے مامون ہو گئے۔

سورۃ البقرۃ کی فضیلت سے متعلق وارد بعض صحیح احادیث:

۱- رات میں سونے سے پہلے سورہ بقرہ کی آخری دو آیات پڑھنے والا ہر آفت سے محفوظ رہتا ہے: حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "من قرأ بالآيتين من آخر سورة البقرة في ليلة كفتاه" (۳)

یعنی: جس نے رات کے وقت (سونے سے پہلے) سورہ بقرہ کی آخری دو آیات پڑھ لیں وہ اس کے لیے کافی ہوں گی۔

۲- سورہ بقرہ کی تلاوت گھر کو جادو، آسیب اور شیطان مردود کے حملے سے محفوظ بنا دیتی ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لا تجعلوا بيوتكم مقابر، إن الشيطان ينفر من البيت الذي تقرأ فيه سورة البقرة" (۴) یعنی: اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ جس گھر میں سورہ بقرہ کی تلاوت کی جاتی ہے شیطان اس سے بھاگ جاتا ہے۔

۳- سونے سے پہلے آیۃ الکرسی پڑھنے والے کے لیے اللہ تعالی کی طرف سے ایک فرشتہ مقرر کیا جاتا ہے جو جنات

---

(۱) تخریج: مسند عبد بن حمید (۶۷۸) عن ابن عباس مرفوعا. تحقیق: علامه البانی نے اس روایت کو "ضعیف جدا" کہا ھے، کیوں که اس کی سند میں ابان ابن ابی عیاش راوی ھے جو "متروک ومتھم" ھے اور شھر بن حوشب ھے جو که "ضعیف" راوی ھے. (السلسلة الضعیفة: ۱۲/ ۳۸۸، (۵۶۲۹)

(۲) تخریج: مسند البزار: ۱۱/ ۱۶ اعن أنس مرفوعا، تحقیق: علامه البانی رحمه الله نے اس کو "ضعیف" کہا ھے، عنان بن عبید کی وجه سے جو که "ضعیف" راوی ھے. (الضعیفة: ۱۱/ ۱۰۴ (۵۰۶۲) اور امام ھیثمی نے بھی اس روایت کو "ضعیف" کہا ھے. (مجمع الزوائد (۱۰/ ۱۲۱)

(۳) تخریج: صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل سورة البقرة (۵۰۰۸-۵۰۰۹) صحیح مسلم: کتاب فضائل القرآن، باب خواتیم سورة البقرة (۱۸۷۸-۱۸۸۰) وسنن أبی داود، کتاب الصلاة، باب تخریب القرآن (۱۳۹۷)

(۴) تخریج: صحیح مسلم: کتاب صلاة المسافرین، باب استحباب صلاة النافلة، فی بیته ... الخ (۱۸۲۴) وسنن الترمذی، کتاب ثواب القرآن، باب ما جاء فی فضل سورة البقرة وآیة الکرسي (۲۸۷۷) ، تحقیق: علامه البانی رحمه الله نے مذکوره حدیث کو سنن الترمذی کی تحقیق میں "صحیح" قرار دیا ھے.

وشیاطین، چوری وڈاکہ اور دیگر نقصانات سے اس کی حفاظت کرتا ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے زکاۃ رمضان کی حفاظت کے لیے مقرر فرمایا تو رات کو ایک آنے والا آیا اور اس نے کھانے کی چیزیں بھرنا شروع کر دیں، میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کروں گا، پھر انھوں نے پورا واقعہ بیان کیا، آخر میں اس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں تمہیں ایسے کلمات سکھا دیتا ہوں جن سے اللہ تعالی تمہیں نفع دے گا، میں نے کہا کہ وہ کلمات کیا ہیں؟ کہنے لگا۔ جب بستر پر آؤ تو آیۃ الکرسی پڑھا کرو، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ ساری رات اللہ کی طرف سے ایک محافظ تمہاری حفاظت کرتا رہے گا اور صبح تک کوئی شیطان تمہارے قریب نہ آسکے گا، چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسے چھوڑ دیا اور صبح کو رسول ﷺ سے پورا واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا: "صدقك وهو كذوب، ذاك شيطان" (۱) یعنی: اس نے تم سے سچی بات کہی حالانکہ وہ خود جھوٹا ہے اور وہ شیطان تھا۔

۵- ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھنا جنت میں داخلے کا باعث ہے: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "من قرأ آية الكرسي دبر كل صلاة مكتوبة لم يمنعه من دخول الجنة إلا أن يموت" (۲) یعنی: جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھی اسے جنت میں داخل ہونے سے صرف موت نے روک رکھا ہے۔

سورۃ البقرۃ کی فضیلت سے متعلق وارد ایک موضوع روایت:

۱- "إن لكل شيء سناما وإن سنام القرآن سورة البقرة، من قرأها في بيته ليلا لم يدخله الشيطان ثلاث ليال ومن قرأها في بيته نهارا لم يدخله الشيطان ثلاثة أيام" (۳) یعنی: ہر چیز کی کوہان (سب سے بلند چیز) ہوتی ہے اور قرآن کی کوہان سورہ بقرہ ہے، جس شخص نے رات میں اس کی اپنے گھر میں تلاوت کی تو تین رات تک شیطان وہاں داخل نہیں ہوگا اور جس نے دن میں اسے پڑھا تو تین دن تک شیطان اس کے گھر میں داخل نہیں

(۱) تخریج: صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل سورۃ البقرۃ (۲۳۱۱– ۳۲۷۵– ۵۰۱۰) الفاظ حدیث ان ہی کے ہیں. سنن ترمذی: کتاب ثواب القرآن عن رسول اللہ ﷺ، باب ما جاء فی سورۃ البقرۃ وآیۃ الکرسی (۲۸۸۰)

(۲) تخریج: السنن الکبری للنسائی، کتاب عمل الیوم واللیلۃ، باب ثواب من قرأ آیۃ الکرسي دبر کل صلاۃ (۹۸۴۸) ۹/۴۴، المعجم الکبیر للطبرانی ۸/۱۱۴ (۷۵۳۲) تحقیق: علامہ البانی نے اس روایت کو "صحیح" کہا ہے. (صحیح الجامع الصغیر: ۲/۱۱۰۳ (۶۴۶۴)

(۳) تخریج: صحیح ابن حبان: کتاب الرقائق، باب قرأۃ القرآن (۳/۵۹ (۷۸۰) عن سہل بن سعد، تحقیق: علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو "ضعیف" قرار دیا ہے، کیونکہ اس کی سند میں خالد بن سعید "ضعیف" راوی ہے (الضعیفۃ: ۳/۵۲۵ (۱۳۴۹)، اور علامہ شعیب الأرنؤوط رحمہ اللہ نے بھی صحیح ابن حبان کی تحقیق میں اس روایت کو "ضعیف" کہا ہے.

ہوگا۔

سورۃ البقرۃ وآل عمران کی فضیلت سے متعلق وارد ایک حدیث:

۱-سورہ بقرہ وآل عمران روز قیامت اپنے پڑھنے والوں کی سفارش کریں گی: حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: **"اقرءوا القرآن فإنه يأتي يوم القيامة شفيعا لأصحابه، اقرءوا الزهراوين البقرة وسورة آل عمران، فإنهما يأتيان يوم القيامة كأنهما غمامتان أو كأنهما غيايتان أو كأنهما فرقان من طير صواف تحاجان عن أصحابهما، اقرءوا سورة البقرة فإن أخذها بركة وتركها حسرة ولا يستطيعها البطلة"** (۱) یعنی: قرآن پڑھا کرو کہ یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے لیے سفارش کرے گا (خصوصا) دو روشن سورتوں بقرہ وآل عمران کی تلاوت کیا کرو کہ یہ دونوں قیامت کے دن اس طرح آئیں گی جیسے دو بادل یا دو سائبان یا پرکھولے ہوئے اڑتے پرندوں کی دوٹولیاں ہیں، اپنے پڑھنے والوں کی یہ سفارش کریں گی، سورہ بقرہ (ضرور) پڑھا کرو اس کا پڑھنا باعث برکت ہے اور اس کا چھوڑنا باعث حسرت ہے اور جادوگر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

سورہ آل عمران کی فضیلت سے متعلق وارد بعض ضعیف وموضوع روایات:

۱- **"اسم الله الأعظم الذي إذا دعي به أجاب في هذه الآية من آل عمران: قل اللهم مالك الملك تؤتي الملك .... الخ"** (۲) یعنی: اللہ تعالی کا وہ اسم اعظم جس کے ساتھ اگر دعا کی جائے تو قبول ہوتی ہے اور وہ سورہ آل عمران کی مذکورہ آیت میں ہے۔

---

(۱) تخریج: صحيح مسلم، أبواب فضائل القرآن (۱۸۷۴) المستدرک للحاکم (۱/۷۳۶) (۲۰۷۱) تحقيق: علامه البانی رحمه الله نے اس حدیث کو "صحیح" کہا ہے. (صحيح الجامع الصغير ۱/۲۵۷ (۱۱۶۵)

(۲) تخریج: المعجم الكبير للطبرانی (۱۲۷۹۲) ۱۲/۱۳۳ عن ابن عباس مرفوعا، تحقيق: علامه البانی نے اس روایت کو "موضوع" کہا ہے، کیونکہ اس کی سند میں محمد بن زکریا الغلابی "وضاع" راوی ہے اور جعفر بن جسر بن فرقد باپ، بیٹے دونوں "ضعیف" ہیں. (الضعيفة: ۶/۲۹۰ (۲۷۷۲) بلکہ اسم اعظم سورہ بقرہ کی آیت: ۱۶۳ اور آل عمران کی آیت: ۱-۲میں ہے، حضرت اسماء بنت یزید رضی الله عنہا سے مروی ہے کہ الله کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اسم الله الأعظم في هاتين الآيتين: وإلهكم إله واحد لا إله إلا هو الرحمن الرحيم، وفاتحة سورة آل عمران: "الٓمٓ . الله لا إله إلا هو الحي القيوم" تخریج: سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب الدعاء (۱۴۹۶)، سنن الترمذی: (۳۴۷۶)، سنن ابن ماجه (۳۱۰۹) تحقيق: علامه البانی رحمه الله نے اس حدیث کو مذکورہ تینوں کتابوں کی تحقیق میں "حسن" کہا ہے.

۲- "من قرأ السورة التي يذكر فيها آل عمران يوم الجمعة صلى الله عليه وملائكته حتى تجب الشمس" (۱) یعنی: جس شخص نے جمعہ کے دن سورہ آل عمران کی تلاوت کی تو غروب آفتاب تک اللہ تعالیٰ اس پر رحمت نازل فرمائے گا اور فرشتے رحمت کی دعا کریں گے۔

سورہ ہود کی فضیلت سے متعلق وارد صحیح حدیث:

ا- سورہ ہود فکر آخرت پیدا کرنے والی سورت ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ تو بوڑھے ہوگئے ہیں تو آپ نے فرمایا: "شيبتني هود والواقعة والمرسلات وعم يتساءلون وإذا الشمس كورت" (۲) مجھے سورہ ہود، سورہ واقعہ، سورہ مرسلات، سورہ عمّ اور سورہ تکویر نے بوڑھا کر دیا ہے۔

سورہ ہود کی فضیلت سے متعلق وارد ایک ضعیف روایت:

ا- "اقرءوا سورة هود يوم الجمعة" (۳) یعنی: جمعہ کے دن سورہ ہود کی تلاوت کیا کرو۔

سورۃ الاسراء اور سورۃ الزمر کی فضیلت سے متعلق وارد ایک صحیح حدیث:

ا- رات میں سونے سے قبل سورہ بنی اسرائیل اور سورہ زمر کی تلاوت سنت رسول ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ "كان النبي صلى الله عليه وسلم لا ينام حتى يقرأ الزمر وبني إسرائيل" (۴) یعنی: نبی ﷺ اس وقت تک نہیں سوتے تھے جب تک سورہ بنی اسرائیل اور زمر کی تلاوت نہیں کر لیا کرتے تھے۔

(۱) تخریج: المعجم الکبیر للطبرانی (۱۱۰۰۲) ۱۱/۴۸ عن ابن عباس مرفوعا، تحقیق: علامہ البانی نے اس روایت کو "موضوع" قرار دیا ہے، کیونکہ اس کی سند میں محمد بن ماہان "مجہول" راوی ہے اور طلحہ بن زید "وضاع ومتروک" راوی ہے اور یزید بن سنان ابوفروہ الرہاوی "ضعیف" ہے۔ (الضعیفۃ (۴۱۵) ۱/۵۹۹)

(۲) تخریج: سنن الترمذی، أبواب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الواقعۃ (۳۲۹۷) والمستدرک للحاکم (۳۳۶۷) ۳/۸۲، تحقیق: علامہ البانی رحمہ اللہ نے مذکورہ روایت کو "صحیح" کہا ہے۔ (صحیح الجامع الصغیر: ۳۷۲۳)

(۳) تخریج: شعب الایمان للبیہقي (۲۲۱۴) ۴/۴۹۱، مسند الدارمي: (۳۴۴۶-۳۴۴۷) ۴/۲۱۴۱ عن کعب الأحبار مرسلا. تحقیق: مسندالدارمی کے محقق حسین اسد الدارانی نے اس روایت کو "ضعیف" کہا ہے، کیونکہ کعب الأحبار "مرسل" روایت کررہے ہیں. اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی مذکورہ وایت کو "ضعیف" کہا ہے. (ضعیف الجامع الصغیر: (۱۰۷۰)

(۴) تخریج: سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء فیمن یقرأ عند المنام (۳۴۰۵) وصحیح ابن خزیمۃ، کتاب الصلاۃ، باب: ۵۰۸ (۱۱۶۳) ۱/۷۵، المستدرک للحاکم، کتاب التفسیر، باب تفسیر سورۃ الزمر ۲/۵۴۴ (۳۶۲۵) تحقیق: علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو سنن الترمذی کی تحقیق میں "صحیح" کہا ہے.

سورِ مسبحات (یعنی سورہ بنی اسرائیل، الحدید، الحشر، الصّف، التغابن علیحدہ اور الاعلیٰ) کی فضیلت سے متعلق وارد ایک ضعیف روایت:

۱- رسول اللہ ﷺ سونے سے قبل مسبحات کی تلاوت فرمایا کرتے تھے: حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ سونے سے قبل مسبحات کی تلاوت فرمایا کرتے تھے اور ارشاد فرماتے: **"إن فيهن آية خير من ألف آية"** (۱) یعنی: ان میں ایک ایسی آیت ہے جو ہزار آیات سے بہتر ہے۔

سورۃ الکہف کی فضیلت سے متعلق وارد صحیح احادیث:

۱- سورہ کہف کی ابتدائی دس آیات حفظ کرنے والا شخص فتنہ دجال سے محفوظ رہے گا: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: **"من حفظ عشر آيات من أول سورة الكهف عصم من فتنة الدجال" وفي رواية "من آخر سورة الكهف"** (۲) یعنی: جس نے سورہ کہف کی ابتدائی دس آیات حفظ کرلیں اسے فتنہ دجال سے بچالیا جائے گا اور ایک روایت میں آخری آیات کا ذکر ہے۔

۲- بروز جمعہ سورہ کہف پڑھنے والے کے لیے یہ سورت باعث نور ہوگی: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: **"من قرأ سورة الكهف في يوم الجمعة أضاء له من النور ما بين الجمعتين"** (۳) یعنی: جو شخص جمعہ کے دن سورہ کہف کی تلاوت کرے تو یہ سورت دو جمعہ کے درمیان اس کے لیے نور کا باعث ہوگی۔

---

(۱) تخریج: سنن ابی داود، کتاب الأدب، باب ما یقال عند النوم (۵۰۵۷) سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء فی الدعاء إذا أوی الی فراشه (۳۴۰۶) وکتاب ثواب القرآن (۲۹۲۱) تحقیق: علامه البانی رحمه الله نے مذکوره روایت کو سنن ابی داود وترمذی کی تحقیق میں "ضعیف الاسناد" کہا ھے کیوں که اس کی سند میں بقیه بن الولید "مدلس" راوی هیں اور اس روایت میں ان سے تحدیث ثابت نهیں ھے.

(۲) تخریج: صحیح مسلم ، کتاب صلاة المسافرین، باب فضل سورة الکهف وآیة الکرسی (۱۸۸۳-۱۸۸۴) سنن ابی داود، کتاب الملاحم، باب خروج الدجال (۴۳۲۳)، المستدرک للحاکم، کتاب التفسیر، باب تفسیر سورة الکهف (۳۳۹۱) ۲/۴۶۳، تحقیق: علامه البانی رحمه الله فرماتے هیں: جس روایت میں "أول سورة الکهف" کا ذکر ھے وه تو بالکل "صحیح" ھے لیکن جس میں "آخر سورة الکهف" کا ذکر ھے وه "شاذ" ھے کیونکه شعبه اس کو روایت کرنے میں مضطرب هیں، جیساکه امام مسلم نے خود اشاره کیا ھے، لیکن "آخر الکهف" کی ایک شاهد روایت ھے جو ابوسعید الخدری سے مرفوعا مروی ھے (الضعیفة (۱۳۳۶) ۳/۵۰۹-۵۱۰)

(۳) تخریج: السنن الکبری للبیهقی، کتاب الجمعة ۳/۳۵۳ (۵۹۹۶)، المستدرک للحاکم، کتاب التفسیر، باب تفسیر سورة الکهف (۳۳۹۲) ۲/۴۶۳، تحقیق: علامه البانی رحمه الله نے مذکوره حدیث کو "صحیح" کها ھے. (صحیح الجامع الصغیر: ۶۴۷۰)

سورۃ الکہف کی فضیلت سے متعلق وارد ایک ضعیف روایت:

۱- "**ألا أخبركم بسورة ملأت عظمتها ما بين السماء والأرض؟ ولقارئها من الأجر مثل ذلك ومن قرأها غفر له ما بينه وبين الجمعة الأخرى وزيادة ثلاثة أيام؟ قالوا: بلى، قال: سورة الكهف**" (۱) یعنی: کیا میں تمہیں ایسی سورت نہ بتلاؤں جس کی عظمت نے آسمان وزمین کا درمیانی حصہ بھر رکھا ہے اور اس کے پڑھنے والے کے لیے بھی اتنا ہی اجر ہے اور جو اسے پڑھتا ہے اس کے اگلے جمعہ تک اور مزید تین دن کے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا، کیوں نہیں ضرور بتلائیے، تو آپ نے فرمایا: سورہ کہف۔

سورۃ السجدۃ والدھر کی فضیلت سے متعلق وارد صحیح احادیث:

۱- بروز جمعہ نماز فجر میں رسول اللہ ﷺ سورہ سجدہ ودھر کی تلاوت فرمایا کرتے تھے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ جمعہ کے دن نماز فجر میں "**الم تنزيل السجدة**" اور "**هل أتى على الإنسان**" (الدھر) کی قرأت فرمایا کرتے تھے۔(۲)

۲- نبی ﷺ سوتے وقت بھی سورہ سجدہ وسورۃ الملک کی تلاوت فرمایا کرتے تھے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: "**أن النبي ﷺ كان لا ينام حتى يقرأ "الم تنزيل السجدة" و "تبارك الذي بيده الملك**" (۳) یعنی: نبی ﷺ سورہ سجدہ وملک پڑھے بغیر نہیں سویا کرتے تھے۔

سورہ یٰس کی فضیلت سے متعلق وارد ضعیف وموضوع روایات:

نوٹ: سورہ یٰس کی فضیلت سے متعلق تمام روایات ''ضعیف یا موضوع'' ہیں۔

۱- "**إن لكل شيء قلبا وقلب القرآن يس**" (۴) یعنی: یقیناً ہر ایک چیز کا دل ہوتا ہے اور قرآن کریم کا دل

---

(۱) تخریج: مسند الفردوس للدیلمی: ۱/۲/۳۳۷، عن عائشة مرفوعا، تحقیق: علامه البانی رحمه الله نے مذکوره روایت کو "ضعیف جدا" کہا ہے، کیونکه اس کی سند میں عبدالرحمن بن هشام ہے جو که "غیر معروف" راوی ہے اور اس کے والد هشام بن عبد الله بن عکرمه المخزومی کے بارے میں امام ابن حبان رحمه الله فرماتے هیں که: هشام بن عروه سے روایت کرنے میں جب یه منفرد هو تو اس روایت کی کوئی اصل نهیں هوتی. (الضعیفة: (۲۴۸۲) ۵/۵۰۴.

(۲) تخریج: صحیح البخاری: کتاب الجمعة، باب ما یقرأ في صلاة الفجر یوم الجمعة (۸۹۱)، صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب ما یقرأ في یوم الجمعة (۲۰۳۱)، سنن ابی داود، کتاب الصلاة، باب ما یقرأ في صلاة الصبح یوم الجمعة (۱۰۷۴) وغیره.

(۳) تخریج: سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء فیمن یقرأ عند المنام (۳۴۰۴)، مسند احمد: ۱۱/۵۰۸ (۱۴۵۹۴)، تحقیق: علامه البانی رحمه الله نے سنن ترمذی کی تحقیق میں اس حدیث کو "صحیح" کہا ہے.

(۴) تخریج: سنن الترمذی: کتاب ثواب القرآن، باب ما جاء فی فضل یٰس (۲۸۸۷)، سنن الدارمی، ۲/۳۲۸ (۳۴۱۹) عن أنس مرفوعا، تحقیق: علامه البانی رحمه الله نے اس روایت کو "موضوع" کہا ہے، کیونکه اس کی سند میں حمید بن عبدالرحمن اور هارون ابو محمد دونوں "مجهول" راوی هیں اور مقاتل بن حیان اصل میں یه ابن سلیمان ہے جیسا که امام ابوحاتم نے صراحت کی ہے اور یه "کذاب وضاع" ہے. (الضعیفة: ۱/۳۱۳ (۱۶۹)

سورہ یٰسٓ ہے۔

۳- "ما من میت یموت فیقرأ عندہ یٰسٓ إلا هون الله علیه" (۱) یعنی: مرنے والے کے پاس سورہ یٰسٓ پڑھی جائے تو اللہ تعالیٰ اس پر موت کی سختی آسان فرما دیتا ہے۔

۴- "من قرأ یٰسٓ مرة فکأنما قرأ القرآن مرتین وفي روایة عشر مرات" (۲) یعنی: جس نے ایک مرتبہ سورہ یٰسٓ پڑھی گویا اس نے دو مرتبہ قرآن پڑھا اور ایک روایت میں دس مرتبہ پڑھنے کا ذکر ہے۔

سورۃ الدخان کی فضیلت سے متعلق وارد موضوع روایت:

۱- "من قرأ حم الدخان في لیلة الجمعة غفر له" (۳) یعنی: جس نے جمعہ کی رات "حم الدخان" کی تلاوت کی اسے بخش دیا جائے گا۔

سورۃ الرحمٰن کی فضیلت سے متعلق وارد ایک ضعیف روایت:

۱- "لکل شيء عروس وعروس القرآن الرحمن" (۴) یعنی: ہر چیز کی زیب و زینت ہوتی ہے اور قرآن کی زیب و زینت سورہ رحمٰن ہے۔

سورۃ الواقعہ اور سورۃ الملک کی فضیلت سے متعلق وارد ضعیف وموضوع روایات:

۱- "من قرأ سورة الواقعة في کل لیلة لم تصبه فاقة أبدا ومن قرأ کل لیلة لا أقسم بیوم

---

(۱) تخریج: مسند الفردوس للدیلمی (۶۰۹۹) ۳۲/۴ عن أبی الدرداء مرفوعا، تحقیق: اس روایت کو علامه البانی رحمه الله نے "موضوع" کها هے، "مروان بن سالم" کذاب وضاع کی وجه سے. (الضعیفة: (۵۲۱۹) ۱۱/۳۶۳.

(۲) تخریج: شعب الایمان للبیهقی (۲۲۳۸) ۵۱۱/۴ عن أبي هریرة وأبي سعید موقوفا، تحقیق: شعب الایمان کے محقق دکتور عبدالعلی حامد نے سوید بن ابو حاتم کے "ضعف" کی وجه سے اس روایت کو "ضعیف" کها هے.

(۳) تخریج: سنن الترمذی (۲۸۸۹) عن أبي هریرة مرفوعا، تفسیر الواحدی ۴۶/۴ عن ابی کعب مرفوعا، تحقیق: علامه البانی رحمه الله نے اس روایت کو "موضوع" کها هے، کیونکه اس کی سند میں سلام بن سلیم الطویل "متروک ومتهم بالوضع" راوی هے اور هارون بن کثیر "مجهول" هے. (الضعیفة (۴۶۳۲) ۱۵۰/۱۰، اور ترمذی کی سند میں هشام ابو المقدام "ضعیف" راوی هے.

(۴) تخریج: الجامع لشعب الایمان للبیهقی (۲۲۶۵) ۵۳۴/۴-۵۳۵، عن علی مرفوعا، تحقیق: شعب الایمان کے محقق دکتور عبدالعلی حامد نے اس روایت کو "ضعیف" کها هے، اور علامه البانی نے اس کو "منکر" کها هے، کیونکه اس کی سند میں احمد بن حسن "منکر الحدیث" اور علی بن حسین "ضعیف" راوی هے. (الضعیفة: (۱۳۵۰) ۵۲۶/۳).

القیامة لقی الله یوم القیامة ووجهه في صورة القمر لیلة البدر" (۱) یعنی: جس نے ہررات سورہ واقعہ کی تلاوت کی اسے کبھی فاقہ نہیں پہنچے گا اور جس نے ہررات "لا أقسم بیوم القیامة" کی تلاوت کی وہ قیامت کے دن اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کا چہرہ چودہویں کے چاند کی طرح چمک رہا ہوگا۔

۲- "علموا نسائکم سورة الواقعة، فانها سورة الغنی" (۲) یعنی: اپنی عورتوں کو سورہ واقعہ سکھاؤ یقیناً یہ تونگری ومالداری کی سورت ہے۔

سورۃ الحشر کی فضیلت سے متعلق وارد ضعیف ومنکر روایات:

۱- "اسم الله الأعظم في ست آیات من آخر سورة الحشر" (۳) یعنی: اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم سورہ حشر کی آخری چھ آیات میں ہے۔

۲- "من قرأ خواتیم الحشر من لیل أو نهار، فقبض في ذلك الیوم أو اللیلة فقد أوجب الجنة" (۴) یعنی: جس نے رات یا دن میں سورہ حشر کی آخری آیات تلاوت کی پھر وہ اسی دن یا رات فوت ہوا تو اس نے جنت واجب کر لی۔

سورۃ الملک کی فضیلت سے متعلق وارد صحیح وحسن احادیث:

۱- سورہ ملک قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے لیے سفارش کرے گی: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے

---

(۱) تخریج: الفوائد المجموعة للشوکانی (۸۰۵) ۱/ ۲۶۲، ذیل الأحادیث الموضوعة للسیوطي (۲۷۷) عن ابن عباس مرفوعا وشعب الایمان للبیهقی (۲۲۶۸-۲۲۶۹) ۴/ ۵۳۸، عمل الیوم واللیلة لابن السنی (۶۷۴) عن ابن مسعود مرفوعا، تحقیق: علامه البانی رحمه الله نے ابن عباس سے مروی روایت کو "موضوع" کہا ہے، کیونکہ اس کی سند میں احمد بن عمر الیمامی "کذاب" راوی ہے، اور ابن مسعود سے مروی روایت کو "ضعیف" کہا ہے، کیونکہ اس کی سند میں ابوشجاع، أبو الأحوص اور أبوطیبه "غیر معروف ومجهول" راوی ہیں اور عباس بن الفضل البصری "ضعیف" راوی ہے. (الضعیفة: ۱/ ۴۵۷-۴۵۸ (۲۸۹-۲۹۰)

(۲) تخریج: مسند الفردوس للدیلمی (۴۰۰۵) ۳/ ۱۰، عن انس بن مالک مرفوعا، تحقیق: علامه البانی رحمه الله نے مذکورہ روایت کو "ضعیف" کہا ہے کیونکه اس کی سند میں حضرت انس رضی الله عنه کے علاوہ سارے رواۃ "مجهول وغیر معروف" ہیں. (الضعیفة: (۳۸۸۰) ۸/ ۳۳۷)

(۳) تخریج، مسند الفردوس للدیلمی (۱۶۸۲) ۱/ ۴۱۶ عن ابن عباس مرفوعا، تحقیق: علامه البانی رحمه الله نے مذکورہ روایت کی سند میں یحییٰ بن ثعلبه راوی کے "ضعف" کی وجه سے اس روایت کو "ضعیف" کہا ہے. (الضعیفة (۲۷۷۳) ۶/ ۲۹۱)

(۴) تخریج: الکامل لابن عدی ۱/ ۱۶۷ وتاریخ بغداد للخطیب ۱۲/ ۴۴۴ عن أبي أمامة مرفوعا، تحقیق: علامه البانی رحمه الله نے اس روایت کو "ضعیف جدا" کہا ہے کیونکه اس کی سند میں ابو عثمان سلیم بن عثمان الفوزی ہے جو "متهم واه" راوی ہے اور وہ روایت کرنے میں "منفرد" بھی ہے. (الضعیفة ۱۰/ ۱۴۹ (۴۶۳۱)

روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "إن سورة في القرآن ثلاثون آية شفعت لصاحبها حتى غفر له: تبارك الذي بيده الملك" (۱) یعنی: قرآن مجید میں تیس آیات پر مشتمل ایک سورت ہے جو اپنے ساتھی کی سفارش کرے گی حتی کہ اسے بخش دیا جائے گا اور وہ سورہ "تبارك الذي بيده الملك" ہے۔

۲- سورہ ملک کی روزانہ تلاوت عذاب قبر سے محفوظ رکھے گی: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سورہ ملک عذاب قبر سے رکاوٹ ہے۔(۲)

سورۃ الکافرون کی فضیلت سے متعلق وارد صحیح وحسن احادیث:

۱- سورہ کافرون شرک سے بچانے والی سورت ہے: حضرت فروہ بن نوفل بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسی چیز سکھلایئے جو میں اپنے بستر پر لیٹتے وقت پڑھوں تو آپ ﷺ نے فرمایا: "إقرأ قل يا أيها الكافرون، فإنها براءة من الشرك" (۳) یعنی: "قل يا أيها الكافرون" پڑھا کرو، یقیناً یہ شرک سے براءت کا ذریعہ ہے۔

۲- سورہ کافرون اور معوذتین پڑھ کر دم کرنا موذی جانور کے کاٹنے کا بہترین علاج ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ دوران نماز نبی اکرم ﷺ کو ایک بچھو نے ڈنک ماردی، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: "لعن الله العقرب لا تدع مصليا ولا غيره" (۴) اللہ تعالی بچھو پر لعنت کرے نہ نمازی کو چھوڑتا ہے اور نہ ہی غیر نمازی کو، پھر آپ نے پانی اور نمک منگوایا اور (دونوں کو ملا کر زخم پر) ملا اور ساتھ ہی سورہ کافرون، سورہ فلق اور سورہ ناس پڑھ کر دم کیا۔

(۱) تخریج: سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب فی عدد الآی (۱۴۰۰)، سنن الترمذی، کتاب ثواب القرآن، باب ما جاء فی سورة الملک (۲۸۹۱)، سنن ابن ماجه، کتاب الأدب، باب ثواب القرآن (۳۷۸۶) الفاظ حدیث ان ہی کے ہیں، تحقیق علامہ البانی رحمہ اللہ نے مذکورہ کتابوں کی تحقیق میں اس روایت کو "صحیح" کہا ہے.

(۲) تخریج: المستدرک للحاکم (۳۸۳۹) ۲/۶۲۱، مسند عبدالرزاق (۶۰۲۵) ۳/۳۷۹، المعجم الکبیر للطبرانی (۸۶۵۱) ۹/۱۴۰، تحقیق: علامہ البانی رحمہ اللہ نے سلسلة الأحادیث الصحیحة (۱۱۴۰) ۳/۱۳۱ میں اس روایت کو "حسن" کہا ہے.

(۳) تخریج: سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء فیمن یقرأ عند المنام (۳۴۰۳) وسنن ابی داود، أبواب النوم، باب ما یقال عند النوم (۵۰۵۵)، صحیح ابن حبان، کتاب الزینة والتطییب، باب آداب النوم، (۵۵۲۶) ۱۲/۳۳۵، تحقیق: علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو سنن أبی داود والترمذی کی تحقیق میں "صحیح" کہا ہے.

(۴) تخریج المعجم الأوسط للطبرانی ۶/۹۰ (۵۸۹۰) المصنف لابن ابی شیبة ۵/۴۳ (۲۳۵۴۳)، تحقیق: علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو "صحیح" کہا ہے. (السلسلة الصحیحة (۵۴۸) ۲/۸۹)

سورہ اخلاص اور معوذتین کی فضیلت سے متعلق وارد صحیح وحسن احادیث:

۱-سورہ اخلاص ایک تہائی قرآن کے برابر ہے: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا: "أيعجز أحدكم أن يقرأ ثلث القرآن في ليلة"؟ کیا تمہارے لیے ممکن نہیں کہ روزانہ رات کے وقت ایک تہائی قرآن پڑھ لیا کرو؟ صحابہ کرام کو یہ کام بہت دشوار محسوس ہوا چنانچہ انھوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کون اس بات کی طاقت رکھتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: "الله الواحد الصمد، ثلث القرآن" یعنی "الله الواحد الصمد" (والی سورت یعنی سورہ اخلاص) ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔(۱)

۲-سورہ اخلاص سے محبت اور کثرت سے اس کی تلاوت جنت میں داخلے کا ذریعہ ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں ایک انصاری صحابی کا ہر رکعت میں باقاعدگی کے ساتھ سورہ اخلاص کی تلاوت کرنے کا ذکر ہے چنانچہ جب ان سے اس کے بارے میں دریافت کیا گیا تو کہا کہ اے اللہ کے رسول! بیشک مجھے اس سورت سے محبت ہے تو آپ نے فرمایا: "حبك إياها أدخلك الجنة" (۲) اس سورت کی محبت تمہیں جنت میں لے جائے گی۔

۳-سورہ اخلاص اور معوذتین کو صبح وشام تین تین مرتبہ پڑھنا ہر آفت ومصیبت سے نجات کا ذریعہ ہے: حضرت خبیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''کہو'' تو میں نے عرض کیا کہ کیا کہوں؟ تو آپ نے فرمایا: "قل هو الله أحد والمعوذتين حين تمسي وتصبح ثلاث مرات، تكفيك من كل شيء" (۳) یعنی "قل هو الله أحد" اور معوذتين صبح وشام تین تین مرتبہ پڑھو، یہ ہر مصیبت وتکلیف سے بچنے کے لیے کافی ہوں گی۔

۴-جنات اور نظر بد سے بچاؤ کے لیے معوذتین سے بڑھ کر مؤثر کوئی دعا نہیں: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جنات اور انسانوں کی نظر (بد) سے پناہ مانگا کرتے تھے لیکن جب معوذتین نازل ہوئیں تو آپ نے باقی تمام دعائیں ترک کر دیں اور معوذتین کے ساتھ دم کرنا شروع کر دیا۔(۴)

۵-ہر نماز کے بعد معوذات (سورہ اخلاص فلق اور ناس) پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے: حضرت عقبہ بن عامر سے مروی

---

(۱) تخریج: صحيح البخاری، كتاب فضائل القرآن، باب فضل قل هو الله أحد (۵۰۱۵)، صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين (۱۸۸۶) سنن الترمذی، كتاب ثواب القرآن، باب ما جاء في سورة الإخلاص (۲۸۹۶)

(۲) تخریج: صحيح البخاری، كتاب الأذان، باب الجمع بين السورتين فی ركعة (۷۷۴-۷۷۵) صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين (۱۸۹۰) سنن الترمذی، كتاب ثواب القرآن، باب ما جاء في سورة الإخلاص (۲۹۰۱).

(۳) تخریج: سنن ابی داود، أبواب النوم، باب فی التسبيح عند النوم (۵۰۸۲) سنن النسائی، كتاب الاستعاذة (۵۴۲۸)، سنن الترمذی، كتاب الدعوات (۳۵۷۵) تحقيق: اس روایت کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے مذکورہ کتابوں کی تحقیق میں ''حسن'' کہا ہے.

(۴) تخریج: سنن الترمذی، ابواب الطب، باب ما جاء فی الرقية بالمعوذتين (۲۰۵۸) سنن ابن ماجه، كتاب الطب، باب من استرقى بالعين (۳۵۱۱)، تحقيق: اس روایت کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے مذکورہ کتابوں کی تحقیق میں ''صحیح'' کہا ہے.

ہے کہ "أمرني رسول الله ﷺ أن أقرأ بالمعوذات في دبر كل صلاة" (۱) یعنی: رسول اللہ ﷺ نے مجھے ہر نماز کے بعد معوذات پڑھنے کا حکم دیا۔

۶- سوتے وقت معوذات سورتوں کا پڑھنا مسنون عمل ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ہر رات۔ جب بستر پر آرام فرما ہوتے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو ملا کر سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھ کر ان پر پھونکتے اور پھر دونوں ہتھیلیوں کو جہاں تک ممکن ہوتا اپنے جسم پر پھیرتے تھے، پہلے سر اور چہرہ اور سامنے کے بدن پر ہاتھ پھیرتے اور آپ یہ عمل تین مرتبہ کرتے۔ (۲)

سورۃ الاخلاص اور معوذتین کی فضیلت سے متعلق وارد ضعیف وموضوع روایات:

۱- "من صلى الصبح ثم قرأ قل هو الله أحد مائة مرة قبل أن يتكلم فكلما قرأ قل هو الله أحد غفر له ذنب سنة" (۳) جس نے فجر کی نماز ادا کی پھر گفتگو کرنے سے پہلے سو مرتبہ سورہ اخلاص پڑھی تو۔ جب وہ قل ھو اللہ أحد پڑھے گا اس کے ایک سال کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔

۲- من قرأ بعد صلاة الجمعة قل هو الله أحد وقل أعوذ برب الفلق وقل أعوذ برب الناس سبع مرات أجاره الله بها من السوء إلى الجمعة الأخرى" (۴) جس نے نماز جمعہ کے بعد سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس سات مرتبہ تلاوت کی، اللہ تعالی اسے اگلے جمعہ تک برائی سے بچالے گا۔

گزشتہ صفحات میں بعض سور قرآن کے فضائل سے متعلق وارد احادیث کا اختصار کے ساتھ تحقیقی طور پر جائزہ لیا گیا ہے، اور ان مرویات کی استنادی حیثیت کو حتی الامکان واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ صحیح وضعیف اور مقبول ومردود روایات کے درمیان تمیز کر کے اس کے مطابق عمل کیا جا سکے۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس کی توفیق دے، آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين۔

☆☆☆

---

(۱) تخریج: سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب فی الاستغفار (۱۵۲۳) وسنن الترمذی کتاب ثواب القرآن، باب ما جاء فی المعوذتین (۲۹۰۳)، تحقیق: علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو مذکورہ کتب کی تحقیق میں "صحیح" کہا ہے.

(۲) تخریج: صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل المعوذات (۵۰۱۷) صحیح ابن حبان، باب آداب النوم (۵۵۴۴) ۱۲/۳۵۳، سنن ابی داود، کتاب الأدب، باب ما یقال عند النوم (۵۰۵۶) سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء فیمن یقرأ عند المنام (۳۴۰۲)

(۳) تخریج: المعجم الکبیر للطبرانی (۲۳۲) ۲۲/۹۶، والمستدرک للحاکم (۲۴۲۷) ۳/۵۷۰ عن اسماء بنت واثلہ بن الاسقع عن أبیہ مرفوعا، تحقیق: علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو "موضوع" کہا ہے، کیونکہ اس کی سند میں محمد بن عبد الرحمن المقاتلی القشیری "متروک وکذاب" راوی ہے. (الضعیفۃ (۴۰۵) ۱/۵۸۳)

(۴) تخریج: عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی (۳۶۹) عن عائشۃ مرفوعا: تحقیق: علامہ البانی رحمہ اللہ نے مذکورہ روایت کو "ضعیف" کہا ہے، کیونکہ اس کی سند میں خلیل بن مرہ "ضعیف" راوی ہے. (الضعیفۃ (۴۱۲۹) ۹/۱۳۲)

خصائص اسماء فرقاں

اسماء قرآن کریم اوران کی خصوصیات

اسداللہ ابوطالب
کلیۃ الحدیث /سال اول

اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم کتاب کو کئی رفیع الشان ناموں سے موسوم کیا ہے اور متعدد اعلیٰ صفات سے متصف ٹھہرایا ہے۔یہ اسماء وصفات قرآن کے شرف اوراس کے مقام ومنزلت کے اعتبار سے پورے قرآن کریم کے عین مطابق اوراس کے شایان شان ہیں، کیونکہ اسماء وصفات کی کثرت موسوم اور موصوف کے شرف پر دلالت کرتی ہے۔قرآن کریم کے یہ اسماء اللہ تعالیٰ ہی کے عطا کردہ ہیں جنہیں محبین قرآن نے غور وفکر کر کے ڈھونڈ نکالا،لیکن علماء کے مابین تعداد کے بارے میں خاصا اختلاف پایا جاتا ہے، چنانچہ علامہ زرکشی رحمہ اللہ نے کہا کہ قرآن کریم کے ۹۰/سے زائد اسماء ہیں لیکن انہوں نے صرف ۵۵/اسماء قرآن کا ذکر کیا ہے۔(۱)اورامام سیوطی رحمہ اللہ نے بھی قرآن کریم کے ۵۵/اسماء کوشمار کیا ہے۔(۲) جبکہ شیخ صالح البلیھی نے اپنی کتاب ''الھدی والبیان'' میں ۴۶/اسماء کو بیان کر کے ثابت کیا کہ یہ تمام کے تمام قرآن کریم کے اسماء ہیں۔(۳)

محمد بن یعقوب اسماء قرآن کے مختلف ہونے کی حکمت بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ: جیسے شیر کی بہادری اور قیامت کی ہولناکی کے سبب ان کے اسماء متعدد ہیں،اسی طرح قرآن کے شرف ومنزلت،عظمت ورفعت اور علومرتبت کی وجہ سے اس کے نام بھی مختلف اور متعدد ہیں۔''(۴)

لہٰذا ذیل میں ہم قرآن کریم کے چند اسماء اوران کی خصوصیات پیش کرتے ہیں۔

(۱)القرآن:

﴿شهر رمضان الذي أنزل فيه القرآن ﴾(۵) ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا۔اور ایک دوسری

---

(۱)البرهان في علوم القرآن،ج۱،ص:۲۸۲،دراسات في علوم القرآن،ص:۲۸
(۲)الاتقان في علوم القرآن،ج۱.
(۳)الهدى والبيان في أسماء القرآن،ص:۴۳
(۴)دراسات في علوم القرآن،ص:۲۸ بحواله: بصائر ذوي التمييز للفيروز آبادي
(۵)سورہ بقرہ:۱۸۵

جگہ ہے: ﴿إن هذا القرآن يهدي للتي هي أقوم ويبشر المؤمنين الذين يعملون الصالحات أن لهم أجرا كبيرا﴾(۱) یقیناً یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو بہت ہی سیدھا ہے اور ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں اس بات کی خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔

قرآن واضح اور روشن عربی زبان میں اترا، اس کی حفاظت وصیانت کا اس قدر اہتمام کیا گیا کہ یہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گیا، جو لوگ اس کو بازیچہ اطفال بنانے کے درپے تھے اور اس میں تحریف کرنے کے خواہاں تھے وہ مایوس ہو کر رہ گئے، اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم کو نہ تو باقی کتابوں کی طرح صرف لکھ کر محفوظ کیا گیا اور نہ صرف حفظ کے ذریعہ بلکہ کتابت کے ساتھ ساتھ تواتر اسناد بھی اس کے حصہ میں آئی، مزید برآں تواتر اسناد کے پہلو بہ پہلو اس کی نقل وروایت میں بھی انتہائی امانت ودیانت کو ملحوظ رکھا گیا۔(۲)

ڈاکٹر محمد عبداللہ دراز رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ قرآن کا نام قرآن اس لیے پڑا کہ اس کی زبان کے ذریعہ تلاوت کی جاتی ہے۔(۳)

(۲) الفرقان:

قرآن کریم کے ناموں میں سے "فرقان" بھی ہے، قرآن کریم میں ارشاد ہے ﴿تبارك الذي نزل الفرقان على عبده ليكون للعالمين نذيرا﴾(۴) وہ ذات بڑی بابرکت ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان (قرآن) نازل کیا تاکہ وہ جہان والوں کے لیے ڈرانے والا بنے۔

فرقان کی وجہ تسمیہ:

قرآن کریم کو اس لیے "فرقان" کہا گیا ہے کہ یہ تقریباً ۲۳ سال کے عرصے میں متفرق طور پر نازل ہوا جبکہ باقی کتب الٰہیہ اپنے اپنے وقت میں یکبارگی نازل ہوئیں، یا قرآن کو اس لیے فرقان سے موسوم کیا گیا کہ یہ حق وباطل، حلال وحرام، مجمل ومفصل، خیر وشر، ہدایت وگمراہی، رشد وبے راہ روی، خوش بختی وبدبختی، مومن وکافر، سچے وجھوٹے اور عدل وانصاف کرنے والوں کے درمیان فرق اور امتیاز کرنے والا ہے یا بقول عکرمہ وسدی رحمہما اللہ اس لیے اس کا نام "فرقان" رکھا گیا کہ اس میں گمراہیوں کے اندھیروں سے نجات ہے اور ان کا استدلال اس آیت کریمہ سے ہے ﴿وإذ آتينا

---

(۱) سورہ اسراء:۹ (۲) علوم القرآن لصبحی (اردو ترجمہ) ص:۳۷

(۳) النبأ العظیم ۱۲-۱۳ بحوالہ دراسات فی علوم القرآن ص:۳۶

(۴) سورہ فرقان:۱

موسى الكتب والفرقان لعلكم تهتدون ﴾(۱)اور جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب اور فرقان (حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والا قانون) دیا تا کہ تم ہدایت پاؤ۔

بہر حال خواہ کوئی بھی سبب ہو یہ معانی کا تنوع ہے جو صریح طور پر قرآن کریم کی عظمت اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی رفیع الشان منزلت اور نہایت بلند شان و شوکت پر دلالت کرتا ہے۔

(۳)الکتاب:

قرآن کریم کا ایک نام ''الکتاب'' ہے، یہ نام رکھ کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اس کو سطور میں جمع کیا گیا ہے کیونکہ کتابت، حروف جمع کرنے اور الفاظ کے لکھنے کو کہتے ہیں۔(۲)

ڈاکٹر محمد عبداللہ دراز لکھتے ہیں کہ اس کا نام کتاب اس لیے پڑا کہ اسے قلم کے ذریعہ لکھا جاتا ہے۔(۳)

اللہ رب العالمین نے متعدد مقامات پر قرآن کریم کو ''الکتاب'' کے نام سے موسوم کیا ہے ﴿الم، ذلك الكتب لا ريب فيه ﴾(۴)الم، اس کتاب (کے اللہ کی کتاب ہونے) میں کوئی شک نہیں اور ایک جگہ یوں ارشاد ہے ﴿الحمد لله الذي أنزل على عبده الكتب ولم يجعل له عوجا ﴾(۵)تمام تعریفیں اسی اللہ کے لیے سزاوار ہیں جس نے اپنے بندے پر کتاب (قرآن) اتارا اور اس میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔

(۴)البرھان:

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز کی ایک آیت میں قرآن کریم کا نام ''البرھان'' رکھا ہے ﴿يا أيها الذين آمنوا قد جاءكم برهان من ربكم ﴾(۶)اے لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس ایک دلیل آ گئی ہے۔

یہ خطاب عام ہے جس میں تمام اہل مذاہب یہود و نصاریٰ اور مشرکین وغیرہ شامل ہیں، بے شک اللہ نے اس قرآن عظیم کے ذریعہ سے ان پر ایسی حجت قائم کر دی ہے جو ان کے منسوخ ادیان کے باطل ہونے کا ثبوت مہیا کرتی ہے جن پر وہ قائم ہیں۔

جو شخص بھی قرآن کریم کے سہل اور واضح دلائل دیکھتا ہے اس کا دل اور اس کی عقل ان دلائل سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے، پھر وہ ان قرآنی دلائل کا موازنہ ان دلائل و براہین اور قیاسات کے ساتھ کرتا ہے جنہیں انسانی عقلوں نے وجود بخشا

(۱)سورہ بقرہ:۵۳ (۲)علوم القرآن، دکتور صبحی صالح (اردو ترجمہ)ص:۳۷
(۳)النبأ العظيم بحوالہ دراسات فی علوم القرآن ص:۱۸
(۴)سورہ بقرہ:۱—۲ (۵)سورہ کہف:۱ (۶)سورہ نساء:۱۷۴

اورموزوں قرار دیا، جوشخص بھی اس عمل سے گزرے گا وہ قرآنی براہین کے سہل اورواضح ہونے کا ادراک کرلے گا۔(۱)

امام شوکانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ تنہا قرآن عظیم ہی رسالت کے دعوے میں رسول کی سچائی کے لیے برہان کے طور پر کافی ہے۔(۲)

(۵)الذکر:

قرآن کریم کا ایک نام ''الذکر'' بھی ہے ﴿**وهذا ذكر مبارك أنزلناه**﴾(۳)اور یہ نصیحت وبرکت والا قرآن بھی ہم ہی نے نازل فرمایا ہے۔

''الذکر'' خالص عربی لفظ ہے جس کے معنی عظمت وشرافت کے ہیں، قرآن میں ہے ﴿**لقد أنزلنا إليكم كتابا فيه ذكركم**﴾(۴)یقیناً ہم نے تمہاری جانب کتاب نازل فرمائی ہے جس میں تمہارے لیے ذکر ہے۔اوراسی طرح قرآن کریم کوسراپا نصیحت قرار دیتے ہوئے رب العالمین نے ارشاد فرمایا ﴿**فذكر بالقرآن من يخاف وعيد**﴾(۵)لہٰذا آپ اس قرآن کے ذریعہ سے اس شخص کونصیحت کرتے رہیں جو میری وعید سے ڈرتا ہے۔

(۶)التنزیل

قرآن کریم کا ایک نام ''التنزیل'' بھی ہے، قرآن کریم میں فرمایا ﴿**وإنه لتنزيل رب العالمين**﴾(۶)اور بے شک وشبہ یہ (قرآن) رب العالمین کا نازل فرمایا ہوا ہے۔اس نام سے قرآن کریم کا وحی ہونا اورآنحضور ﷺ کے قلب مبارک پرنازل ہونا بھی معلوم ہوتا ہے۔(۷)

حافظ صلاح الدین یوسف اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالی نے انبیاء علیہم السلام کے واقعات بیان کرکے یہ واضح کیا کہ یہ قرآن یقیناً وحی الٰہی ہے اور محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں، کیونکہ اگرایسا نہ ہوتا تو پیغمبر جونہ پڑھ سکتا ہے نہ لکھ سکتا ہے گزشتہ انبیاء اورقوموں کے واقعات کس طرح بیان کرسکتا تھا؟ اس لیے یہ قرآن یقیناً اللہ رب العالمین ہی کی طرف سے نازل کردہ ہے جسے ایک امانت دار فرشتہ یعنی جبرئیل علیہ السلام لے کرآئے۔(۸)

---

(۱)قرآن کی عظمتیں اوراس کے معجزے، ص:۱۲۶

(۲)فتح القدیر:۱/۵۴۲ (۳)سورہ انبیاء:۵۰

(۴)سورہ انبیاء:۱۰ (۵)سورہ ق:۴۵

(۶)سورہ شعراء:۱۹۲ (۷)علوم القرآن، ڈاکٹر صبحی صالح (ترجمہ اردو)ص:۳۴

(۸)احسن البیان:۱۰۳۸

(۷) الحق

قرآن کریم کا ایک نام ''الحق'' ہے ﴿وإنه لحق اليقين﴾ (۱) اور بے شک یہ حق الیقین ہے۔

امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کے اللہ تعالی کی طرف سے برحق ہونے کی وجہ سے اس کے قریب کوئی شک پھٹکتا ہے نہ اس کے بارے میں کوئی شک وشبہ پیدا ہوتا ہے۔(۲)

ڈاکٹر صالح بن ابراہیم البلیہی لکھتے ہیں کہ اللہ، اس کے رسول اور قرآن سب کے سب حق ہیں اور حق ہی اتباع کا زیادہ حق دار بھی ہے، کیونکہ حق کے بعد گمراہی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے، لہذا. جب قرآن حق ہے اور حق کے ساتھ نازل بھی ہوا نیز اسی کا حکم دیتا ہے اور اسی کی طرف بلاتا بھی ہے تو اس پر ایمان لانا وا. جب اور اس کے احکام پر عمل کرنا ضروری ہے۔(۳)

(۸) الروح:

قرآن کریم کا نام ''الروح'' بھی ہے۔ ارشاد ربانی ہے ﴿وكذلك أوحينا إليك روحا من أمرنا﴾ (۴) اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے ایک روح (قرآن) وحی کی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن کریم پوری انسانیت کے لئے روح اور زندگی ہے، انسانیت کو غرور اور جہالت نے موت کے گھاٹ اتار دیا، گھن نے اس کے اعضاء کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور مہلک امراض اس میں سرایت کر گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انسانیت انحطاط پذیر ہوگئی، اس کے قدم لڑکھڑا گئے اور یہ پستی میں گرتی چلی گئی۔ ایسے حالات میں قرآن کریم ہی ہے جو زندگی اور شادابی کی دستاویز ہے۔ اللہ رب العزت نے روح کا نام دیا ہے، یعنی دھڑکتی ہوئی متحرک، زندہ و درخشندہ روح، اس کے بغیر مریض انسانیت کو صحت حاصل ہو سکتی ہے نہ پاکیزہ زندگی۔(۵)

قرآن کریم ایک ایسی روح ہے جو مردہ دلوں کو ایسی زندگی بخشتی ہے جیسے بنجر زمین کو موسلا دھار بارش، قرآن ویران دلوں کو آباد کرتا ہے جس کی وجہ سے تیرگی کے بادل چھٹ کر دل روشن اور منور ہو جاتا ہے۔(۶)

ابوسعود رحمہ اللہ، اللہ کے فرمان ﴿روحا﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد قرآن کریم ہی ہے کیونکہ وہ

---

(۱) سورہ حاقة:۵۱ (۲) فتح القدیر:۵/۳۷۲
(۳) الهدى والبيان فى أسماء القرآن:ص ۱۵٦
(٤) سورہ شوری:۵۲ (۵) الهدى والبيان فى أسماء القرآن:۲۷٤-۲۷۵
(٦) الهدى والبيان فى أسماء القرآن:۲۷٤

دلوں کے لیے وہی درجہ رکھتا ہے جوجسموں میں روح کا ہےاور قرآن دلوں کوابدی زندگی عطا کرتا ہے۔(۱)

(۹)الموعظہ:

قرآن کریم کا ایک نام ''الموعظہ'' بھی ہے ﴿**یا أیها الناس قد جاءتکم موعظة من ربکم**﴾اے لوگو!یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے(قرآن)نصیحت آ گئی ہے۔(۲)

قرآن کریم میں ایسے قیمتی پند ونصائح ہیں کہ جوشخص اسے پڑھے اوراس کے معنی سمجھے وہ ان سے نصیحت حاصل کر لیتا ہے۔(۳)

قرآن کریم درحقیقت ایک بلیغ نصیحت ہے کیونکہ نصیحت فرمانے والے اللہ جل جلالہ،اسے لانے والے جبرئیل علیہ السلام اوراسے املا کرانے والے حضرت محمد ﷺ ہیں۔لہٰذا یہ کیونکرممکن ہے کہ اس کتاب مقدس کی نصیحتیں موثر نہ ہوں۔(۴)

(۱۰)احسن الحدیث:

قرآن کریم کا ایک نام یہ بھی ہے ﴿**الله نزل أحسن الحدیث**﴾(۵)اللہ نے بہترین کلام نازل کیا۔علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا نام احسن الحدیث اس لیے رکھا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ اسے لوگوں کے روبرو بیان فرمایا کرتے تھےاوراس میں سے جوکچھ آپ پر نازل ہوتا تھااس کی خبر دیا کرتے تھے۔(۶)

قرآن کریم کے مطلقاً ''احسن الحدیث'' یعنی بہترین کلام اورتمام سابقہ آسمانی کتابوں میں سب سے بہتر کتاب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے الفاظ فصاحت وبلاغت میں بےنظیر ہیں،اس کے معانی ومفاہیم انتہائی جلیل القدراور کثیر ہیں اور یہ بےحدفیض رساں کتاب ہے،یہی وہ حقیقت ہے جوقرآن کریم کے انتہائی رفیع الشان اور باعظمت کتاب ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

اب ہم سب پرواجب ہے کہ جب ہم قرآن کریم کی تلاوت کریں اوراس کے معانی پرغورکریں تو ہم ان اسماء اور امتیازی علامات پربھی نگاہ ڈالیں اور جن آیتوں میں یہ سب اسماء ہماری نظروں سے گزریں ان کا دیرتک بغورمطالعہ کریں۔تاکہ ہم حتی المقدوران اسماء کے مفاہیم کی گہرائی تک پہنچ سکیں،اگرچہ ان کی وسعت کا ادراک انسانی عقل وحواس سے باہر ہے،کیونکہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کراس کلام کو جاننے والی کوئی ذات نہیں ہے۔ ☆☆☆

---

(۱)تفسیر ابوسعود:۸/۳۸،بحوالہ قرآن کی عظمتیں اوراس کے معجزے،ص:۱۲۶

(۲)سورہ یونس:۵۷ (۳)فتح القدیر:۲/۴۵۳

(۴)قرآن کی عظمتیں اوراس کے معجزے،ص:۱۳۹ (۵)سورہ زمر:۲۳ (۶)فتح القدیر:۴/۵۹۹

علوم الحدیث

یہ آرزو ہے ہر اک گھر میں ان کی شمع جلے
ہر اک ایاغ میں صہبائے مصطفیٰ ہی ڈھلے
(عبدالوہاب حجازی)

معیار مہر درخشاں

عہد صحابہ میں ردو قبولیت حدیث کا معیار

حمدان رفیق رفیق احمد
فضیلت سال آخر

مذہب اسلام کی بنیاد کتاب و سنت پر ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ رب العالمین نے لے لی ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ﴿إنا نحن نزلنا الذكر و إنا له لحافظون﴾ (۱) یعنی ہم نے ذکر کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ البتہ احادیث کی حفاظت کے لیے مختلف طریقے اپناتے ہوئے ایسے افراد پیدا کیے جنھوں نے اس مبارک شے کی حفاظت کے لیے شب و روز کی تفریق مٹا دی اور آپ ﷺ کی احادیث کو من و عن امت تک پہنچانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اس مبارک اور عظیم سلسلے کی پہلی کڑی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے جنھوں نے احادیث رسول کی پوری حفاظت و صیانت کے ساتھ ایسے اصول و قوانین اور قواعد و ضوابط وضع فرمائے جو آگے چل کر سنگ میل کی حیثیت قرار پائے اور خود انہیں وضع کردہ منظم قوانین کے تحت احادیث کو آنے والے لوگوں تک منتقل کیا۔

چونکہ صحابہ کرام اس کی اہمیت و مرتبے سے بخوبی واقف تھے اور یہ آیت کریمہ بھی ان کے سامنے تھی ﴿لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة﴾ (۲) اس لیے ہر طرح کی افراط و تفریط سے بچ بچا کر بڑے احتیاط سے کام لیتے تھے۔

تحمل فی الروایۃ:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تجارت اور دیگر پیشوں کے ساتھ ساتھ دربار نبوی میں دین سیکھنے کے لیے حاضری بھی دیتے تھے لیکن تمام صحابہ کا بیک وقت آپ ﷺ کے پاس ہونا ایک مشکل امر تھا لہٰذا انھوں نے اس مسئلہ کا حل یہ نکالا کہ دین سیکھنے کے لیے آپس میں باری مقرر کر لی جس رو سے ہر ایک اپنی باری پر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتا اور جو کچھ آپ ﷺ سے صادر ہوتا اسے ذہن نشین کر کے اپنے ساتھی کو آگاہ کرتا۔ پھر بتدریج یہی روزمرہ کا معمول ہو گیا جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے انصاری پڑوسی امیہ بن زید کی بستی میں رہتے تھے جو کہ مدینہ سے کچھ ہی باہر تھی، ہم دونوں باری باری آپ ﷺ کی مجلس میں حاضری دیتے تھے، جس دن میں حاضر ہوتا تو اس دن کی باتیں اپنے ہمسایہ کو سناتا تھا اور جس دن وہ حاضر ہوتے تو وہ مجھے سناتے تھے۔ (۳)

(۱) سورہ حجر: ۹۔ (۲) سورہ احزاب: ۲۱۔
(۳) صحیح بخاری، کتاب العلم، باب التناوب فی العلم، رقم الحدیث: ۸۹۔

عام حالات میں اخذ وقبول روایت کا یہی ضابطہ معروف ومشہور تھا، فرد واحد کی روایت سنی جاتی اور قبول کی جاتی تھی۔
تاہم بعض اوقات فرد واحد کی روایت کو قبول نہ کیا جاتا اور اس کے لیے تائید عوامل یا روایات تلاش کی جاتیں۔ مثال کے طور پر روایت استیذان، جس میں یہ بات ذکر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا، جب وہ دروازے پر پہنچے تو تین مرتبہ سلام کیا لیکن جواب نہ ملنے پر واپس چلے گئے اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ کس چیز نے آپ کو ہمارے پاس آنے سے روکا تو ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ کے پاس آیا اور تین بار سلام کیا لیکن جواب نہ ملا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "إذا استأذن أحدكم ثلاثا فلا يؤذن له فليرجع" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس پر گواہ لاؤ ورنہ کوڑے لگاؤں گا تو اس پر حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے گواہی دی۔(۱)
طلب اسناد: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف سبائیوں نے فتنہ کھڑا کیا اور اس فتنہ کو ہوا دینے کے لیے جھوٹی احادیث کا سہارا لیا جس سے صحابہ کرام روایت حدیث میں مزید محتاط ہو گئے اور اس سلسلے میں تین چیزوں کو مدنظر رکھا۔
پہلی چیز یہ کہ صرف اس شخص کی روایت قبول کی جاتی جس کو صحابہ کرام بخوبی جانتے تھے۔ چنانچہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دور تھا جب لوگ ''قال رسول اللہ'' کہتے تو ہماری نظریں فوراً اس کی جانب اٹھ جاتیں اور ہم گوش برآواز ہو جاتے لیکن جب لوگ ہر طرح کی حدیثیں بیان کرنے لگے تو ہم صرف انہیں کی حدیثیں سنتے جنہیں ہم جانتے تھے۔(۲)
گویا صحابہ کرام ناواقف شخص کی روایت قبول کرنے میں احتیاط کرتے تھے۔
دوسری چیز یہ کہ معاشرے میں صرف معمول بہ اور معروف روایات ہی بیان کی جاتی تھیں جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: "حدثوا الناس بما يعرفون أتحبون أن يكذب الله ورسوله" (۳) یعنی لوگوں سے ایسی باتیں بیان کرو جسے وہ جانتے ہوں کیا تم پسند کرو گے کہ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلایا جائے۔
تیسری چیز یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب روایات پر اس وقت تک اعتماد نہ کیا جاتا جب تک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور آپ کے شاگرد اس کی تصدیق نہ کرتے، اس لیے کہ شیعیت کا فتنہ کوفہ سے اٹھا تو یہ لوگ اپنے مسلک کی تقویت کی خاطر جھوٹی روایات گھڑتے اور انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دیتے تھے، چنانچہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "لم يكن يصدق على علي في الحديث عنه إلا من أصحاب عبد الله بن مسعود" (۴)

---

(۱) صحیح مسلم، باب الاستیذان، رقم الحدیث: ۵۷۵۱۔
(۲) مقدمہ صحیح مسلم، باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء والاحتیاط فی تحملہا: ۲۱۔
(۳) صحیح بخاری، کتاب العلم، باب من خص بالعلم قوم دون قوم کراہیۃ ان لا یفہموا، رقم الحدیث: ۱۲۷۔
(۴) مقدمہ صحیح مسلم، باب النہی عن الروایۃ من الضعفاء والاحتیاط فی تحملہا، رقم الحدیث: ۲۵۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منسوب اسی روایت کو قبول کیا جاتا جس کی تصدیق عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی کرتے تھے۔

ابن سیرین رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ لوگ اسناد کے متعلق سوال نہیں کرتے تھے لیکن . جب فتنہ رونما ہوا تو کہنے لگے کہ رجال بیان کرو تو اگر راوی اہل سنت میں سے ہوتا تو حدیث قبول کر لیتے اور اگر اہل بدعت میں سے ہوتا تو رد کر دیتے۔(۱)

روایت حدیث میں احتیاط:

صحابہ کرام روایت حدیث میں بھی حد درجہ احتیاط سے کام لیتے تھے، ان کے کمال احتیاط کا عالم یہ تھا کہ اگر کسی لفظ کے معنی میں ادنی سا فرق ہوتا اور اس میں شک ہوتا تو اس کو بھی بیان کر دیتے، اسی طرح اگر کوئی بات کسی صحابی کے حوالے سے سنتے تو اس کو بھی واضح کر دیتے مثلاً حضرت انس رضی اللہ عنہ ایک موقع پر فرماتے ہیں: "ومعنا عكازه أو عصا" (۲) ادنی سے فرق کے ساتھ دونوں کے معنی لاٹھی کے ہیں لیکن احتیاطاً "أو" کے ساتھ دونوں لفظوں کو بیان کر دیا۔(۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا حدیث روایت کرنے میں احتیاط کا یہ عالم تھا کہ میقات احرام کے متعلق صرف ایک جملہ آنحضرت ﷺ سے خود نہ سن سکے بلکہ دوسروں کے حوالے سے سنا تو حدیث بیان کرتے وقت واضح طور پر اس کا اظہار کیا۔یعنی انھوں نے غایت درجے کا احتیاط کرتے ہوئے فرمایا کہ حدیث میقات کی پوری تفصیل تو خود میری سنی ہوئی ہے لیکن اہل یمن کے میقات کا ٹکڑا میں نے دوسروں سے سنا۔الغرض انھوں نے کمال احتیاط کے ساتھ اس کی نسبت ان دیگر اصحاب کی طرف کر کے روایت کیا۔

حدیث کو لینے میں صحابہ کرام کا احتیاط:

انبیاء علیہم السلام کے بعد انسانیت کا بہترین طبقہ وہ ہے جسے ہم صحابہ کرام کے نام سے یاد کرتے ہیں۔صحابہ کرام نہ صرف امت محمدیہ بلکہ عام انسانوں میں بھی سب سے اعلی اور افضل سیرت وکردار کے حامل اور بلند مرتبہ پر فائز تھے۔

ان تمام صفات کے باوجود صحابہ کرام احادیث کی تعلیم واشاعت اور قبول وبیان میں بڑے احتیاط سے کام لیتے تھے، تاکہ کسی بھی طرح آپ ﷺ کی جانب کوئی ایسی بات منسوب نہ ہو جو کہ رسالت نبوی سے صادر نہ ہوئی ہو، چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "انه يمنعني أن أحدثكم حديثا كثيرا أن رسول الله ﷺ قال من

(۱) مقدمہ صحیح مسلم، باب فی الاسناد من الدین، رقم الحدیث: ۲۷۔
(۲) صحیح بخاری، کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ الی الحربۃ، رقم الحدیث: ۵۰۰۔
(۳) صیانۃ الحدیث، از مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری، ص: ۱۳۲۔

تعمد علي كذبا فليتبوأ مقعده من النار"۔ (۱)

مجھے بکثرت حدیث بیان کرنے سے جو چیز روکتی ہے وہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جس نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ منسوب کیا وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنالے۔ صحابہ کرام کا یہ کمال احتیاط صرف حدیث کی روایت ہی سے متعلق نہ تھا بلکہ وہ حدیث قبول کرنے میں بھی اسی طرح محتاط رویہ اختیار کرتے تھے۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ حدیث کو لینے میں اس قدر محتاط تھے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ باقی سب راویان حدیث سے قسم کھلا کر ہی ان کی حدیث کو قبول کرتے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ حضرت علی سے بیان کرتے ہیں: "فإذا حلف صدقته" کہ جب راوی حدیث قسم کھا لیتا کہ میں نے نبی ﷺ سے اس طرح سنا ہے اور یاد رکھا ہے تو ایسی تصدیق شدہ حدیث کو قبول کر لیتے تھے۔ (۲)

اسی طرح امام ذہبی رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے: "وهو الذي سن للمحدثين التثبت في النقل وربما كان يتوقف في خبر الواحد إذا ارتاب" (۳) یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے احادیث کے ضبط وحفظ اور روایت کے کمال ثبوت کا اس درجہ لحاظ رکھا کہ تمام محدثین کے لیے آپ کا یہ طرز عمل ایک بہترین نمونہ بن گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تذکرے میں یہ واقعہ بھی ہمیں نظر آتا ہے کہ بسا اوقات آپ حدیث سن کر صحابی کی تائید وتصدیق کا انتظار فرماتے،۔ جب اطمینان بخش طریقہ پر ثبوت مل جاتا تو کمال شرح صدر کے ساتھ اس کو تسلیم کر لیتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ صحابہ کرام سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص کسی حاملہ کے حمل کو ضرب پہنچا کر ساقط کر دے تو اس پر دیت ہے یا نہیں؟ اگر کسی کو اس مسئلہ کے بارے میں حدیث نبوی یاد ہو تو پیش کرے، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "قضى فيه رسول الله ﷺ بغرة" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر مزید شہادت طلب کی چنانچہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے گواہی دی کہ "أن رسول الله قضى به"۔ (۴)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اہتمام اس بنا پر تھا کہ وہ چاہتے تھے کہ حدیث نبوی من وعن ان تک پہنچے۔ دوسرے صحابی کی شہادت اس لیے طلب کرتے تھے تاکہ حدیث میں کمی وبیشی کا امکان نہ رہے۔ (۵)

---

(۱) مقدمہ مسلم، باب في التحذير من الكذب على رسول الله ﷺ، رقم الحدیث (۳)۔

(۲) فتح المغیث ص: ۲۶۶۔

(۳) تذکرۃ الحفاظ، ص: ۶۔

(۴) تذکرۃ الحفاظ، ص ۸، حجۃ اللہ البالغۃ، ص ۱۴۱۔

(۵) صیانۃ الحدیث عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری، ص ۱۲۲۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے احادیث کی روایت میں جس قدر اہتمام ضبط وحفظ کا معاملہ کیا اس کا اثر صحابہ کرام پر یہ ہوا کہ بکثرت روایتیں محتاط لوگوں نے ہی بیان کیں، چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے شہادت دی کہ "أكثرهم حديثا" ابو ہریرہ سب سے زیادہ حدیث بیان کرنے والے تھے۔

مگر اس قدر کثرت سے روایتیں بیان کرنے کے ساتھ ساتھ وہ حفظ وضبط احادیث کے معاملہ میں از حد محتاط تھے، حضرت امام شافعی اور امام اعمش رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے زمانے کے تمام راویان حدیث کے مقابلے میں احادیث کے حفظ وضبط میں سب سے بڑھ کر تھے۔

ان تمام باتوں سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حدیث کو اخذ کرنے اور بیان کرنے میں کس قدر محتاط تھے تاکہ صحیح اور ضعیف حدیث کا اختلاط نہ ہو اور یہ امانت صحیح طریقے سے امت تک پہنچ جائے۔

آخر میں اللہ رب العالمین سے دعا ہے کہ وہ ہمیں صحیح اور ضعیف احادیث کے درمیان تمیز کرنے اور اسی کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ ☆☆☆

منہج سلف صالحین

جب ہم کہتے ہیں سلف صالحین کا منہج اور طریقہ، اس سے مراد کوئی خاص فرد، جماعت یا گروہ نہیں بلکہ ہر وہ شخص جو مسائل میں صحیح دلیل کی پیروی کرے، خیر القرون، صحابہ کرام اور تابعین کا احترام کرے اور ان کے نقش قدم پر چلے۔ یہ سلف صالحین کا منہج ہے۔ یہ کسی مخصوص شخص یا گروہ کا ٹائٹل نہیں۔ مشہور ائمہ کرام امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالی، ہر ایک نے اسی کی تاکید کی کہ۔ جب کبھی صحیح حدیث مل جائے تو سمجھو کہ میری رائے اور فیصلہ بھی وہی ہے۔ ان بزرگوں نے ہمیشہ اپنے شاگردوں کو کتاب اللہ اور سنت مطہرہ کے مطابق مسائل حل کرنے اور زندگی بسر کرنے کی تاکید کی۔ اور یہ قاعدہ چند مخصوص مسائل کی حد تک محدود نہیں بلکہ زندگی کے تمام معاملات میں یہی اسلوب ہونا چاہیے۔ (علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ)

احساس حاجت زماں

دور حاضر میں تحقیق وتخریج کی اہمیت وضرورت

میزان الرحمٰن بن محمد سلیمان
کلیۃ الحدیث رسال اول

جب دشمنان اسلام نے اس دین کو گدلا کرنے کی کوشش کی اور اس دین کی ایک اہم بنیاد یعنی احادیث نبویہ میں ملاوٹ شروع کردی تو اللہ تعالی نے ایسے علماء کو پیدا کیا جنھوں نے اس دین کی حفاظت کے لیے تن من دھن کی بازی لگا دی اور دشمنان اسلام کو منہ توڑ جواب دیا، اور اس دین کی حفاظت کے لیے بہت سارے علوم وفنون ایجاد کیے جن میں سے ایک اہم فن ''فن تخریج وتحقیق'' ہے جس نے احادیث مبارکہ کو ایک خصوصی امتیاز دیا اور احادیث صحیحہ کو احادیث ضعیفہ سے الگ کر دیا۔ ہم نیچے اسی فن اور اس کی اہمیت وضرورت پر مختصر گفتگو کریں گے:

تخریج کی لغوی تعریف:

لفظ ''تخریج''، مشتق ہے "خرج" سے جو کہ خروج کے معنی میں ہے، اس کی ضد دخول آتی ہے اور ہر چیز کا خارج اس کا ظاہر ہوتا ہے، کہا جاتا ہے "خرجت خوارج فلان" جب کہ انسان کی شرافت اور نجابت ظاہر ہو جائے، اسی قبیل سے اللہ تعالی کا یہ قول ہے: "كزرع أخرج شطأه" (۱) (اس کھیتی کی طرح جس نے اپنی بالی ظاہر کی) (۲)۔

اصطلاحی تعریف:

محدث کا ایک یا چند احادیث کو کسی خاص کتاب (مصادر اصلیہ) سے منتخب کر لینا اور ان احادیث کو ان مستند کتابوں کی طرف منسوب کرنا، ساتھ ہی ساتھ ان پر صحت وضعف کے اعتبار سے حکم لگانا۔ (۳)

فن تخریج کی ابتداء:

اس کی شروعات سب سے پہلے امام ترمذی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۹ھ) نے کی لیکن فنی شکل میں نہیں۔ ہم ان کی کتاب ''جامع الترمذی'' کا مطالعہ کر کے پتہ کر سکتے ہیں کہ وہ ہر باب میں کہتے ہیں: "وفي الباب عن فلان عن فلان" یہی

(۱) سورۃ الفتح سورہ نمبر ۴۸ آیت نمبر ۲۶۔ (۲) لسان العرب: (۲/۲۴۹)
(۳) تحفۃ التخریج ص ۱۶۔

تخریج ہے،لیکن اسے بحیثیت فن سب سے پہلے امام بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ) نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔(۱)

فن تخریج کی ضرورت کیوں پڑی؟

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین احادیث نبویہ کو بالمشافہ آپ ﷺ سے بیان کرتے تھے،اس کے بعد تابعین عظام نے بھی اس عمل کو اپنایا پھر مرور زمانہ کے ساتھ فنون کی کثرت ہوگئی اور ہرفن میں کتابیں لکھی جانے لگیں مثلاً فن تفسیر،فن لغت،فن ادب وغیرہ۔ان کتابوں کے مؤلفین نے احادیث مبارکہ سے اپنے موقف کے لیے استدلال کیا،اس بات سے قطع نظر کہ وہ احادیث صحیح بھی ہیں یاضعیف تھیں؟ علماء ومحدثین کوایک ایسے فن کی ضرورت محسوس ہوئی کہ جس کے ذریعہ صحیح وضعیف اورمقبول ومردود روایات کے درمیان تمیز کیا جاسکے،چنانچہ انھوں نے بعض مخصوص قواعدوضوابط کے ذریعہ فن تخریج وتحقیق کی بنیادرکھی۔(۲)

تخریج متقدمین کے نزدیک:

اس میں کوئی شک نہیں کہ فن تخریج ہراس شخص کے لیےضروری ہے جوعلوم شرعیہ سے اشتغال رکھتا ہے بلکہ بسااوقات یہ واجب ہوجاتا ہے،اس لیے کہ جوعلوم شرعیہ سے اشتغال رکھتا ہےاس کے لیےاس کےقواعدوضوابط کا جاننا ضروری ہے۔

برابرعلماء وباحثین کرام قدیم زمانے میں ان قواعد کی طرف حاجت مند ہوتے تھےجن کو ہم''قواعدتخریج'' کے نام سے موسوم کرتے ہیں،متقدمین محدثین کرام کاعلمی مبلغ وعلمی معیار بہت ہی بلند تھا،احادیث کے سلسلے میں وسیع الاطلاع تھے اورمصادر اصلیہ سے ان کا وثیق رابطہ تھا، جب وہ کسی حدیث سے استدلال کرنا چاہتے تھےتوان کے لیےمصادراصلیہ تک پہنچنامشکل نہیں ہوتا تھا،اس لیےان کے نزدیک تحقیق وتخریج کی اتنی اہمیت نہیں تھی جتنا کہ دورحاضر میں ہے،کیوں کہ انہیں حدیث کومصادراصلیہ سے تلاش کرنے اورڈھونڈنے میں وقت نہیں لگتا تھااور جوبھی حدیث وہ کسی کتاب میں پڑھتے تھےاس کی انہیں مکمل معرفت ہوتی تھی اوروہ اس کی اصل حقیقت کوجانتے اورسمجھتے تھے۔

دورحاضرمیں تخریج کی اہمیت وضرورت:

بلاشبہ علم تخریج ایک ایسااہم فن ہے جس کی ضرورت علماء ومحدثین کے یہاں ہردورمیں رہی ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے احادیث کوجس طرح اپنے سینوں میں محفوظ کیااسی طرح حدیث کوقلم وقرطاس کے ساتھ بھی محفوظ کیااوراپنے تلامذہ کوبھی احادیث کومدون کرنے کی تلقین کی جس سے احادیث کاایک بہت بڑا مجموعہ ذخیرۂ کتب میں محفوظ ہوگیا،لیکن جوں جوں وقت گذرنے لگا احادیث سے تعلق میں کمزوری آنے لگی، دنیا کی مشغولیت اورمعیشت کے مسائل نے اپنے پنجے گاڑ

(۱) تحفۃ الخریج ص ۱۸۔ (۲) أصول التخریج،مقدمہ،ص ۱۳ کا خلاصہ۔

دیئے تو کچھ ایسے جہابذہ علماء پیدا ہوئے جنھوں نے روایات کی تخریج کی اور ایسی عمدہ کتابیں تصنیف کیں کہ بعد میں آنے والوں کے لیے آسانی ہوسکے، دور حاضر میں اس کی اشد ضرورت ہے۔ جب کہ لوگوں کا رجحان صحیح اور تحقیق شدہ روایات پرعمل کرنا بن چکا ہے اور بے سند اور ضعیف روایات سے لوگ کنارہ کش ہورہے ہیں لہٰذا ضروری ہے کہ اس فن کو عوام کے مابین عام کیا جائے تاکہ وہ ضعیف روایات سے زیادہ سے زیادہ بچ سکیں (۱)۔تن آسانی کے اس دور میں طلبۃ العلم کتب حدیث اور علوم حدیث سے اکثر ناواقف اور احادیث نبویہ ﷺ کے مخارج ومصادر اصلیہ سے ناآشنا ہیں۔مرور زمانہ کے ساتھ اگر کتب حدیث کی کثرت اور طلبہ علم کی یونہی آرام پرستی رہی تو خدشہ ہے کہ یہ علم مٹ جائے۔حتی کہ کسی حدیث کے بارے میں پوچھا جائے تو کوئی رہنمائی کرنے والا نہ مل سکے لہٰذا ضرورت اس بات کی متقاضی ہے کہ اس فن کو سیکھا جائے۔(۲)

دور حاضر میں تخریج کی اہمیت وضرورت درج ذیل نکات سے مزید واضح ہوجاتی ہے، کیوں کہ ہم جس دور میں ہیں اس میں بدعت کا رواج عام ہے، سنت صحیحہ سے انحراف ہے، فکر میں کجی وتعصب ہے، تصانیف غیر صحیحہ کی کثرت ہے، جس میں احادیث ضعیفہ بلکہ موضوعہ سے استدلال کرکے شریعت مطہرہ اور دین کے پاکیزہ چہرہ کو بگاڑ کر رکھ دیا ہے، جس کی وجہ سے اسلامی احاطہ میں رہ کر بھی غیر اسلامی رسومات وبدعات، خرافات ومجازفات کو انجام دیتے رہے ہیں۔

اس موقع پر قائدین سنت اور محافظین دین کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس دین کی حفاظت ونگہداشت کریں اور اس کے لیے سب سے بہترین ہتھیار واسلحہ تخریج وتحقیق ہے، جو اہل بدعت کو منہ توڑ جواب دے سکتا ہے۔

دور حاضر میں جہاں فنون کی کثرت اور تعلیم وتعلم کا بول بالا ہے، چاہے انٹرنیٹ ہو یا کمپیوٹر، آڈیو ہو یا ویڈیو، ٹیلی ویژن ہو یا ریڈیو ہر جگہ احادیث نبویہ ﷺ کی نشرواشاعت زوروں پر ہے، کرچہ وہ صحیح ہو یا ضعیف، پھر احادیث کو شوسل میڈیا پر عام کرنے میں جو سب سے بڑا ہتھیار ہے وہ ہے ویب سائٹس، نیٹ پر ایسے ایسے ویب سائٹس ہیں جن پر احادیث ضعیفہ بلکہ موضوعہ تک کی ترویج وتشہیر ہورہی ہے، ان سب کو روکنے کے لیے علماء امت کے لیے خاص طور پر باحثین کے لیے ضروری ہے کہ احادیث کی تحقیق وتخریج کو رواج دیں۔(۳)

دور حاضر میں تحقیق وتخریج کی اہمیت وضرورت کی چند وجوہات:

تخریج دور حاضر ودور قدیم کے اہم ترین علوم وفنون میں سے ہے اور اس فن کا شعور ہر شخص کے پاس حسب

(۱) اصول تخریج (اردو) از: عزیر یونس المدنی، ص ۸ مقدمہ کتاب۔

(۲) اصول التخریج، مقدمہ، ص ۱۹۔ (۱) تحریک منہاج القرآن، مقدمہ۔

استطاعت ہونا ضروری ہے، لیکن ہم جس دور میں ہیں وہ بہت ہی نازک ادوار میں شمار ہوتا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ ہم اس نازک دور میں اس فن کو سیکھنے کی بھرپور کوشش کریں، یہ فن متعدد وجوہات واسباب سے اہمیت وضرورت کا حامل ہوجاتا ہے اور حسب وقت بھی اس کی اہمیت وضرورت بڑھ جاتی ہے، انہیں اسباب میں سے چند اسباب کو ذیل میں بیان کیا جارہا ہے:

۱- دورحاضر میں احادیث صحیحہ کو پیش کرنا اوراحادیث ضعیفہ کے فروغ کو روکنا ایک بڑا چیلنج بن چکا ہے لہٰذا اہم تمام کے لیے ضروری ہے کہ اس فن کی ضرورت واہمیت کو سمجھیں اوراس فن کو ترویج دیں۔

۲- دورحاضر میں ہرعلم وفن شباب پر ہے چاہے انٹرنیٹ ہو یا شوسل میڈیا، ہرجگہ حدیثوں کا چرچہ ہے خواہ وہ صحیح ہوں یا ضعیف، اس لیے احادیث سے شغف رکھنے والوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس فن کو ہرجگہ ترویج دیں۔ یہ ذمہ داری ہم طالبان علوم نبوت پر عائد ہوتی ہے کہ ہم دین کی صحیح روشنی سے لوگوں کو منور کریں اور یہ احادیث کی تحقیق وتخریج کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔

۳- یہ دور اہل بدعت کی بدعتوں اور دشمنان اسلام کی یلغاروں سے بھرا پڑا ہے، جنھوں نے اسلام کی اصل شبیہ کو بگاڑ کررکھ دیا ہے اورانھوں نے اس میں احادیث ضعیفہ سے بھرپور مدد لی ہے لہٰذا علوم نبوت کے سیکھنے والوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ دین کی اصل شبیہ کو پیش کریں اورایسا کرنا تحقیق وتخریج کو ہتھیار بنائے بغیر ممکن نہیں ہے۔

۴-لوگوں کے اندر دینی تعلیم کی رغبت پیدا ہورہی ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ صحیح تعلیم وتعلم ہو نہیں پارہا ہے، ہرادارہ یہی رونا روتا ہے کہ اس میں تعلیمی انحطاط ہے لہٰذا ایسے نازک وقت میں انتظامیہ مدارس، اساتذۂ حدیث اورطلبہ کے لیے انتہائی ضروری ہے کہ وہ اس فن کی طرف توجہ دیں، اس کو سیکھیں، سکھائیں اوررواج دیں۔

۵- دورحاضر میں احادیث کے نام پر بعض پیشہ ورمقررین وخطباء اپنا اپنا کام چلارہے ہیں، انہیں اس کا بھی علم نہیں ہوتا ہے کہ احادیث نبویہ ﷺ کو بیان کرنے کا طریقہ وضابطہ کیا ہے، آیا وہ احادیث صحیح بھی ہیں یا نہیں لہٰذا اسی ضرورت کو دیکھتے ہوئے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ یہ فن ان کے لیے انتہائی ضروری اوراہمیت کا حامل ہے۔

اللہ رب العالمین سے دعا ہے کہ ہمیں کتاب وسنت کا سچا خادم بنانے کے ساتھ ساتھ تحقیق وتخریج کی اہمیت جاننے، سمجھنے اوراس میں مہارت اوراس کی حفاظت کرنے کی توفیق عطا فرما، آمین۔

☆☆☆

عقائد

حیات و دولت و عزت تمام ہے بیکار
اگر تو کہہ نہ سکے لا الہ الا اللہ
(اقبال)

متاع عزوشاں

عقائد سے متعلق
علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی چند اہم تصانیف کا تعارف

آفتاب احمد شیخ وکیل احمد
کلیۃ الشریعہ/سال اول

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا شمار علماء کبار میں ہوتا ہے۔ آپ ساتویں صدی ہجری کے امام تسلیم کیے گئے اور شیخ الاسلام کے لقب سے ملقب ہوئے۔ آپ مجدد، محقق، محدث، مجتہد، مصلح، فقیہ اور مجاہد فی سبیل اللہ تھے۔

آپ نے اپنے زمانے کے اکثر علوم وفنون کو سیکھا۔ آپ علم حدیث، تفسیر، فقہ، اصول، تاریخ، نحو، صرف، حساب، منطق، فلسفہ ہر ایک پر دسترس رکھتے تھے۔ آپ نے بہت ساری کتابیں تصنیف فرمائیں۔ چوں کہ آپ کے زمانے میں عقائد کی خرابیاں زیادہ تھیں اس لیے آپ نے عقائد کی طرف سب سے زیادہ توجہ دی۔ ذیل میں مختصراً آپ کی زندگی اور عقائد کے متعلق آپ کی تصانیف کا تعارف پیش کیا جارہا ہے۔

آپ کا نام احمد تقی الدین ابوالعباس بن الشیخ شہاب الدین ابوالمحاسن عبدالحلیم بن الشیخ مجد الدین ابوالبرکات عبدالسلام بن ابومحمد عبداللہ بن ابوالقاسم الخضر بن محمد بن الخضر بن علی بن عبداللہ ہے۔ یہ خاندان ابن تیمیہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔(۱)

آپ کی پیدائش ۱۰/ربیع الاول ۶۶۱ھ کو سوموار کے دن شہر حران میں ہوئی، (۲). جب آپ ۷/سال کے ہوئے تو تاتاریوں نے اس بستی پر حملہ کر دیا جس کی وجہ سے لوگ وہاں سے ہجرت کر گئے، ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا خاندان بھی ہجرت کر کے دمشق چلا گیا۔(۳) وہیں سے آپ نے مختلف علوم وفنون سیکھا۔

آپ کی وفات ۲۰/ذی القعدہ ۷۲۸ھ میں سوموار کے دن ہوئی۔(۴)

عقائد کے متعلق آپ کی چند اہم تصانیف درج ذیل ہیں:

---

(۱) ابن تیمیہ حیاتہ وعصرہ، آراءہ وفقھہ ص:۱۷
(۲) شیخ الإسلام ابن تیمیہ محدثاً ص:۴۰-۳۹
(۳) ابن تیمیہ حیاتہ وعصرہ، آراءہ وفقھہ ص:۱۷
(٤) البدایۃ والنہایۃ ج۱۸ ص:۲۹۶-۲۹۵

(۱)اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفة أصحاب الجحیم (۲)الفرقان بین أولیاء الرحمن وأولیاء الشیطان (۳)العقیدة الواسطیة (٤)کتاب الإیمان (٥)الرسالة التدمریة (٦)الإحتجاج بالقدر (۷)قاعدة جلیلة فی التوسل والوسیلة (۸)قاعدة جامعة فی توحید اللّٰہ وإخلاص الوجہ والعمل لہ عبادة واستعانة (۹)الرسالة الأکملیة فی ما یجب للّٰہ من صفات الکمال (۱۰)الرسالة المدنیة فی تحقیق المجاز والحقیقة فی صفات اللّٰہ (۱۱)الوصیة الکبریٰ فی العقیدة والدعوة للمسلمین (۱۲)الواسطة بین الحق والخلق (۱۳)زیارة القبور والإستنجاد بالمقبور (۱٤)معارج الوصول إلی معرفة أن أصول الدین وفروعه قد بینها الرسول (۱٥)الإستقامة (۱٦)الرسالة العرشیة (۱۷)کتاب التوحید (۱۸)النبوات (۱۹)الفتوی الحمویة الکبریٰ (۲۰)الوصیة الکبریٰ (رسالة شیخ الإسلام ابن تیمیة إلی اتباع عدی بن مسافر الأموی (۲۱)قاعدة عظیمة فی الفرق بین عبادات أهل الإسلام والإیمان وعبادات أهل الشرك والنفاق (۲۲)بغیة المرتاد فی الرد علی المتفلسفة والقرامطة والباطنیة أهل الإلحاد من القائلین بالحلول والإتحاد

ان کتابوں میں سے چند اہم تصانیف کا تعارف:

(۱)اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفة أصحاب الجحیم:

اس کتاب کی ساتویں طباعت ۱۴۱۹ھ=۱۹۹۹ء میں "توزیع وزارة الشؤون الإسلامیة والأوقاف والدعوة والإرشاد المملکة العربیة السعودیة" سے ہوئی ہے۔اس کتاب کی تحقیق وتعلیق دکتور ناصر بن عبدالکریم العقل نے کی جو دو جلدوں میں ہے۔پہلی جلد ۵۱۷ صفحات پر مشتمل ہے جبکہ دوسری جلد میں کل صفحات ۵۰۳ ہیں۔

اس کتاب کے کئی ایک اردو تراجم شائع ہو چکے ہیں جن میں تین اہم ملخص تراجم یہ ہیں:

(۱) پہلا عبدالرزاق ملیح آبادی کا ہے۔مولانا ملیح آبادی نے اس کتاب کا اختصار اور اس کا ترجمہ کیا ہے۔یہ کتاب متحدہ ہندوستان میں پہلی بار کلکتہ کی "ہند بک ایجنسی" کی طرف سے "صراط مستقیم" کے نام سے شائع ہوئی تھی۔اس کی دوسری اشاعت لاہور سے "جادۂ حق" کے نام سے ہوئی۔(۲) اور تیسری اشاعت ۲۰۰۸ء میں "دارالکتب الاسلامیہ" دہلی سے "فکر وعقیدہ کی گمراہیاں اور صراط مستقیم کے تقاضے" کے نام سے ہوئی۔

(۲) اس کتاب کا دوسرا اختصار وترجمہ شمس تبریز خاں کا ہے۔انہوں نے اپنے ترجمے کا عنوان "اسلام اور غیر اسلامی

---

(۱) فکر وعقیدہ کی گمراہیاں اور صراط مستقیم کے تقاضے، ص: ۱۸

(۲) اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفة أصحاب الجحیم، ص: ۷۱—۷۳

تہذیب'' رکھا ہے۔اس کتاب کا تیسرا ایڈیشن ۱۳۹۹ھ=۱۹۷۹ء میں ''مجلس تحقیقات ونشریات اسلام'' ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع ہوا ہے۔

(۳) تیسرا اختصار ڈاکٹر عبدالرحمٰن بن عبدالجبار الفریوائی نے کیا ہے جس کا ترجمہ ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری نے کیا ہے۔اس ترجمہ کا عنوان ''راہ حق کے تقاضے'' رکھا ہے۔اس کتاب کا پہلا ایڈیشن اکتوبر ۱۹۹۶ء= جمادی الاولی ۱۴۱۷ھ میں ''مکتبہ سلفیہ'' لاہور سے شائع ہوا ہے۔

اس کتاب کے شروع میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے دین کے ایک عظیم قاعدے اور اصل کی طرف تنبیہ کی ہے کہ عمومی طور پر غیر مسلمین سے مشابہت نہیں رکھی چاہیے،ان کے طریقے کو اختیار کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے اور بالخصوص ان کی خوشیوں میں شرکت نہیں کرنی چاہیے۔ان تمام چیزوں پر آپ نے قرآن وحدیث اور آثار واجماع سلف سے ایک مدلل بحث کی ہے اور اس کتاب کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

''میں نے اپنی طرف سے یا کسی کے جواب میں کفار کی عیدوں میں شرکت کرنے اور ان سے مشابہت پیدا کرنے سے منع کیا تھا اور شرعی دلائل اور قدیم آثار کے ذریعہ واضح کیا تھا کہ اہل کتاب اور جاہل کفار کی اتباع سے احتراز کرنے میں شرعی حکمت کیا ہے؟ اہل کتاب اور عجمیوں کی مخالفت کرنے کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ یہ شریعت کے قواعد میں سے ایک عظیم الشان قاعدہ اور اس کے کثیر الفروع اصول میں سے ایک جامع اصل ہے۔میں نے جہاں تک ہوسکا اس قاعدے اور اصل کی تنبیہ کردی ہے اور سوال کا جواب لکھا ہے جس کی نقل میرے پاس اس وقت موجود نہیں ہے۔اس سے بہت سے لوگوں کو فائدہ پہنچا مگر اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض لوگ ان باتوں پر تعجب کا اظہار کرتے ہیں اور اس کو بعید از عقل سمجھتے ہیں، کیوں کہ زمانہ دراز سے ان کو کچھ ایسی عادت سی پڑ گئی ہے کہ وہ جلدی سے اس کو چھوڑنے کے لئے آمادہ نہیں ہیں۔بعض لوگوں نے مجھ سے درخواست کیا کہ میں اس بارے میں کچھ اور لکھوں تا کہ اس مسئلے میں یہ اصل بن جائے اور اس سے لوگوں کو فائدہ ہو۔اس لئے میں نے یہ کتاب لکھی''۔(۱)

اس کتاب سے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے زمانے کے مسلمانوں کے طرز معاشرت پر بہت اچھی روشنی پڑتی ہے۔اور یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ اس دور میں کیا کیا بدعتیں مسلمانوں میں رائج ہوچکی تھیں۔

(۲) الفرقان بین أولیاء الرحمن و أولیاء الشیطان:

اس کتاب کی دوسری طباعت ۱۴۳۱ھ میں "مکتبة دار المنهاج للنشر والتوزیع "ریاض سے ہوئی ہے۔

---

(۱) الفرقان بین أولیاء الرحمن و أولیاء الشیطان ص ٤

اس کتاب کا مقدمہ شیخ صالح بن فوزان الفوزان نے لکھا ہے اور اس کی تحقیق وتعلیق دکتور عبدالرحمٰن بن عبدالکریم یحیٰی نے کی ہے۔ یہ کتاب ۴۳۱ صفحات پر مشتمل ہے۔

اس کتاب کا اردو ترجمہ مولانا غلام ربانی نے کیا اور اس کی تحقیق ابن عبدالبر نے کی ہے۔ اس کی پہلی طباعت فروری ۲۰۰۷ء میں ''دارالکتب السّلفیہ'' لاہور سے ہوئی۔

اس کتاب میں رحمٰن کے دوستوں اور شیطان کے دوستوں کی قسمیں اور ان کی صفتیں بیان کی گئی ہیں۔ جیسا کہ امام موصوف رحمہ اللہ اس کے دیباچے میں لکھتے ہیں: ''جس کے لیے محمد ﷺ نے گواہی دے دی کہ وہ اللہ کے دوستوں میں سے ہے تو وہ رحمٰن کے دوستوں میں سے ہے اور جس کے لیے شہادت دے دی کہ وہ اللہ کے دشمنوں میں سے ہے تو وہ (اللہ کے دشمنوں اور) شیطان کے دوستوں میں سے ہے۔''(۱)

پھر دلائل کی روشنی میں اللہ کے دوستوں اور شیطان کے دوستوں کے مابین فرق بیان کیا ہے۔ اس کتاب میں موصوف نے عقائد کے متعلق ان آیتوں کی صحیح تفسیر پیش کی ہے جن کے بارے میں لوگ شکوک وشبہات کے شکار ہیں اور حق کو باطل کے ساتھ ملا کر ان آیتوں کی غلط تاویلیں کرتے ہیں۔

امام موصوف رحمہ اللہ کے زمانے میں بدعات اور شیطانی خیالات بہت زیادہ ہو گئے تھے جن کی وجہ سے کچھ لوگوں نے آپ سے مطالبہ کیا کہ ان کے لیے کوئی ایسی کتاب لکھیں جو رحمٰن کے دوستوں اور شیطان کے دوستوں کے درمیان تفریق کرتی ہو، تب آپ نے یہ کتاب لکھی جس کی طرف آپ نے اس کتاب کے اخیر میں اشارہ کیا ہے۔(۲)

(۳) العقیدۃ الواسطیۃ:

اس کتاب کی پہلی طباعت ۱۴۳۳ھ میں ''مؤسسۃ الدرر السنیۃ— المملکۃ العربیۃ السعودیۃ'' سے ہوئی ہے۔ اس کی تحقیق علوی بن عبدالقادر السقاف نے کی ہے۔ یہ کتاب ۱۴۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ سعید احمد بن قمر الزماں نے کیا ہے جو ''مؤسسۃ الواجحي الخیریۃ'' (ریاض) سے شائع ہوئی ہے۔ اس پر طباعت اور سن طباعت مذکور نہیں ہے۔

اس کتاب میں امام موصوف نے قرآن وحدیث کی روشنی میں سب سے پہلے اللہ کے اسماو صفات کی تشریح کی پھر اس کے بعد اللہ کے صفحی اسما کو ثابت کیا ہے اور اہل سنت والجماعت کا صفات کے بارے میں جو عقیدہ ہے اس کی وضاحت اور ان کی وسطیت کو قلم بند کیا ہے۔

---

(۱) ملخص از کتاب ''الفرقان بین أولیاء الرحمن وأولیاء الشیطان'' ص: ۲۷۰—۲۶۹

(۲) ملخص از کتاب ''الرسالۃ التدمریۃ'' ص: ۳

عقیدہ کے باب میں یہ کتاب انتہائی اہمیت کی حامل ہے، اختصار کے باوجود اپنے اندر جامعیت سمیٹے ہوئے ہے۔ اسی اہمیت و جامعیت ہی کے پیش نظر یہ کتاب بہت سارے اسلامی مدارس میں داخل نصاب ہے۔

(٤) كتاب الإيمان:

یہ کتاب ۱۳۱۱ھ میں ''مطبع انصار'' دہلی سے شائع ہوئی ہے۔ اس کے کل صفحات ۲۴۰ ہیں۔ طباعت مذکور نہیں ہے۔

اس کتاب کا محقق نسخہ بھی چھپ چکا ہے جس کی تحقیق وتخریج علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے کی ہے اور اس کی پانچویں طباعت ''المكتب الاسلامی'' (بیروت) سے ہوئی ہے۔

اس کتاب میں سب سے پہلے امام موصوف نے ایمان اور اسلام کے معنی و مطلب پر عمدہ بحث کی ہے، ایمان و اسلام کے فرق کو قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح کیا ہے اور یہ بتلایا ہے کہ جب ایمان تنہا بولا جائے تو اس میں اسلام اور اعمال صالحہ داخل ہوتے ہیں اور جب ایمان کا ذکر اسلام کے ساتھ ہو تب ایمان سے مراد وہ ایمان ہوتا ہے جو دل میں ہو۔ یعنی اللہ پر ایمان، فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، یوم آخرت پر اور تقدیر کی اچھائی و برائی پر ایمان رکھنا اور اسلام سے مراد ظاہری اعمال ہوتے ہیں۔ یعنی شہادتین، نماز، روزہ، حج اور زکات۔ اور ایمان کے گھٹنے اور بڑھنے کے متعلق متکلمانہ بحث کی ہے اور ایمان کے اندر جو چیزیں خلل پیدا کرتی ہیں ان کی بھی وضاحت کی ہے جیسے سحر، کہانت، بدفالی وغیرہ۔

(٥) الرسالة التدمرية:

اس کتاب کی پہلی طباعت ۱۴۰۵ھ = ۱۹۸۵ء میں شركة العبيكان للطباعة والنشر ریاض سے ہوئی ہے۔ اس کی تحقیق محمد بن عودہ السعوی نے کی ہے۔ اس کتاب کا دوسرا نام ''تحقيق الإثبات للأسماء والصفات وحقيقة الجمع بين القدر والشرع'' ہے۔ اور کل صفحات ۲۹۴ ہیں۔

اس کتاب میں آپ نے توحید اسما وصفات اور تقدیر پر تفصیلی بحث کی ہے۔ درحقیقت آپ کو یہ کتاب لکھنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کیوں کہ ''بعض لوگوں نے سوال کیا کہ آپ نے جو ہمیں اپنے مجالس میں توحید اسما وصفات اور شریعت وتقدیر (کے درمیان جمع وتطبیق) کے بارے میں بتایا ہے اسے قلمبند کردیں، کیوں کہ اس وقت اس کی بہت ضرورت ہے، تب آپ نے یہ کتاب تصنیف کی جس کی طرف آپ نے اس کتاب کے آغاز میں اشارہ کیا ہے۔ (۱)

(٦) الاحتجاج بالقدر:

اس کتاب کی پہلی طباعت ۱۳۹۴ھ میں ''مطبع سلفیہ'' قاہرہ سے ہوئی ہے۔ یہ کتاب ۷۴ صفحات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

اس کتاب میں سب سے پہلے امام موصوف رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ آدم علیہ السلام نے گناہ پر ملامت کی نفی کے لیے تقدیر سے جو حجت پکڑی تھی اس کے بارے میں لوگوں کی تین جماعتیں ہیں، پھر ان کے اقوال کو ذکر کیا ہے، مزید تقدیر کے بارے میں فلاسفہ اور اتحادیہ کے اقوال بیان کیے ہیں اور جبریہ وقدریہ کے مذہب کو بھی واضح کیا ہے۔

بہرحال یہ کتاب مختصر ہونے کے باوجود اپنے اندر تقدیر کے متعلق علم کثیر سموئے ہوئے ہے۔

اس کتاب کا محقق ایڈیشن بھی شائع ہو چکا ہے جس کی پانچویں طباعت ۱۴۰۶ھ=۱۹۸۶ء میں ''المکتب الاسلامی'' بیروت سے ہوئی ہے اور تحقیق وتخریج علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے کی ہے۔

(۷) قاعدة جليلة في التوسل:

یہ کتاب ۱۳۹۰ھ=۱۹۷۰ء میں ''المکتب الاسلامی'' بیروت سے شائع ہوئی ہے جو ۱۶۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ طباعت مذکور نہیں ہے۔

اس کتاب کے اندر امام موصوف رحمہ اللہ نے توسل اور وسیلہ کی قسموں کو بیان کیا ہے اور اس مسئلے پر اچھی ومدلل بحث کی ہے کہ نبی ﷺ اور دیگر انبیاء وصالحین سے وسیلہ پکڑنا جائز ہے یا نہیں اور باطل عقائد کا رد بہت ہی عمدہ انداز میں کیا ہے۔

اس کتاب کا محقق نسخہ بھی شائع ہو چکا ہے جس کی تحقیق وتخریج عبدالقادر الارناؤوط نے کی ہے اور اس کا پہلا ایڈیشن ۱۴۲۰ھ=۱۹۹۹ء میں ''رئاسة إدارة البحوث العلمية والإفتاء لإدارة العامة للطبع'' ریاض سے شائع ہوا ہے۔

اس کتاب کی تحقیق ربیع بن ہادی عمیر المدخلی نے بھی کی ہے لیکن اس پر طباعت اور سن طباعت مذکور نہیں ہے۔

اس کتاب کا اردو ترجمہ ضیغم الانصاری نے کیا ہے اور اس کی تحقیق وتخریج سلیم اختر نے کی ہے۔ اس کتاب کا عنوان ''کتاب الوسیلہ'' رکھا گیا ہے اور یہ کتاب ''اسلامی اکادمی'' لاہور سے شائع ہوئی ہے۔ طباعت اور سن طباعت مذکور نہیں ہے۔

یہ تھا علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی عقائد سے متعلق چند اہم کتابوں کا تعارف۔ اللہ رب العالمین سے دعا ہے کہ ہمیں ان کتابوں سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

☆☆☆

کشف حجاب ناداں

اسلامی عقائد میں تصوف کی آمیزش

اعجاز الحق بن انوار الحق

کلیۃ الحدیث رسال اول

اسلامی عقیدے کو حیات انسانی میں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے، بلکہ بنظر غائر دیکھا جائے تو بنی نوع انسان کی تخلیق کا فی الواقع یہی مقصد وہدف ہے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے اندر اسکی پوری تفصیلات موجود ہیں۔

اسی اہمیت کے پیش نظر انسان کے ازلی دشمن نے ہمیشہ اس کی توجہ صراط مستقیم سے ہٹا کر افراط وتفریط اور بدعات وخرافات کی طرف مبذول کرنے کی کوشش کی ہے، انسانوں کے ایک بڑے طبقہ نے اس کے جھانسے میں آکر دین کے اندر بے جا اختراعات اور خود ساختہ اصطلاحات ایجاد کیں، چنانچہ تصوف بھی ایک ذہنی اختراع ہے جو بدعات وخرافات کی عمیق کھائی ہے اور جو بھی اس سے جڑا دنیا وآخرت کی ہلاکت و بربادی اس کا مقدر بن گئی۔

تصوف کا معنی ومفہوم:

لفظ ''تصوف'' یا صوفی کے بارے میں حد درجہ اختلاف ہے، یہ اختلاف تصوف کے بارے میں پڑھنے والے کو پریشانی میں مبتلا کر دیتا ہے اور اسے سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کس لفظ کو اس کی اصل شمار کرے۔ عام طور پر اس سلسلے میں دو قول ذکر کیا جاتا ہے: پہلا قول یہ ہے کہ تصوف صوفہ سے ماخوذ ہے، صوفہ اس لیے کہ صوفی ''صوف'' یعنی اون کی طرح عاجزی اختیار کرتا ہے اور پڑا رہتا ہے۔(۱) دوسرا قول یہ ہے کہ تصوف لفظ ''صوف'' سے ہے، یعنی جس طرح اون نرم ہوتا ہے اسی طرح ایک صوفی بھی اپنی عادت کے اعتبار سے نرم ہوتا ہے۔(۲) تصوف سے متصف شخص کو صوفی اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ اون کا لباس پہنتے ہیں۔(۳) تصوف کی اصل ''صوف'' ہے، اس کے قائل شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ابن خلدون رحمہما اللہ ہیں اور یہی راجح ہے۔(۴)

(۱) تصوف تاریخ وحقائق، علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ، ص: ۳۷۔

(۲) تصوف تاریخ وحقائق، ص: ۳۷۔

(۳) شریعت وطریقت عبد الرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ، ص: ۱۱۷۔

(۴) مظاهر الانحرافات العقدية عند الصوفية، ادریس محمد ادریس رحمہ اللہ: ۲۶/۱۔

تصوف کی تعریف:

تصوف کی اصل اور اس کے اشتقاق میں اختلاف کی طرح اس کی تعریف میں بھی اقوال کی بھرمار ہے، چنانچہ جنید بغدادی سے تصوف کے بارے میں پوچھا گیا کہ تصوف کیا چیز ہے؟ تو فرمایا کہ اللہ کے ساتھ بغیر کسی واسطے کے تعلق قائم ہونا۔

شبلی سے تصوف کے بارے میں منقول ہے کہ تصوف بجلی کی ایک کوند ہے جو لمحے ہی میں سب کچھ جلا ڈالتی ہے اور انہی سے یہ بھی منقول ہے کہ تصوف کائنات اور اس کے زخارف کو دیکھنے سے اجتناب کرنا ہے۔ نیز ابوحمزہ بغدادی سے منقول ہے کہ سچے صوفی کی علامت یہ ہے کہ وہ مالداری کے بعد فقر اختیار کرتا ہے اور شہرت کے بعد اپنے لیے تنہائی اور عزلت اختیار کرتا ہے۔(۱) جنید بغدادی سے منقول ہے کہ انھوں نے کہا: تصوف وہ صفت ہے جس میں بندہ قیام کرتا ہے، کسی نے سوال کیا کہ یہ بندے کی صفت ہے یا حق تعالی کی صفت ہے؟ تو ان کا کہنا تھا: اصل میں یہ حق تعالی کی صفت ہے تاہم رسماً اور اتباعاً بندے کی صفت ہے۔(۲)

تصوف کی ابتداء اور ظہور:

تصوف یا صوفیت ایک مستقل اور ممتاز فرقہ نہیں ہے کہ باعتبار تاریخ ڈھونڈھنے والے کو ان کی ترقی کے ادوار مل جائیں بلکہ یہ ایسا فرقہ ہے جس کی کوئی متعین شکل نہیں ہے، چنانچہ ابن تیمیہ، ابن الجوزی اور ابن خلدون رحمہم اللہ وغیرہ کا اس بارے میں موقف یہ ہے کہ یہ لفظ ابتدائی تین صدیوں تک استعمال نہیں ہوا اور ۳۰۰ھ تک ہمیں کہیں بھی اس لفظ کے بارے میں کوئی ثبوت نہیں ملتا، البتہ تین صدیوں کے بعد یہ لفظ مستعمل اور مشہور ہوا۔(۳)

کتب تصوف کے تتبع وتفحص کے بعد یہ ثابت ہوتا ہے کہ لفظ تصوف ایک جدید اختراع ہے اور نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سلف صالحین کے دور میں اس لفظ کے استعمال کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ تصوف بطور مسلک کے تیسری صدی ہجری میں مشہور ہوا اور تیسری صدی میں آ کر ہی اس کی اصطلاحات اور اس کی تعلیمات مرتب ہوئیں، اس کے قواعد وضوابط وضع کیے گئے، اس کا فلسفہ سامنے آیا اور اس کے پیروکاروں اور اس کے رہنماؤں کے خیالات بھی سامنے آئے۔(۴)

---

(۱) تصوف: تاریخ وحقائق، ص:۵۲۔
(۲) تصوف: تاریخ وحقائق، ص:۵۳۔
(۳) الفتاوی لابن تیمیہ رحمہ اللہ: ۵/۱۱-۷۔
(۴) تصوف: تاریخ وحقائق، ص:۶۲-۶۳۔

سب سے پہلا شخص جوصوفی کے نام سے مشہور ہوا وہ ابو ہاشم محمد بن احمد الصوفی تھا۔(۱) جس کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی اوراسی نے شام کے ایک شہر رملہ میں صوفیت کی سب سے پہلی خانقاہ بنائی۔(۲)

زہداور تصوف میں فرق:

زہد ایک اسلامی تعلیم ہےاور تصوف کا اسلام کے ساتھ کچھ تعلق نہیں۔ان دونوں میں نمایاں فرق ہے، بلکہ وہ زہد جس کا ذکر کتاب و سنت میں موجود ہےاس زہد کے خلاف ہے جس کا ذکر عقائد صوفیہ میں ملتا ہے۔(۳)

اسلامی عقائدواعمال کا سرچشمہ کتاب و سنت ہے:

کتاب و سنت ہی انس وجن کی ہدایت کا اصل ماخذ ومصدر ہےاور جس شخص نے ان دونوں مصادر کو چھوڑ کر کسی اور جگہ رشد وہدایت تلاش کی تو گمراہی کے سوااورکوئی چیز اس کے ہاتھ نہ آئی، چنانچہ یہ صوفیاء بھی اپنے باطل مزعومات کی وجہ سے کتاب و سنت کوچھوڑ کر کچھ خاص علوم میں ہدایت کے متلاشی ہوئے اس حیثیت سے کہ وہ ان علوم کو بلا کسی واسطے کے اللہ سے حاصل کرتے ہیں۔انھوں نے کتاب و سنت کوچھوڑ کر یہ نظریہ قائم کیا کہ ان کے لیے کچھ ایسے علوم ہیں جن کو وہ کشف اوراللہ رب العالمین سے براہ راست سیکھ سکتے ہیں، نیز ان کا یہ بھی گمان رہا ہے کہ وہ انبیاء کی وفات کے بعد ان سے مختلف علوم سیکھتے ہیں۔ان کا مطمع نظر ہے کہ ان کے اللہ سے براہ راست حاصل کیے جانے والے علوم ان افضل ترین علوم میں سے ہیں جو رسول اللہ ﷺ لے کر آئے،اسی وجہ سےصوفیاء عوام الناس کوعلوم شرعیہ سے متنفر کرتے ہیں۔یہ ان کی بہت خطرناک سازش اورخبیث مکر وفریب ہے، کیوں کہ انہیں اس بات کا پورا وثوق ہے کہ ان وہمی اور خیالی علوم کو جن کا انحصار محض جھوٹے خوابوں اور باطل زعم پر ہے، کتاب و سنت سے ادنی واقفیت رکھنے والا شخص بھی قبول کرنے کے لیے تیار نہ ہوگا،اسی وجہ سے یہ صوفیاء لوگوں کوعلوم شرعیہ کے سیکھنے سے متنفر کرتے ہیں۔(۴)

اور یہ یادرہے کہ اس تصوف نے اسلامی عقائد کومسخ کرنے میں جتنا بھرپور کردارادا کیا ہے وہ شاید کسی اورتحریک نے نہیں کیا، کیوں کہ اہل تصوف نے اسلامی تعلیمات وعقائد کواپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیےاستعمال کیا۔

---

(۱)شریعت وطریقت،ص:۱۱۷۔ (۲)مظاہرالانحرافات العقدیۃ عندالصوفیۃ:۱/۳۵۔

(۳)الفکرالصوفی فی ضوءالکتاب والسنۃ لعبدالرحمٰن عبدالخالق،ص:۱۳۔

(۴)مظاہرالانحرافات العقدیۃ عندالصوفیۃ:۱/۸۳۔

اسلامی عقائد میں تصوف کی آمیزش:

عقیدۂ توحید: اللہ رب العالمین نے اپنی کتاب میں اور اس کے رسول محمد ﷺ نے اپنی احادیث میں توحید کو تین انواع سے تعبیر کیا ہے۔

(۱) **توحید الربوبیة: "هو إفراد الله عز وجل بالخلق والملك والتدبير"** (۱) یعنی اللہ کو خالق ہونے، مالک ہونے اور مدبر ہونے میں ایک جاننا۔

(۲) **توحید الألوهية: "وهو إفراد الله عز وجل بالعبادة"** (۲) یعنی عبادت کے تمام انواع میں اللہ کو ایک جاننا۔

(۳) **توحید الأسماء والصفات: "وهو إفراد الله عز وجل بما له من الأسماء والصفات"** (۳) یعنی اللہ رب العالمین کو اس کے ثابت شدہ اسماء وصفات میں (اثبات اور نفی مماثلت کے ساتھ) ایک جاننا۔

توحید کی یہ تینوں انواع پورے طور پر واضح اور بین ہیں لیکن اس مسلم اور موحد شخص کے لیے جس نے اپنی زندگی میں اپنی ہدایت کا دار ومدار کتاب و سنت کو قرار دیا، رہی بات ان صوفیاء کی تو انھوں نے اپنی بے جا تدقیقات سے اس میں حد درجہ غموض اور پیچیدگی بھر دی ہے اور توحید کو متعدد انواع واقسام میں منقسم کر دیا جن کا ثبوت کتاب و سنت میں کہیں نہیں ملتا، جیسا کہ شبلی سے کسی نے توحید کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے سائل سے کہا کہ بربادی ہو تیرے لیے جس نے تجھ کو توحید کا علم عبادت میں دیا وہ ملحد ہے اور جس نے تم کو اشارہ سے سمجھانے کی کوشش کی وہ بت پرست ہے اور جس نے اس توحید کے سلسلے میں گفتگو کی وہ غافل ہے اور توحید کی انتہا تک پہنچنے سے انسان قاصر ہے اور انہیں سے ایک قول منقول ہے: جس شخص نے اپنے یہاں توحید کا تصور محسوس کیا وہ توحید کی خوشبو نہیں سونگھ سکتا۔ (۴)

اسی طرح بعض غالی صوفیوں کے نزدیک توحید کا اصل مفہوم وحدت الوجود کا قائل ہونا ہے، یعنی انسان چلہ کشی اور ریاضتوں کے ذریعہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اسے کائنات کی ہر چیز میں اللہ نظر آنے لگتا ہے بلکہ وہ ہر چیز کو اللہ کی ذات سمجھنے لگتا ہے، ایک بدکار اور ایک بزرگ انسان سب برابر ہوتے ہیں۔ (۵)

---

(۱) القول المفید علی کتاب التوحید لابن عثیمین: ۱/۵۔
(۲) القول المفید علی کتاب التوحید: ۱/۹۔
(۳) القول المفید علی کتاب التوحید: ۱/۱۲۔
(۴) مظاہر الانحرافات العقدیة: ۱/۲۱۴۔
(۵) شریعت وطریقت، ص: ۶۳-۶۴۔

اوراس باطل عقیدہ کے بطلان پر بہت سارے نصوص شرعیہ وارد ہیں مثلا فرمان باری تعالی ہے ﴿إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ﴾ (سورة العصر:۲) یعنی بے شک انسان سرتاسر نقصان میں ہے۔ (تفسیر جونا گڈھی)

وجہ استدلال یہ ہے کہ وحدت الوجود کے عقیدے سے انسان اللہ کا جزء ہوجاتا ہے اوراگر یہ عقیدہ صحیح ہوتا تو انسان چاہے مومن ہو یا غیر مومن وہ فائدے میں ہوتا نقصان میں نہیں، کیوں کہ وہ اللہ کا جزء ہے اوراس صورت میں مذکورہ آیت کا بطلان لازم آتا۔ (گویا یہ عقیدہ حد درجہ باطل ہے) (۱)

عقیدۂ رسالت: ایک مومن کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول محمد ﷺ افضل الرسل، خاتم النبیین اور اللہ کے نزدیک اس کی مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہیں، لیکن اس عقیدہ میں بھی ارباب تصوف نے مختلف چیزوں کی آمیزش کی، مثلا ان کا نظریہ ہے کہ رسول ﷺ ان کے مرتبے اور حالت کو نہیں پہنچے ہیں اوران کے اولیائے کاملین کے علوم سے نبی ﷺ ناآشنا تھے، جیسا کہ بسطامی کا قول ہے: "خضنا بحرا ووقف الأنبياء بساحله" کہ ہم سمندر میں داخل ہوگئے اور انبیاء اس کے ساحل ہی پر کھڑے رہے۔ بعض اولیائے تصوف نے اس اعتقاد کو رواج دیا کہ رسول ﷺ کائنات کے قبہ ہیں اور وہی مستوی عرش ہیں، آسمان وزمین، عرش اور تمام کائنات کی تخلیق آپ کے نور سے ہوئی ہے۔ (۲)

یہ صوفیوں کی عقیدۂ رسالت کے سلسلے میں کارستانیاں ہیں جن کی تردید میں قرآن و سنت میں بہت سارے دلائل وارد ہیں۔

عقیدۂ تصرف فی الکائنات:

ایک موحد مسلم کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ اس کائنات میں تصرف اور نظم ونسق کا اختیار صرف اللہ رب العالمین کو حاصل ہے، لیکن ارباب تصوف نے عوام وخواص کو "انسان پرستی" میں مبتلا کرنے کے لیے یہ نظریہ پھیلانے کی کوشش کی کہ اولیاء کاملین کو کائنات میں تصرف کا اختیار حاصل ہے اور وہ سلطنت الٰہی کے مدبر ہیں اور عالم کا حل وعقد اللہ نے ان کے ہاتھ میں دے دیا، اب یہ عقیدہ لوگوں کے دلوں میں پیوست ہوگیا جس کی وجہ سے وہ اکثر اولیاء کی دہائی دے رہے ہیں اوران کی قبروں کو سجدہ کررہے ہیں تو ان کے مبینہ شرک کا الزام آخر کس کے سر جائے گا؟ کیا تصرف فی الکائنات جیسے اسلامی عقیدے میں اس صریح گمراہی اور شرک اکبر کا محرک تصوف کی آمیزش نہیں ہے۔ ارباب تصوف کی ان کارستانیوں کو دیکھ کر ایک موحد یہ

(۱) الکشف عن حقیقۃ الصوفیۃ لمحمود عبدالرؤف القاسم، ص:۷۰۵، مزید تفصیل کے لیے دیکھیں: ص:۷۰۳-۷۱۱۔

(۲) الفکر الصوفی فی ضوء الکتاب والسنۃ، ص:۳۸۔

کہنے پر مجبور ہو جائے گا کہ ان سے بہتر مشرکین مکہ تھے جو کائنات کا مدبر صرف اللہ رب العالمین کو مانتے تھے۔(۱)

عقیدۂ شفاعت:

شفاعت کا عقیدہ ایک حساس اسلامی عقیدہ ہے لیکن صوفیا نے اس کو بھی نہیں چھوڑا اور ایک خاص قسم کا تصور شفاعت قائم کر کے یہ باور کرایا کہ یہ شفاعت ان کے عقیدت مندوں اور مریدوں یہاں تک کہ تمام مخلوقات کے لیے انہیں حاصل ہے، اور اس تصور شفاعت کو اس قدر شہرت دی کہ عوام وخواص یہ اعتقاد رکھنے لگے کہ اولیاء تصوف کی جس پر ''نظر عنایت'' ہو جائے اس کا بیڑا پار ہو جائے گا اور اللہ کا قانون احتساب آخرت میں اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا خواہ اس کا نامۂ اعمال کتنا ہی سیاہ کیوں نہ ہو۔(۲)

اب غور کرنے کی بات یہ ہے کہ کیا قرآن مجید نے شفاعت کے مسئلے کو مجمل چھوڑ دیا؟ نہیں، بلکہ دوٹوک الفاظ میں اس کی حقیقت واضح کر دیا ہے، جیسا کہ فرمان باری ہے:﴿قل لله الشفاعة جميعا﴾ (الزمر:۴۴) اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیجئے شفاعت ساری کی ساری اللہ تعالی ہی کے اختیار میں ہے۔

احادیث نبویہ بھی شفاعت کے مسئلے کی وضاحت سے بھری پڑی ہیں جن میں صاف طور پر فرمایا گیا ہے کہ شفاعت صرف موحدین اور مخلص مسلمانوں کے لیے ہوگی لیکن اولیائے تصوف نے اس بے غبار اسلامی عقیدے کو اس طرح عوام الناس میں پھیلایا کہ لوگ عمل سے بیگانہ ہو کر اولیاء کی سفارش پر تکیہ کیے بیٹھے ہیں اور روز محشر رب العالمین کی باز پرس اور گرفت کے خوف کو انھوں نے قطعی طور پر اپنے دلوں سے نکال دیا ہے۔(۳)

عقیدۂ جنت وجہنم:

اسی طرح ایک مخلص مسلمان جب اللہ رب العالمین کی عبادت کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو خوف ورجا اور جنت وجہنم کا تصور لے کر کھڑا ہوتا ہے اور اسی خوف ورجا کے ساتھ اللہ رب العالمین نے اپنی عبادت کرنے کا حکم بھی دیا ہے لیکن صوفیا نے اس خالص اسلامی عقیدے میں بھی اپنی ریشہ دوانیاں ملانے کی کوشش کی اور یہ نقطۂ نظر قائم کیا کہ ایک ولی کے لیے جنت کے حصول کی کوشش کرنا اور اس کا مطالبہ کرنا جائز نہیں بلکہ اس کا ''فنا فی اللہ'' ہونے میں رغبت رکھنا، غیب پر مطلع ہونا اور کائنات

(۱) اسلام میں بدعت وضلالت کے محرکات، ڈاکٹر ابوعدنان سہیل، ص:۲۵۹۔

(۲) اسلام میں بدعت وضلالت کے محرکات، ص:۲۴۶۔

(۳) اسلام میں بدعت وضلالت کے محرکات، ص:۲۵۲۔

میں تصرف کرنا ہی اس کی (خیالی) جنت ہے اور جہنم کے سلسلے میں ابن عربی اور دوسرے وحدت الوجود کے قائلین کا خیال ہے کہ وہ بھی جنت ہی کی طرح میٹھی اور نعمتوں والی ہوگی۔(۱)

غرضیکہ انھوں نے پورے عقائد اسلامیہ میں تصوف کی آمیزش سے ایک زبردست فساد مچایا ہے، اس میں طرح طرح کی رطب و یابس ملا کر اس کو کھوکھلا کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔مختصراً ان کے اسلامی عقائد سے متصادم کچھ مزید عقائد ملاحظہ فرمائیں:

(۱)صوفیا کا عقیدہ ہے کہ کائنات کی کسی چیز سے محبت کرنا اللہ سے محبت کرنا ہے۔(۲)

(۲)ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ سے دعا و استغاثہ جائز ہے۔

(۳)اولیاء عالم الغیب ہوتے ہیں۔

(۴)اولیاء سے دعا و استغاثہ جائز ہے۔(۳)

اللہ ہم سب کو ان جیسے باطل عقائد سے محفوظ رکھے اور زندگی میں اسلامی عقیدے کے نفاذ کی توفیق دے، آمین۔

اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی
ہم نے تو دل جلا کے سر عام رکھ دیا ہے

☆☆☆

’’آج کل مسلمانوں میں جس فتنۂ عقائد نے سر اٹھایا ہے اور بحکم "بل قالوا مثل ما قال الأولون" وہ تمام فتنے اکٹھے ہوکر پلٹ آئے ہیں جو عقائد اسلامیہ کے مختلف دوروں میں فرداً فرداً ظاہر ہوئے تھے۔اس لحاظ سے آج معارف ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے بڑھ کر اور کوئی چیز مطلوب و مقصود وقت نہیں‘‘۔(مولانا ابو الکلام آزاد رحمہ اللہ: تذکرہ،ص:۱۵۷)

---

(۱) الفکر الصوفی فی ضوء الکتاب والسنۃ،ص:۳۹۔

(۲) مظاہر الانحرافات العقدیۃ عند الصوفیۃ: ۱/۳۱۲۔

(۳) مظاہر الانحرافات العقدیۃ: ج۱ص: ترتیب وار: ۴۱۷، ج۲ص: ۶۸۴، ۷۲۷۔

اصولیات

گو فکر خدا داد سے روشن ہے زمانہ
آزادیٔ افکار ہے ابلیس کی ایجاد
(اقبال)

اغراض سنت و برھان

مقاصد شریعت کتاب و سنت کی روشنی میں

نعیم اختر بن اظہر علی
کلیۃ الشریعۃ/سال اول

شریعت نے جن پانچ بنیادی امور کی حفاظت کا امر صادر فرمایا ہے ان کو ضروریات خمسہ اور مقاصد خمسہ کے نام سے جانا جاتا ہے، وہ پانچ چیزیں حفظ دین، حفظ نفس، حفظ نسل، حفظ عقل اور حفظ مال ہیں۔ یہ وہ پانچ بنیادی مقاصد ہیں جن کو شریعت محفوظ رکھنا چاہتی ہے۔ شریعت کے تمام احکام کا تعلق بالواسطہ یا بلاواسطہ ان پانچوں بنیادی احکام یا ان پانچوں مقاصد سے ہے۔

ہم سب یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ اسلام کی کوئی بھی تعلیم مقصد اور حکمت سے خالی نہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلام نے ان پانچ چیزوں کی حفاظت کا حکم کیوں کر صادر فرمایا اور اس کا مقصد کیا ہے؟

یہ بات ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ انسان اس دنیا میں پیدا ہوتا ہے تو اس کے پیدا ہونے کے بعد اس کی پرورش اور اس کی نشو نما سے لے کر اس کے بالغ ہونے تک، بالغ ہونے سے لے کر اس کی شادی اور پھر بچے اور خاندان، اس کے بعد اس کی وفات اور اس کا دفن کر دیا جانا، ان ساری ضروریات کو انجام دینے کے لیے جن چیزوں کی سب سے زیادہ ضرورت پڑتی ہے ان سب کا تعلق دین سے ہے، دین کی بقا اور اس کو قائم رہنے کے لیے انسان کا زندہ رہنا اور اس کو مکلّف ہونے کے لیے باعقل و باہوش ہونا سب سے ضروری ہے، دنیا کی بقا اور دوام کے لیے انسانی نسل کا وجود نہایت اہم ہے، اور اس نسل کی بقا کے لیے مال کی ضرورت کافی اہمیت کی حامل ہے، اس لیے ان میں سے ہر چیز کی تقسیم کو اللہ تعالی نے اپنے پاس رکھا تا کہ ہر انسان کو اس کی حاجت وصلاحیت کے مطابق عدل ومساوات کے ساتھ ہر چیز ملے اور ان کی حاجتیں پوری ہوں، انہی ضروریات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

﴿قل تعالوا أتل ما حرم ربكم عليكم ألا تشركوا به شيئا وبالوالدين إحسانا، ولا تقتلوا أولادكم من إملاق، نحن نرزقكم وإياهم، ولا تقربوا الفواحش ما ظهر منها وما بطن ولا تقتلوا النفس التي حرم الله إلا بالحق ذلكم وصاكم به لعلكم تعقلون، ولا تقربوا مال اليتيم إلا بالتي

هي أحسن حتى يبلغ أشده، وأوفوا الكيل والميزان بالقسط، لا نكلف نفسا إلا وسعها وإذا قلتم فاعدلوا ولو كان ذا قربى وبعهد الله أوفوا ذلكم وصاكم به لعلكم تذكرون، وأن هذا صراطي مستقيما فاتبعوه، ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله، ذلكم وصاكم به لعلكم تتقون﴾ (سورة الانعام:۱۵۱-۱۵۳)

ترجمہ: یعنی اے محمد ﷺ! آپ کہہ دیجئے کہ آؤتم کو وہ چیزیں پڑھ کرسناؤں جن کوتمہارے رب نے تم پرحرام قرار دیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ، اور اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو، اور اپنے بچوں کو فقر وفاقہ کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم ہی تمہیں بھی کھلاتے ہیں اور انہیں بھی کھلاتے ہیں، اور کسی بھی علانیہ یا پوشیدہ بیہودگی کے قریب نہ جاؤ، اور کسی کا ناحق خون نہ بہاو جس کے خون بہانے کو اللہ تعالی نے حرار قرار دیا ہے، مگر یہ کہ وہ قتل کیے جانے کے مستحق ہوں، ان کا تم کو تاکیدی حکم دیا گیا ہے تاکہ تم سمجھو، اور یتیم کے مال کو صحیح طریقے کے علاوہ قریب نہ جاؤ، یہاں تک کہ وہ رشد وبلوغت کی عمر کو پہنچ جائے، اور ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا پورا کرو، ہم کسی بھی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلّف نہیں کرتے، اور جب کوئی بات کروتو انصاف کرو، گو وہ شخص قرابت دار ہی ہو، اور اللہ تعالی سے جو عہد کیا اس کو پورا کرو، ان کا اللہ تعالی نے تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم یادرکھو، اور یہ کہ یہ میرا سیدھا راستہ ہے، سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر نہ چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی، اس کا تم کو اللہ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگاری اختیار کرو۔

مختصراً ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انسان اور دنیا کی بقا کے لیے اسلام نے ان پانچ ضرورتوں کی حفاظت کا حکم دیا ہے۔ تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان کی حفاظت کیسے ہو۔

حفظ دین:

دین کی حفاظت شریعت اسلامیہ کا اولین مقصد ہے۔ کیونکہ اس کے ضائع ہونے سے دوسرے سارے مقاصد بدرجہ اولی ضائع ہو جائیں گے، اسی لیے اللہ تعالی نے ایک دین دار کو زندہ اور ایک بددین کو مردہ قرار دیا ہے، چنانچہ اللہ کا فرمان ہے ﴿أومن كان ميتا فأحييناه وجعلنا له نورا يمشي به في الناس كمن مثله في الظلمات ليس بخارج منها﴾ (سورۃ الانعام:۱۲۲) ایسا شخص جو پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور ہم نے اس کو ایک ایسا نور دے دیا جس کے ذریعہ وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے، کیا ایسا شخص اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے؟ جو تاریکیوں سے نکل ہی نہیں پاتا۔ اور ایک دوسری جگہ اللہ تعالی نے بددین انسان کو بے کار اور بے سود قرار دیتے ہوئے فرمایا:

﴿قل يا أهل الكتب لستم على شيء حتى تقيموا التورلة والإنجيل وما أنزل اليكم من ربكم﴾ (سورۃ المائدہ:۶۸) ترجمہ: اے محمد ﷺ آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب تم دراصل کسی چیز پر نہیں. جب تک کہ تورات وانجیل کواور جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے قائم نہ کرو۔اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس دین اسلام کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالی نے خود لیا ہے، چنانچہ فرمایا:﴿إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون﴾ (سورۃ الحجر:۹) ہم نے ہی ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔تو جس شخص نے بھی دین اسلام قبول کیا وہ اللہ کی امان میں ہوا، جیسا کہ رسول ﷺ کا فرمان ہے: "أمرت أن أقاتل الناس حتى يشهدوا أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله، ويقيموا الصلاة ويؤتوا الزكاة فإذا فعلوا ذلك عصموا مني دمائهم وأموالهم إلا بحق الإسلام وحسابهم على الله" (بخاری کتاب الایمان:۲۵، مسلم کتاب الایمان:۱۲۶)

اس کے باوجود ہماری شریعت نے ہمیں دین کی حفاظت کے طریقے سکھلائے تا کہ ہم خود بھی آگاہ رہیں اوراس دین کی حفاظت کرتے رہیں جس کے ضائع ہونے پر ہماری زندگی کے ضیاع کا دارومدار ہے، چنانچہ دین کی حفاظت کے متعدد طریقے ہیں:

(۱) دین کی تعلیمات پرعمل کرنا، شریعت اسلامیہ نے جو احکامات دیئے ہیں، چاہے وہ عبادت سے متعلق ہوں یا معاملات سے متعلق ہوں یا اخلاقیات سے متعلق ہوں، اس پرعمل کرنا ہر شخص پر واجب ہے، شریعت نے نماز کا حکم دیا تو دین کو مضبوط بنانے کے لیے اللہ اور بندے کے درمیان تعلق کو قوی سے قوی تر کرنے کے لیے، بندے کے درمیان جذبہ عبودیت کو برقرار رکھنے کے لیے، بندے کے اندر روحانی ذوق پیدا کرنے کے لیے جو دین کے تحفظ کے لیے درکار ہے اور دین کا اصل مقصد ہے لہذا اگر انسان دین کی تعلیمات پر عمل کرنا چھوڑ دے تو دین ضائع ہو جائے گا اور. جب دین ضائع ہو جائے گا تو تمام مقاصد یا ولی ضائع ہو جائیں گے۔

(۲) دین کی طرف دعوت دینا: اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو دین کی طرف دعوت دینے، دین کی تعلیمات اور اس کے احکامات کو دوسروں تک پہنچانے کا حکم دیا ہے، فرمان الٰہی ہے ﴿قل هذه سبيلي أدعوا إلى الله على بصيرة أنا ومن اتبعني وسبحان الله وما أنا من المشركين﴾ (یوسف:۱۰۸) اور رسول اللہ ﷺ بھی اپنے صحابہ کرام کو دعوت الی الہ کے لیے اطراف و دیار میں بھیجا کرتے تھے، جیسا کہ آپ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"إنك تقدم على قوم أهل كتاب، فليكن أول ما تدعوهم إليه عبادة الله عز وجل فإذا عرفوا الله فأخبرهم أن الله قد فرض عليهم خمس صلوات في يومهم وليلتهم، فإذا فعلوا فأخبرهم أن الله

قد فرض عليهم زكاة تؤخذ من أموالهم وترد على فقرائهم، فإذا أطاعوا بها فخذ منهم، وتوق كرائم أموال الناس" (رواہ البخاري، کتاب الزکاۃ، حدیث نمبر ۱۴۵۸)

(۳) دین کے فروغ کے لیے کوشش کرنا: اللہ تعالی قرآن مجید میں فرماتا ہے: ﴿انفروا خفافا وثقالا وجاهدوا بأموالكم وأنفسكم في سبيل الله ذلكم خير لكم إن كنتم تعلمون﴾ (سورۃ التوبہ:۴۱)

ترجمہ: تم نکل کھڑے ہوجاؤ ہلکے پھلکے ہوتو بھی اور بھاری بھر کم ہوتو بھی اور اللہ کی راہ میں اپنی مال وجان سے جہاد کرو، یہی تمہارے لیے بہتر ہے، اگر تم میں علم ہو۔

(۴) دین کی تعلیمات کے مطابق فیصلہ کرنا: اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ومن لم يحكم بما أنزل الله فأولئك هم الكافرون﴾ (سورۃ المائدہ:۴۴) ترجمہ: جولوگ اللہ کی اتاری ہوئی وحی کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ کافر ہیں۔

(۵) جوبھی قول یا عمل دین کے مخالف ہو اس کو چھوڑ دینا اور دین پر غیروں کی طرف سے جو اعتراضات ہوں ان کا جواب دینا، دلیل اللہ تعالی کا قول: ﴿ومن يبتغ غير الإسلام دينا فلن يقبل منه وهو في الآخرة من الخاسرين﴾ (آل عمران: ۸۵) ترجمہ: جوشخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہوگا۔ یہ چند طریقے ہیں جو شریعت نے دین کی حفاظت کے لیے ہمیں سکھلائے ہیں۔

حفظ نفس:

شریعت کا دوسرا مقصد انسانی جان کا تحفظ ہے۔ ظاہر ہے۔ جب انسان اس دنیا میں موجود ہوگا اور اس کی جان کا تحفظ ہوگا تبھی شریعت پر عمل درآمد بھی ممکن ہوگا۔ اگر انسانوں کی جانیں ہی ضائع ہوگئیں تو شریعت پر عمل نہیں ہوسکے گا۔ اس لیے شریعت اسلامیہ نے نفس کی حفاظت کا کافی اہتمام کیا ہے۔ شریعت کے سارے احکام نفس کو فائدہ پہنچانے اور اس کو ضرر سے محفوظ رکھنے پر مبنی ہیں جسے ہم شریعت کی اصطلاح میں "جلب المصالح اور درء المفاسد" کے نام سے جانتے ہیں، شریعت کی اصطلاح میں جان کی حفاظت سے مقصود وہ جان ہے جو معصوم ہو۔ (یعنی جس نے کسی بے گناہ کا قتل نہ کیا ہو) اور وہ شادی شدہ زانی یا مرتد عن الاسلام نہ ہو۔

اسلام نے جان کی حفاظت کے مختلف طریقے ہمیں سکھلائے ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) نفس پر ظلم کرنے کی حرمت، اس کی دلیل حدیث قدسی میں ہے اللہ فرماتا ہے: "يا عبادي إني حرمت الظلم على نفسي وجعلته بينكم محرما فلا تظالموا" (رواہ مسلم حدیث نمبر ۶۷۳۷)

(۲) قتل کے اسباب کی حرمت: اس کی دلیل اللہ رب العالمین کا قول ﴿ولا تقتلوا النفس التي حرم الله الا بالحق﴾ (سورہ انعام:۱۵۲) ترجمہ: جس کا خون کرنا اللہ نے حرام قرار دیا ہے اس کو حق کے سوا قتل مت کرو۔

(۳) قصاص، یعنی اگر کسی نے کسی کو جان بوجھ کر دشمنی میں قتل کیا تو اس کے بدلے اس کا قتل، دلیل اللہ کا فرمان: ﴿یا أیها الذین آمنوا کتب علیکم القصاص في القتلی﴾ (سورہ بقرہ:۱۷۸) ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کا قصاص لینا فرض کیا گیا ہے۔

(۴) قتل کے فیصلہ کرنے کے لیے صحیح ثبوت کا ہونا: اس کی دلیل یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت لائی گئی جس نے چھ مہینے میں بچہ کو جنم دیا، حضرت عثمان نے اس عورت کے سلسلے میں رجم کا حکم صادر فرمایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ اس عورت پر رجم کا فیصلہ درست نہیں ہے اور یہ آیت پڑھی: ﴿وحمله وفصاله ثلاثون شهرا﴾ (سورہ احقاف:۱۵) ترجمہ: اس کے حمل اور اس کے دودھ چھڑانے کا زمانہ تیس مہینے کا ہے۔

(۵) جان کی حفاظت کی ضمانت: جیسے آج کے دور میں جان کے ضیاع کے خدشہ کی صورت میں سیکورٹی گارڈ وغیرہ کا استعمال، اور معاف کرنے کی صورت میں دیت کی ادائیگی۔

(۶) قتل کا فیصلہ ہونے کے بعد مقتول کے ورثہ سے معافی کا مطالبہ، اگر قاتل کے قتل کی وجہ سے کسی دوسرے کو نقصان پہنچنے کا خدشہ ہو تو فیصلہ کی تنفیذ میں تاخیر، جیسا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے غامدی عورت سے فرمایا: "اذهبي فأرضعيه حتی تفطميه" ترجمہ: تم چلی جاؤ (جب بچہ پیدا ہو) تو اسے دودھ پلاؤ یہاں تک کہ تم اسے دودھ چھڑاؤ۔ (رواہ مسلم، حدیث نمبر: ۴۵۲۸)

(۷) مجبوری کی حالت میں حرام چیز کا مباح ہونا، جیسے کھانا نہ ملنے کی صورت میں مردار کا قدر ضرورت مباح ہونا، ایسے ہی خنزیر کا قدر ضرورت مباح ہونا، اللہ فرماتا ہے ﴿انما حرم علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما أهل به لغیر الله فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیه﴾ (سورہ بقرہ:۱۷۳) ترجمہ: تم پر مردہ اور (بہا ہوا) خون اور سور کا گوشت اور ہر وہ چیز جس پر اللہ کے سوا دوسروں کا نام پکارا گیا ہو حرام ہے، پھر جو مجبور ہو جائے اور وہ حد سے بڑھنے والا اور زیادتی کرنے والا نہ ہو، اس پر ان کے کھانے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

حفظ نسل:

نسل کی حفاظت ایک ضروری امر ہے، کیونکہ اسی کے ذریعہ تناسل کا سلسلہ جاری رہ سکتا ہے۔ اسی وجہ سے شریعت

نے نکاح کی ترغیب دی اور زنا کو حرام قرار دیا کیونکہ زنا کے ذریعہ سے نسل کٹ جاتی ہے اور دنیا میں فساد عام ہوتا ہے۔ قباحت زنا کی وجہ سے اللہ تعالی نے ایک پاک صاف انسان کو زانیوں سے نکاح کرنے سے منع کیا، چنانچہ ارشاد باری ہے:

﴿الزاني لا ينكح إلا زانية أو مشركة والزانية لا ينكحها إلا زان أو مشرك وحرم ذلك على المؤمنين﴾ (سورۃ النور:۳)

حفاظت نسل ہی کی وجہ سے شریعت نے ان تمام امور سے منع کر دیا ہے جو زنا کی طرف لے جانے والے ہیں اور نسل کی بقا کے لیے شریعت نے شادی کو مباح قرار دیا بلکہ اس پر اکسایا اور ایسی عورت سے شادی کرنے کا حکم دیا جو زیادہ بچہ جنے: "تزوجوا الولود الودود فإني مكاثر بكم" (رواہ النسائی:۳۲۲۹) علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے اور اسی وجہ سے تعدد ازواج کو مباح قرار دیا۔

اور دوسری طرف نسل کو کاٹنے والے امور سے منع کیا اور شادی یا اس سے اعراض کرنے سے منع کیا، اور شادی کے بعد مانع حمل ادویہ کے استعمال سے منع کیا الا یہ کہ کوئی اضطراری صورت ہو تو بقدر حاجت استعمال کیا جاسکتا ہے، جیسے حمل ہونے کی وجہ سے عورت کو نقصان پہنچنے یا اس کی جان کو خطرہ ہو۔

حفظ عقل:

شریعت کا چوتھا مقصد انتہائی اہم ہے اور اس چوتھے مقصد سے اندازہ ہوتا ہے کہ شریعت کی نظر میں انسان کی ذمہ داری اور اس کی اہمیت کیا ہے، یہ مقصد ہے انسانی عقل کا تحفظ، یہ مقصد دوسری بہت سی اقوام میں نہیں پایا جاتا، بہت سے نظاموں اور قوانین میں اس سے ملتا جلتا کوئی مقصد نظر نہیں آتا، جان کا تحفظ کرنے کا سب دعوی کرتے ہیں، مذہب کے تحفظ کی بات بھی کسی نہ کسی حد تک موجود ہے، مال کے تحفظ کی بات تو ہر جگہ موجود ہے لیکن عقل کے تحفظ کی بات شریعت اسلامیہ کے علاوہ کہیں اور نہیں ملتی، عقل اللہ کی بہت عظیم نعمت ہے اور یہی نعمت انسان اور حیوان کے درمیان حد فاصل ہے، اگر انسان سے یہ نعمت زائل ہو جائے تو وہ جانور کی طرح ہر کام کرتا پھرے گا اور اس کو کوئی شعور بھی نہیں ہوگا، اس کو یہ بھی نہیں پتہ ہوگا کہ کون سی چیز اس کو فائدہ پہنچانے والی ہے اور کون سی چیز نقصان، عقل کو نقصان پہچانے والی چیزوں سے محفوظ رکھنا ایک متفق علیہ امر اور ایک بدیہی چیز ہے، اسی لیے شریعت اسلامیہ نے اس کی طرف سب سے زیادہ توجہ دی، اللہ تعالی نے قرآن میں عقل سے کام لینے کا حکم تقریبا چالیس مقامات پر دیا ہے، اللہ تعالی کا مقصود اس سے یہ ہے کہ انسان اپنی عقل سے کام لے اور اس کی نشانیوں پر غور کرے اور اس سے عبرت حاصل کرے اور اپنے نفع اور نقصان کو پہچانے۔

اللہ کا غیر عاقل اور مجنون زدہ لوگوں سے اسلام کے احکامات کو اٹھا لینا عقل کی حفاظت کی اہمیت پر دلالت کرتا ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "رفع القلم عن ثلاث: عن النائم حتی يستيقظ، وعن الصبي حتی يبلغ، وعن المجنون حتی يفيق" (ابوداود، کتاب الحدود: ۴۳۹۸) علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

اللہ تعالی نے عقل والے انسان کو ہی احکام کا پابند بنایا ہے تو گویا شرعی احکام کا مکلّف ہونا عقل کی وجہ سے ہے، اسی طرح عقل کی حفاظت کی خاطر اللہ تعالی نے عقل کو نقصان پہنچانے والی ہر چیز کو حرام قرار دیا ہے، اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿يا أيها الذين آمنوا انما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون، انما يريد الشيطان أن يوقع بينكم العداوة والبغضاء في الخمر والميسر ويصدكم عن ذكر الله وعن الصلاة فهل أنتم منتهون﴾ (سورہ مائدہ: ۹۰، ۹۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور تھان اور فال نکلنے کے پانسے کے تیر یہ سب گندی باتیں اور شیطانی کام ہیں، ان سے بالکل الگ رہو تاکہ تم فلاح یاب ہو، شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تمہاری آپس میں عداوت اور بغض واقع کرا دے اور اللہ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے سو تم اب بھی باز آ جاؤ۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ما أسكر كثيره فقليله حرام" (ابوداود، کتاب الأشربة، ۳۶۸۱) علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔ اور عقل کی ہی حفاظت کی خاطر اللہ کے نبی نے شارب خمر پر حد قائم کرنے کا حکم دیا ہے جو ۸۰ کوڑے ہیں۔

حفظ مال:

مال ان ضروریات میں سے ہے جس کے بغیر انسانی زندگی مشکل ہے، اسی کے ذریعہ انسان اپنی ضروریات کو پوری کرتا ہے، اسی لیے اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ولا تؤتوا السفهاء أموالكم التي جعل الله لكم قياما﴾ (سورہ نساء: ۵) ترجمہ: یعنی بے عقل لوگوں کو اپنا مال نہ دے دو، جس مال کو اللہ نے تمہاری گزران کے قائم رکھنے کا ذریعہ بنایا ہے۔

مال کی حاجت تو ہر کسی کو ہے، چاہے فرد ہو یا جماعت یا پوری امت، انسان اپنی ضروریات کو بغیر مال کے پوری نہیں کر سکتا۔ مال اللہ کی عظیم نعمتوں میں سے ہے، جس کو اللہ نے اپنے بندوں کے درمیان خود ہی تقسیم کیا ہے، اور کسی انسان کے ہاتھ میں کسی کی روزی نہیں دی ہے۔ جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "يا أيها الناس لن أحدكم لن يموت حتى يستكمل رزقه فلا تستبطئوا الرزق واتقوا الله أيها الناس وأجملوا في الطلب خذوا ما حل

ودعوا ما حرم" (صحیح ابن حبان: ۳۲۳۹، والحاکم: ۴/۲) امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے، شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (دیکھئے السلسلۃ: ۶/۲۰۹)

ترجمہ: اے لوگو! بے شک تم میں سے کسی کو ہر گز موت نہیں آئے گی۔ یہاں تک کہ وہ اپنا رزق حاصل کر لے گا تو تم رزق حاصل کرنے میں دیر نہ کرو اور اللہ سے ڈرو۔ اے لوگو اور اچھے طریقے سے رزق طلب کرو جو حلال ہو اسے لے لو اور جو حرام ہو اسے چھوڑ دو۔

اسی لیے شریعت نے مال کی حفاظت کے متعدد طریقے بیان کیے ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) تجارت اور کسب معاش پر انسانوں کو ابھارا گیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿**هو الذي جعل لكم الأرض ذلولا فامشوا في مناكبها وكلوا من رزقه وإليه النشور**﴾ (سورہ ملک: ۱۵) ترجمہ: وہ ذات جس نے تمہارے لیے زمین کو پست و مطیع کر دیا تاکہ تم اس کی راہوں میں چلتے پھرتے رہو، اور اللہ کی روزیاں کھاؤ، اسی کی طرف تمہیں جی کر اٹھ کھڑا ہونا ہے، نیز فرمایا: ﴿**فإذا قضيت الصلاة فانتشروا في الأرض وابتغوا من فضل الله**﴾ (سورہ جمعہ: ۱۰)

(۲) کسی دوسرے کے مال پر ظلم کرنا حرام ہے، جیسا کہ اللہ نے فرمایا: ﴿**ولا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل**﴾ (بقرہ: ۱۸۸) ترجمہ: اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھایا کرو۔

(۳) مشروعیت حدود، یعنی چوری اور ڈاکہ زنی کی حد، اللہ تعالی کا فرمان: ﴿**والسارق والسارقة فاقطعوا أيديهما**﴾ (سورۃ المائدہ: ۳۸) ترجمہ: چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ دیا کرو، نیز اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "**كل المسلم على المسلم حرام دمه وماله وعرضه**" (رواہ مسلم: حدیث: ۶۷۰۶) ترجمہ: مسلمانوں کی سب چیزیں دوسرے مسلمان پر حرام ہیں، اس کا خون مال عزت اور آبرو۔

(۴) اسراف وتبذیر کی حرمت، اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿**ولا تبذر تبذيرا**﴾ (سورہ اسراء: ۲۶) ترجمہ: اسراف اور بیجا خرچ سے بچو۔

(۵) مال کسی ایسے شخص کو نہیں دیا جائے گا جو حسن صرف کی صلاحیت سے محروم ہو، جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿**ولا تؤتوا السفهاء أموالكم**﴾ (سورۃ النساء: ۵) ترجمہ: بے عقل لوگوں کو اپنا مال نہ دو۔

(۶) گری پڑی چیز کا اعلان کرنا اور اس کو پہنچوانا وغیرہ۔

یہی شریعت کے مقاصد ہیں۔ ہمیں اسے سمجھنے اور عملی زندگی میں نافذ کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالی ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ ☆☆

آثار شجر بے نشاں

اصول فقہ اور معتزلہ

مرغوب عالم مطلوب عالم صدیقی
عالمیت سال اول

چونکہ یہ موضوع دو شق پر مشتمل ہے، اولاً اصول فقہ، ثانیاً معتزلہ، لہٰذا بہتر ہے کہ قبل از بحث وتبصرہ دونوں کی تعریف وتعارف اختصاراً پیش کر دیا جائے، تاکہ معاملہ فہمی بطریق سہل ہو سکے۔

اصول فقہ کی تعریف:

اس کی تعریف دو اعتبار سے کی جاتی ہے (۱) باعتبار ترکیب اضافی (۲) باعتبار ترکیب لقبی۔

صورت اولیٰ میں اصول فقہ دو کلموں سے مرکب ہے: اصول اور فقہ، اصول اصل کی جمع ہے۔ جس کے معنی لغت میں ہے: وہ چیز جس پر کسی شئی کی بناء رکھی جائے۔ نیز اس کا اطلاق دلیل، راجح اور قاعدہ پر بھی ہوتا ہے۔ اور فقہ لغت میں: کسی شے کی فہم وادراک کو کہتے ہیں، اور اصطلاح میں: "**العلم بالأحكام الشرعية العملية المكتسبة من أدلتها التفصيلية**" یعنی ان شرعی احکام کو جاننے کا نام جن کا تعلق ایسے عمل سے ہو جو کہ شریعت کے تفصیلی دلائل سے کشیدہ ہوں۔(۱)

صورت ثانیہ میں اصول فقہ کی تعریف ان الفاظ میں کی جاتی ہے: "**هو العلم بالقواعد والأدلة الإجمالية التي يتوصل بها إلى استنباط الفقه**" یعنی ان قواعد اور اجمالی دلائل کو جاننے کا نام ہے جن کے ذریعہ فقہ کے استنباط تک رسائی ہو سکے۔(۲)

اصول فقہ کے مدون اول اور اس کا فائدہ:

مدون اول کے سلسلے میں کافی اختلاف ہے، لیکن راجح قول اور جن پر اکثر مؤرخین ومحققین کی نظر مرکوز ہے وہ امام شافعی رحمہ اللہ ہیں جنہوں نے ابتداءً "**الرسالة**" اور نہایۃً "**الحجة**" لکھا۔(۳)

---

(۱) إرشاد الفحول ص ۳، الإحكام للآمدي: ۱/۷ (۲) الوجيز: ۱۱، إرشاد الفحول: ۳
(۳) أصول الفقه للسرخسي الحنفي ۲/۱۳۰

اس علم کے فوائد میں سے سب سے عظیم فائدہ یہ ہے کہ کتاب و سنت کے مطابق اللہ اور اس کے رسول کی مراد کو سمجھا جا سکے۔(۱)

معتزلہ: تعریف و تعارف اور آئینۂ تاریخ میں:

اعتزال لغت میں تجنیہ، انفراد (تنہا ہونے، الگ ہونے) اور ضعف و انقطاع کو کہتے ہیں۔(۲)

اور اصطلاح میں: تابعی جلیل حسن بصری رحمہ اللہ کے زمانہ میں قدریہ میں سے وہ فرقہ ہے جنہوں نے واصل بن عطاء اور عمرو بن عبید کے ہمراہان کے ساتھ مرتکب کبیرہ کے سلسلے میں امت کی رائے سے اختلاف کیا تھا۔(۳)

دوسری صدی ہجری کے اوائل میں یونانی عقلیت پسندی کے تحت پروان چڑھنے والا یہ پہلا مکتب فکر تھا جس نے دینی معتقدات کی جانچ پڑتال کے لیے عقل کو معیار بنایا۔ اس کا ظہور عہد اموی میں ہوا اور عروج عباسی دور حکومت میں مامون کے زمانہ میں ہوا جو کہ یونانی فلسفہ و عقلیت سے مرعوب تھا۔ معتزلہ کو جو عروج حاصل ہوا وہ عباسی خلیفہ معتصم اور واثق باللہ کے زمانہ تک قائم رہا۔ متوکل کے دور میں اس کا زوال شروع ہوا اور ان کی جمعیت قائم نہ رہ سکی، شیرازہ بکھر گیا اور مختلف فرقوں میں بٹ گئے۔(۴)

انہوں نے اپنے لیے پانچ ایسے اصول وضع کئے جو ان کے درمیان مبادی مشترکہ کا درجہ رکھتے ہیں اور جنہیں تسلیم کئے بغیر کوئی شخص معتزلی کہلانے کا مستحق و حقدار نہیں ہوسکتا۔ وہ یہ ہیں: توحید، عدل، وعدہ وعید، **المنزلة بين المنزلتين** اور **أمر بالمعروف و النهي عن المنكر**۔

ان پانچوں اصول میں سے توحید و عدل دونوں کا بہت بڑا دخل واثر ہے کہ وہ اپنے آپ کو موحدہ وعدلیہ اور اہل العدل والتوحید سے بھی موسوم کرتے ہوئے بڑا فخر محسوس کرتے ہیں نیز اسی بناء پر اصول فقہ میں معتزلہ نے جمہور اصولیین سے اختلاف کیا جن کی تعداد بہت زیادہ ہے لیکن مختصراً چند اصول کو سپرد قرطاس کرنے کی سعی مسعود کر رہا ہوں۔(۵) اللہ مجھے حق لکھنے کی توفیق دے، آمین۔

---

(۱) مجموع الفتاوى لابن تيمية: ۲۰/ ۴۹۷

(۲) القاموس المحيط للفيروز آبادي: ۴/ ۱۰، تاج العروس للسيد محمد مرتضى الزبيدي: ۸/ ۴ – ۱۵

(۳) الفرق بين الفرق: ۱۱۷ – ۱۱۸، شرح الطحاوية: ۴۴۸

(۴) آراء المعتزلة الأصولية: ۳۷ – ۳۸

(۵) أيضاً: ۱۳۶

معتزلہ کے چند فقہی اصول پر بحث وتبصرہ:

(۱) معتزلہ کا کہنا ہے کہ: اشیاء پر بطریق تخییر حکم لگانا اس کے تمام اشیاء پر بطور بدل وجوب کا فائدہ دیتا ہے۔(۱)

انہوں نے اپنے مسلک کی تائید میں اس آیت کو پیش کیا: "**فکفارته إطعام عشرة مساكين من أوسط ما تطعمون أهليكم أو كسوتهم أو تحرير رقبة**" اور کہا کہ "**كسوتهم**" کا عطف "**إطعام**" پر ہوا ہے لہٰذا وجوب کے حکم میں دونوں شامل ہیں۔ معلوم ہوا کہ ''اطعام'' و ''کسوہ'' دونوں وا.جب ہیں اعتاق رقبۃ کی تخییر کے ساتھ۔ جبکہ جمہور اصولیین کا مسلک یہ ہے کہ اشیاء پر بطریق تخییر حکم لگانا بغیر کسی تعیین کے ان میں سے کسی ایک کے وجوب کا تقاضا کرتا ہے اور یہ مکلّف کے فعل سے متعین ہوگا۔(۲) جیسا کہ قاضی ابو یعلیٰ نے کہا: "**إذا ورد الأمر بأشياء على طريق التخيير كالكفارات الثلاث ونحوها فالواجب واحد منها بغير عينية فيتعين ذلك بفعله فيصير كأنه الواجب عليه بنفس السبب**"۔(۳)

(۲) معتزلہ کے نزدیک دو چیزوں میں سے کوئی ایک چیز اپنی نوعیت وخصوصیت کے ساتھ حرام نہیں ہو سکتی ہے۔(۴)

انہوں نے بطور دلیل یہ کہا: جب دو چیزوں میں سے ایک قبیح ہو تو پھر دونوں لامحالہ قبیح ہوں گی۔(۵)

جبکہ اس کے برعکس جمہور اصولیین کا مسلک یہ ہے کہ کسی چیز سے ''نہی'' بطریق تخییر ہو سکتی ہے اور ان میں سے کسی ایک کے حرام ہونے کا تقاضا کر سکتی ہے۔(۶)

جیسے کہ ایک شخص اپنے حق میں دو بہنوں کو اکٹھا ایک نکاح میں رکھنے کو قبیح سمجھتا ہے حالانکہ کسی ایک کے ساتھ عقد کو قبیح نہیں سمجھتا۔(۷)

---

(۱) المغنى:۱۷/۲۲ ـ ۱۲۳، المعتمد:۱/۷۷ ـ ۷۹

(۲) إحكام الفصول للباجي:۲۰۸، المستصفى:۱/۶۷

(۳) العدة:۱/۳۰۲

(٤) المختصر في أصول الفقه:٦٢، الإحكام:۱/١٤

(٥) آراء المعتزلة الأصولية:٢٤٥

(٦) الإحكام، ۱/١١٤

(۷) آراء المعتزلة الأصولية:١٤٨ ـ ١٤٩

(۳) ابوعلی الجبائی المعتزلی (المتوفی ۳۰۳ھ) کے نزدیک فرد واحد کی روایت ناقابل قبول ہے، اور جب دو عادل راوی دو راوی سے روایت کریں تو اس پر عمل واجب ہوگا۔(۱) اور بطور دلیل یہ کہا کہ نبی ﷺ نے جب دو رکعات پر سلام پھیر دیا تھا تو ذوالیدین کے کہنے کو نہیں مانا تھا، یہاں تک کہ آپ نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھ لیا۔(۲)

جبکہ جمہور اصولیین نے بدعویٔ اجماع خبر واحد کی مقبولیت کو ثابت اور اس پر عمل کو واجب قرار دیا، گرچہ وہ راوی اپنی روایت میں منفرد ہی کیوں نہ ہوں۔ جیسا کہ شیرازی رحمہ اللہ نے کہا ہے۔(۳) اور ابوعلی الجبائی کا جواب یوں دیا کہ اللہ کے نبی نے یہ سمجھا کہ ذوالیدین کو وہم ہوا، لہٰذا رفع وہم کے لیے آپ نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا نہ کہ اعتبار عدد کے لئے۔(۴)

(۴) **ابو القاسم البلخی الکعبی المعتزلی** (المتوفی ۳۱۷ یا ۳۱۹ھ) کا کہنا ہے کہ: مباح شرعی طور پر مامور بہ ہے۔(۵) وجہ بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ مباح حرام کو چھوڑنے کا ذریعہ اور وسیلہ ہے، اور حرام چھوڑنا واجب ہے، تو جو چیز بھی حرام کو چھوڑنے کا سبب بنے وہ واجب ہوگی۔(۶)

حالانکہ جمہور اصولیین کا مسلک اور راجح بات یہ ہے کہ مباح شرعی طور پر واجب نہیں، کیونکہ اس کے فعل و ترک میں اختیار ہے، مزید برآں نہ اس کے کرنے میں ثواب ہے اور نہ ہی اس کے نہ کرنے میں عقاب۔ اگر یہ واجب ہوتا تو ترک میں عقاب ضرور ہوتا جیسا کہ جمہور معتزلین کا موقف ہے۔(۷)

(۵) ابوعلی بن خلاد المعتزلی کی رائے یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو آئیڈیل مان کر عبادت کرنا صرف عبادات میں ہی ضروری ہے۔(۸) دیگر تمام افعال میں نبی کریم ﷺ کے لیے کوئی مصلحت ہو سکتی ہے، پھر ہمارے لیے تمام افعال میں آپ

---

(۱) المغنی: ۱۷/ ۳۸۰، المعتمد: ۲/ ۱۳۸

(۲) پوری روایت دیکھئے بخاری: ۲/ ۶۶، باب من لم یتشہد فی سجدتی السھو له

(۳) التبصرۃ: ۳۱۲

(٤) آراء المعتزلة الأصولية: ۳٤٤

(٥) البرهان: ۱/ ۲۹۳، لأصول إلى الأصول: ۱/ ۱٦۷

(٦) آراء المعتزلة الأصولية: ۲٥۲

(۷) أيضاً: ۲٥۳

(۸) المعتمد: ۱/ ۳٥٤

کی اطاعت کرنا ضروری نہیں ہے۔(۱)

حالانکہ حق بات یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی اطاعت وتابعداری ان تمام افعال میں باعث تقرب الی اللہ اور باعث تعبد ہے جن کو آپ نے کیا، سوائے وہ افعال جن میں خصوصیت کی کوئی بین دلیل مل جائے، اس لیے کہ آپ ﷺ افضل واکمل کام کو ہی پسند فرماتے تھے۔(۲)

(۶) ابو مسلم الاصفہانی (المتوفی ۴۵۹ھ) کے نزدیک سابقہ شریعتوں کا نسخ شرعی طور پر صحیح نہیں ہے۔(۳) کیونکہ یہ بداء یعنی کسی چیز کے آغاز کی طرف لے جاتا ہے اور یہ جائز نہیں۔(۴)

حالانکہ جمہور اصولیین کا مسلک اور راجح بات یہ ہے کہ نسخ عقلاً وشرعاً جائز اور واقع ہونے والا ہے کیونکہ شریعتوں کے نسخ سے کوئی چیز مانع نہیں ہے نیز امت کا اس بات پر اجماع واتفاق ہے کہ دین اسلام اپنے ماقبل کی تمام آسمانی شریعتوں کا ناسخ ہے اور اس بات پر بھی اجماع ہے کہ احکام شرعیہ میں نسخ کا وقوع ہے۔(۵)

(۷) ابراہیم النظام کا خیال یہ ہے کہ اجماع کوئی ایسی شرعی حجت نہیں جو لائق اتباع ہو۔(۶) کیونکہ اس میں امت کی شمولیت ہوتی ہے اور اس میں خطا کا وقوع ممکن ہے لہٰذا وہ حجت شرعیہ نہیں ہوسکتا۔(۷)

حالانکہ جمہور اہل علم کے نزدیک اور برحق موقف یہ ہے کہ اجماع حجت شرعیہ ہے۔(۸) اس لیے کہ اللہ کے نبی نے اپنی امت کے لیے یہ گواہی دے دی ہے کہ وہ کبھی بھی ضلالت پر متفق نہیں ہو سکتی تو جس پر متفق ہوگی وہ حجت ہوگی لہٰذا حق یہ ہے کہ حق کی اتباع کی جائے۔(۹)

(۸) معتزلہ کا اصول یہ بھی ہے کہ علت بذات خود موثر ہے یعنی حکم کو علت بنفس خود مصلحت ومنفعت کو عام کرنے اور برائی کو دور کرنے کی غرض سے واجب کر دیتی ہے۔(۱۰)

حالانکہ حق بات یہ ہے کہ علت بذات خود احکام میں موثر نہیں ہے بلکہ اگر احکام میں کوئی موثر حقیقی ہے تو صرف اور

---

(۱) آراء المعتزلة لأصولية: ۳۲۲ — (۲) آراء المعتزلة لأصولية: ۳۳۱

(۳) إرشاد الفحول: ۱۸۵، التمهيد: ۲/۳٤۱ — (٤) آراء المعتزلة لأصولية: ٤۲۰

(٥) أيضاً: ٤۳۰ — (٦) المغني: ۱۷/۲۹۷

(۷) آراء المعتزلة لأصولية: ۳٥۲ — (۸) احكام الفصول: ٤۳٥

(۹) آراء المعتزلة: ۳٦۲ — (۱۰) المغني: ۱۷/۲۸٥—۳۳۰

صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ کی ذات ہے، کیونکہ شریعت کے حکم سے قبل علت نے کسی چیز کو بذات خود حرام نہیں کیا۔ مثلاً شرابی پر حد، چوری پر حد، اور زنا پر رجم وجلد وغیرہ کا حکم، بلکہ ان سب کو اللہ نے حرام کیا ہے تو حرام ہے، نہ کہ علت کی وجہ سے۔(۱)

(۹) قدیم مشائخ معتزلہ کا اصول یہ ہے کہ کسی شیئ پر ''امر'' اس کی ضد کی ''نھی'' نہیں ہے، اس لیے کہ یہ کہنا "أن الأمر بالشيء نهي عن ضده" حقیقتاً امر کو ''نہی'' کا دوسرا نام دینا ہے اور یہ باطل ہے۔ کیونکہ یہ دو متضاد چیزیں ہیں جیسے کہ علم وجہل۔(۲)

حالانکہ راجح بات یہ ہے کہ "الأمر بالشيء نهي عن ضده" بطریق معنی ہے نہ کہ بطریق صیغہ، اس معنی میں کہ کسی شیئ کا حکم اس کی نہی کو بھی مستلزم ہے۔(۳) جیسا کہ یہی بات شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی کہی ہے۔(۴)

(۱۰) ابو الهذيل العلاف المعتزلي کے نزدیک قیاس کو دین کہنا صحیح نہیں ہے۔ بطور دلیل کہا کہ دین اسے ہی کہا جائے گا جس کا ثبوت تواتر کے ساتھ ہو اور چونکہ یہ قیاس کرنے والے کا فعل ہے، لہٰذا اس کو دین کیونکر کہا جا سکتا ہے؟ حالانکہ حق بات یہ ہے کہ قیاس دین ہی میں سے ہے کیونکہ شرعی امر کی عبادت گزاری اس کے ذریعہ ثابت ہے، اور اس کے مقتضا کے بموجب عمل کرنے پر فی الجملہ اجماع ہے تو ہر وہ چیز جو امت کی جانب سے مجمع علیہ ہو اور جسے کرنے کا شرعاً حکم دیا گیا ہو تو یقیناً وہ دین میں سے ہی ہوگی۔(۵)

قارئین کرام! اسی طرح بہت سے ایسے اصول ہیں جن کے احصاء کے لیے یہ صفحات تنگ ہیں، جن میں معتزلہ نے اپنی عقلیت پسندی کی وجہ سے نقل پر عقل کو ترجیح دیتے ہوئے جمہور اصولیین کی مخالفت کی ہے، جبکہ وہ نقل وعقل دونوں اعتبار سے مرجوح ہیں۔

لہٰذا بایجاز واختصار چند معتزلی اصول پر تعارف وتبصرہ پیش کرتے ہوئے رب سے یہی دعا گو ہوں کہ ہم تمام مسلمانوں کو سالکین خیر وہدی اور اسلاف سے سچی محبت رکھنے والا بنا، آمین۔

☆☆☆

---

(۱) آراء المعتزلة الأصولية:٤٠٤ (۲) أيضاً:٥٠٧-٥٠٨

(۳) أيضاً:٥١٣ (٤) تفصیل کے لئے دیکھئے مجموع الفتاوی:٢٠/١١٨

(٥) آراء المعتزلة الأصولية:٦٤١

قرآن مجید کی دعوت توحید

قرآن کی دعوت توحید یہ تھی کہ اس طرح کی خدا پرستی سچی خدا پرستی نہیں ہے، سچی خدا پرستی یہ ہے کہ نہ صرف اسے مانا جائے، بلکہ جو کچھ اس کے لیے مانا جائے اس میں کسی دوسری ہستی کو شریک نہ کیا جائے، اس نے کہا: "ہر طرح کی بندگی و نیاز کی مستحق صرف اسی کی ذات ہے" پس اگر تم نے عابدانہ عجز و نیاز کے ساتھ کسی دوسری ہستی کے سامنے سر جھکایا تو سچی خدا پرستی باقی نہ رہی، اس نے کہا: دعاء، استعانت، رکوع وسجود، عجز و نیاز، اعتماد وتوکل اور اس طرح کے تمام عبادت گزارانہ اور نیاز مندانہ اعمال وہ اعمال ہیں جو خدا اور اس کے بندوں کا باہمی رشتہ قائم کرتے ہیں، پس اگر ان اعمال میں دوسروں کو بھی شریک کرلیا تو خدا کے رشتۂ عبودیت کی یگانگت باقی نہ رہی اور. جب یگانگت باقی نہ رہی تو سچی خدا پرستی نہ ہوئی، اس طرح عظمتوں، کبریائیوں، کارسازیوں اور بے نیازیوں کا جو تصور تمہارے اندر خدا کا اعتماد پیدا کرنا ہے وہ صرف خدا ہی کے لیے مخصوص ہونا چاہیے، اگر تم نے ویسا ہی اعتماد کسی دوسری ہستی کے لیے پیدا کرلیا تو تم نے اسے خدا کا شریک بنا دیا اور. جب شریک بنا دیا تو صرف اسی کو نہیں مانا، دوسروں کو بھی مان لیا، حالانکہ اس کے ماننے کے معنی تو یہ تھے کہ صرف اسی کو مانا جائے۔

(مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ)

تفہیمات

اغیار کے افکار و تخیل کی گدائی
کیا تجھ کو نہیں اپنی خرد تک بھی رسائی
(اقبال)

حقیقت اقامت واذاں

نومولود کے کان میں اذان واقامت کا مسئلہ

نسیم احمد عبدالشکور
عالمیت سال اول

اسلام نے اپنے ماننے والوں کے لیے ہر طرح کی بھلائیوں کو اجاگر کیا ہے، اگر اس کے متبعین اس کی اتباع کریں تو فوز وفلاح سے ہمکنار ہو سکتے ہیں، اور ان کی ہر عبادت عند اللہ مقبول ہو سکتی ہے۔ لیکن افسوس تو اس پر ہے کہ لوگوں نے دین میں کچھ ایسی چیزوں کو داخل کر لیا ہے جو لوگوں کے درمیان مشکوک ہیں۔ جب کہ فرمان رسول ہے: "**دع ما يريبك إلى ما لا يريبك**". (۱)

انہیں مشتبہ مسائل میں سے ایک مسئلہ نومولود کے کان میں اذان واقامت کا ہے، اب اس کا حل کس طرح ہوگا۔ جب کہ یہ مسئلہ علماء کے درمیان بھی مشکوک ہے۔ آیئے ہم کتاب و سنت کی روشنی میں اس کا حل تلاش کرتے ہیں کہ آیا یہ صحیح ہے یا باطل، کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "**من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو رد**" جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں پس وہ مردود ہے۔ (۲) اور اس طرح دوسری حدیث میں فرمایا: "**من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد**" جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی نئی بات پیدا کی جو ہمارے دین سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔ (۳) ان دونوں حدیثوں سے یہ بات کھل کر عیاں ہو جاتی ہے کہ کوئی عبادت اسی وقت مقبول ہو سکتی ہے۔ جب وہ کتاب اللہ اور سنت رسول کے مطابق ہو، ورنہ وہ مردود و ناقابل قبول ہے۔

اب ہم یہاں سے اس مسئلہ کی شرعی حقیقت کا جائزہ لیتے ہیں:

جواز کے قائلین کے دلائل اوران کا رد:

پہلی دلیل: **أخبرنا سفيان عن عاصم بن عبيد الله عن عبيد الله ابن أبي رافع عن أبيه قال**

---

(۱) صحيح ابن حبان: ۲/۴۹۸، رقم الحديث: ۷۲۲، صححه الألباني في الترغيب (۲/۵۳۵)، رقم الحديث: ۲۲۳۱.

(۲) صحيح مسلم، رقم الحديث: ۴۴۹۳، ص: ۷۶۲.

(۳) صحيح بخارى، رقم الحديث: ۲۶۹۷، وصحيح مسلم، رقم الحديث: ۴۴۹۲، ص: ۷۶۲.

رأیت رسول اللہ ﷺ أذن في أذن الحسن بن علي حين ولدته فاطمة بالصلاۃ" ابورافع فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حسن بن علی کے کان میں نماز والی اذان دیتے ہوئے سنا جس وقت فاطمہ نے انہیں جنم دیا۔(۱)

عاصم بن عبیداللہ بن عاصم بن عمر بن خطاب العدوی المدنی القرشی کو امام بخاری نے منکر الحدیث، ابن معین نے ضعیف، ابن سعد نے کان کثیر الحدیث لا یحتج بہ، ابوحاتم نے منکر الحدیث مضطرب الحدیث لیس له حدیث یعتمد علیه، ابن خراش نے ضعیف، ابن خزیمہ نے لست أحتج به لسوء حفظه، دارقطنی اور علی بن مدینی نے یترك وهو مغفل، بزار نے حدیثه لین، ابوداود نے لا یکتب حدیثه، ابن حبان نے کان سيء الحفظ، کثیر الوهم، فاحش الخطأ، ساجی نے مضطرب الحدیث، ابن نمیر نے منکر الحدیث مضطرب الحدیث، ابن حجر نے ضعیف کہا ہے۔(۲)

حدیث ابورافع کی متابع جسے امام طبرانی نے بیان کیا: حدثنا محمد بن عبد الله الحضرمي، حدثنا عون بن سلام (ح) وحدثنا الحسين بن إسحاق التستري حدثنا يحيى الحماني قالا حدثنا حماد بن شعيب عن عاصم بن عبيد الله عن علي بن الحسين عن أبي رافع أن النبي ﷺ أذن في أذن الحسن والحسين رضي الله عنهما حين ولدا وأمر به اللفظ للحماني. ابورافع سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حسن اور حسین کے کان میں اذان دی. جب وہ پیدا ہوئے اور اس کا حکم بھی دیا۔(۳)

(۱) عاصم بن عبیداللہ یہ وہی راوی ہیں جن کا ذکر ابھی ہوا ہے۔

(۲) یحیٰ بن عبدالحمید بن عبداللہ بن میمون بن عبدالرحمٰن الحمانی حافظ ابوزکریا الکوفی لقب جدہ بشمین، ابوداؤد نے کان یحیی حافظا، ابن نمیر نے کذاب، بخاری نے کان أحمد وعلي يتكلمان في يحيى الحماني، ابن

---

(۱) سنن أبی داود، رقم الحديث: (۵۱۰۵) ص: ۹۲۴، سنن ترمذی (۱۵۱۴) ص: ۳۶۸، مسند أحمد (۳۹/۲۹۷) (۲۳۸۶۹)، مصنف عبدالرزاق (۴/۱۳۷) (۷۹۸۶)، مستدرک حاکم (۴/۱۷۵) (۴۸۸۰)، شعب الایمان للبیهقی (۱۱/۱۰۴) (۸۲۵۲).

(۲) تهذيب التهذيب (۳/۳۲۲) رقم الترجمة (۳۵۶۳)، تهذيب الكمال (۱۳/۵۰۰) (۳۰۱۴)، تقريب ص ۴۷۲ (۳۰۸۲)، الجرح والتعديل (۶/۴۵۲) (۱۹۱۷/۱۱۱۶۷)، ميزان الاعتدال (۲/۳۵۳) (۴۰۵۶)، الكاشف (۲/۴۶) (۲۵۳۰) الكامل (۵/۱۸۶۶)

(۳) المعجم الكبير (۱/۳۱۳) (۹۲۶).

عمار نے فقد سقط حدیثه ، ابراہیم الجوزجانی نے یحییٰ الحمانی کو ساقط، متلون، ترك حدیثه فلا ینبعث، ابن المسیب الارغیانی نے ضربوا علی حدیث الحمانی بسنته أقلام ، ذہلی نے ما استحل الروایة عنه ، نسائی نے ضعیف لیس بثقة ، ابن نمیر نے ثقہ، یحییٰ بن معین نے صدوق ثقة ، احمد نے لیس بمأمون علی الحدیث، حافظ ابن حجر رحمہم اللہ نے حافظ الا انهم اتهموه بسرقة الحدیث کہا ہے۔(۱)

(۳) حماد بن شعیب التمیمی ابو شعیب الحمانی کو امام بخاری نے فیه نظر ، احمد نے لا أدری کیف هو، یحییٰ بن معین نے ضعیف ، ابوزرعہ نے کوفی ضعیف الحدیث، نسائی نے ضعیف ، ابن عدی نے أکثر حدیثه مما لا یتابع علیه اور ابوحاتم رحمہ اللہ نے لیس بالقوی کہا ہے اور ابن جارود نے بخاری سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے حماد بن شعیب کو منکر الحدیث اور دوسری جگہ ترکوا حدیثه کہا ہے۔(۲)

دوسری دلیل: بیہقی نے شعب الایمان میں بسند "أخبرنا یحییٰ بن العلاء الرازی عن مروان بن سالم عن طلحة بن عبید الله العقیلی عن الحسین بن علي قال، قال رسول الله ﷺ من ولد له ولد فأذن في أذنه الیمنی وأقام في أذنه الیسری رفعت عنه أم الصبیان "وفي روایة لم تضره أم الصبیان" حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا جس کے یہاں کوئی لڑکا پیدا ہو تو وہ اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہے تو اسے ام الصبیان کی بیماری لاحق نہیں ہوگی۔(۳)

تحقیق: علامہ البانی رحمہ اللہ نے مذکورہ حدیث کو ''موضوع'' قرار دیا ہے۔(الضعیفة: (۳۲۱) ۱/۴۹۱)

(۱) یحییٰ بن العلاء البجلی الرازی کو احمد بن حنبل نے کذاب ، یضع الحدیث ، عمرو بن علی، نسائی اور دارقطنی نے

---

(۱) تهذیب التهذیب (۷/۲۹) (۸۸۸۹)، تقریب ص ۱۰۶۱ (۷۶۴۱)، تهذیب الکمال (۳۱/۴۱۹) (۶۸۶۸)، التاریخ الکبیر (۸/۲۹۱) (۳۰۳۷)، میزان الاعتدال (۴/۳۹۲) (۹۵۶۷) الجرح والتعدیل (۹/۲۰۶) (۲۹۵/۱۶۳۵۰) سیر أعلام النبلاء (۱۰/۵۲۶) (۱۷۰) الضعفاء للعقیلي (۴/۱۵۲۲) (۲۰۴۳)

(۲) التاریخ الکبیر (۳/۲۵) (۱۰۱)، الجرح والتعدیل (۳/۱۵۶) (۲۲۵/۲۹۱۸)، لسان المیزان (۲/۲۵۳) (۲۹۶۱)، میزان الاعتدال (۱/۵۹۶) (۲۲۵۴).

(۳) شعب الایمان (۱۱/۱۰۶) (۸۲۵۴)، مجمع الزوائد (۴/۶۲) (۶۲۰۲)، مسند أبویعلی (۶/۱۸۰) (۶۷۴۷)، ارواء الغلیل (۴/۴۰۱) (۱۱۷۴)، الضعیفة (۱/۴۹۱) (۳۲۱)

متروك الحديث، جوزجانی نے غير مقنع، ابوزرعہ نے في حديثه ضعف، ابن حبان نے لا يجوز الاحتجاج به، یعقوب بن سفیان نے تعرف وتنكر، ساجی نے منكر الحديث فيه ضعف، ابن حجر نے رمي بالوضع، دولابی نے متروك في الحديث، حربی نے غيره أوثق منه، ابن عدی نے احاديثه موضوعات، ابوداود رحمہم اللہ نے ضعیف کہا ہے۔(۱)

(۲) مروان بن سالم الغفاری ابوعبداللہ الشامی الجزری کو امام نسائی نے متروك الحديث، بخاری ومسلم نے منكر الحديث، ابوحاتم نے منكر الحديث جدا ضعيف الحديث، ليس له حديث قائم، دارقطنی نے متروك الحديث، ابونعیم نے منكر الحديث، امام بغوی نے منكر الحديث لا يحتج بروايته، ابوعروبہ الحرانی نے كان يضع الحديث، حاکم ابواحمد نے حديثه ليس بالقائم، احمد بن حنبل نے ليس بثقة اور ابن حجر رحمہم اللہ نے متروك کہا ہے۔(۲)

تیسری دلیل: عبدالرزاق نے مصنف میں بسند عن ابن ابی یحییٰ عن عبد الله بن ابی بكر أن عمر بن عبدالعزيز كان اذا ولد له ولد أخذه كما هو في خرقته فأذن في أذنه اليمنى وأقام في اليسرى وسماه مكانه.

عمر بن عبدالعزیز کے یہاں. جب کسی بچے کی ولادت ہوتی تو اسے رومال میں لیتے اور اس کے دائیں کان میں اذان دیتے اور بائیں میں اقامت کہتے۔(۳)

(۱) ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ کو علی بن مدینی نے كذاب، بخاری نے جهمي تركه، ابن المبارك والناس،

---

(۱) تہذیب التہذیب (۷/۸۷) (۸۹۱۷)، تقریب ص ۱۰۶۳ (۶۲۶۸)، وتہذیب الکمال (۳۱/۳۸۴) (۶۸۹۵) الکاشف (۳/۲۳۲) (۶۳۳۶)، الجرح والتعدیل (۹/۲۲۱) (۱۶۳۹۹ / ۴۴۷) میزان الاعتدال (۴/۳۹۷) (۹۵۹۱) الکامل (۷/۲۶۵۵)

(۲) تہذیب التہذیب (۶/۲۲۲) (۶۷۶۶)، التقریب ص: ۹۳۱ (۶۶۱۴) تہذیب الکمال (۲۷/۳۹۲) (۵۸۸۳)، الجرح والتعدیل (۸/۳۱۳) (۱۴۵۶۲/۱۲۵۵)، سیر أعلام النبلاء (۹/۳۵) (۸) التاریخ الکبیر (۷/۳۷۳) (۱۶۰۲) الکامل (۶/۲۳۸۰)

(۳) مصنف عبدالرزاق (۴/۱۳۷) (۷۹۸۵)

كان يرى القدر ، جوزجانی نے غير مقنع ولا حجة، فيه ضروب من البدع، نسائی نے متروك الحديث، ليس بثقة، ولا يكتب حديثه ، ابن معین نے ليس بثقة، بشر بن مفضل نے سألت فقهاء المدينة عنه فكلهم يقولون كذاب ، شافعی نے قدری ، عبد اللہ بن احمد بن حنبل نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ كان قدريا معتزليا جهميا كل بلاء فيه اور حافظ ابن حجر رحمہم اللہ نے متروك کہا ہے۔(۱)

(۲) عبد اللہ بن ابی بکر بن یزید رحمہ اللہ جرکو علی بن مدینی اور ابن حجر رحمہم اللہ نے مجہول کہا ہے۔(۲)

چوتھی دلیل: امام بیہقی نے شعب الایمان میں بیان کیا: "أخبرنا أبو سعيد علي بن أحمد بن عبدان، أخبرنا أحمد بن عبيد الصفار حدثنا محمد بن يونس، حدثنا الحسن بن عمرو بن سيف السدوسي، حدثنا القاسم بن مطيب عن منصور بن صفيه عن أبي معبد عن ابن عباس رضي الله عنه أن النبي صلی اللہ علیہ وسلم أذن في أذن الحسن بن علي يوم ولد فأذن في اليمنى وأقام في اليسرى. عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حسن بن علی کے دائیں کان میں اذان دی جس دن وہ پیدا ہوئے اور بائیں کان میں اقامت کہی۔(۳)

تحقیق: مذکورہ حدیث کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے "موضوع" کہا ہے۔(الضعیفہ: (۶۱۲۱) ۱۳/۲۷۱)

(۱) محمد بن یونس بن موسی بن سلیمان بن عبید بن ربیعہ بن کدیم السلمی الکدیمی کے بارے میں آجری نے کہا سمعت أبا داود يتكلم في محمد بن سنان وفي محمد بن يونس يطلق عليهما الكذب، ابو عباس بن زیاد القطان نے كان موسى بن هارون ينهى الناس عن السماع عن الكديمي ، دارقطنی نے كان الكديمي يتهم بوضع الحديث، ابن حبان نے كان يضع الحديث لعله قد وضع على الثقات أكثر من ألف حديث، ابن عدی نے سمعت موسى بن هارون نسب الكديمي إلى بالكذب ، حاکم ابواحمد نے كديمي ذاهب الحديث، ترکہ

(۱) تهذيب التهذيب (۱/۱۴۹) (۲۸۴)، تهذيب الكمال (۲/۱۸۴) (۲۳۶)، الجرح والتعديل (۲/۴۳) (۳۹۰) ميزان الاعتدال (۱/۵۷) (۱۸۹)، التقريب ص ۱۱۵ (۲۴۳)

(۲) التقريب ص ۴۹۴ (۳۲۵۳)، تهذيب التهذيب (۳/۴۲۷) (۳۷۶۳)، تهذيب الكمال (۱۴/۳۴۶) (۳۱۸۷) الكاشف (۲/۶۷) (۲۶۷۹)، الجرح والتعديل (۵/۲۱) (۱۳ ۷۴/۷۹) التاريخ الكبير (۵/۵۴) (۱۱۸)

(۳) شعب الايمان (۱۱/۱۰۶) (۸۲۵۵) بیہقی نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے، الضعيفة (۱۳/۲۷۱) (۶۱۲۱)

ابن صاعد خلیلی نے **لیس بذاك القوي** اور حافظ ابن حجر رحمہم اللہ نے **ضعیف** کہا ہے۔(۱)

(۲) حسن بن عمرو بن سیف العبدی کو امام بخاری نے **کذاب**، ابو احمد الحاکم نے **متروك الحديث**، ابن الجوزی نے **کذبه ابن المديني**، امام رازی اور ابن حجر نے **متروك** کہا ہے۔(۲)

(۳) قاسم بن مطیب عجلی بصری کے بارے میں ابن حجر رحمہم اللہ نے کہا **فيه لين**۔(۳)

پانچویں دلیل: حسین بن علی کا اثر ہے جسے یعقوبی نے اپنی تاریخ میں کچھ اس طرح ذکر کیا ہے۔ زہیر بن القین اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ندا لگا رہا تھا، اے اہل کوفہ! تم اللہ کے عذاب سے ڈرو! اے اللہ کے بندو ڈرو! ابن سمیہ کی بہ نسبت فاطمہ کا لڑکا تمہاری مدد و نصرت کا زیادہ مستحق ہے، اگر تم اس کی اعانت نہیں کرتے تو اس سے قتال بھی نہ کرو، اے لوگو! جان لو کہ زمین کے اوپر حسین کے علاوہ کسی بھی نبی کے نواسے نے صبح نہیں کی ہے، جو بھی شخص ان کے قتل پر کسی بھی طرح کی معاونت کرے گا اللہ اسے دنیا میں ذلیل کر دے گا اور آخرت میں سخت عذاب میں مبتلا کرے گا پھر انھوں نے فرداً فرداً پیش قدمی کی یہاں تک کہ وہ اپنے اہل خانہ میں اکیلے بچے، آپ اپنے گھوڑے پر کھڑے تھے کہ ایک نومولود کو آپ کے پاس لایا گیا تو آپ نے اس کے کان میں اذان دی۔(۴)

تحقیق: یعقوبی نے اپنی تاریخ میں اس واقعہ کو بلاسند ذکر کیا ہے، اس لیے یہ قابل احتجاج نہیں ہے۔

چھٹی دلیل: یہ ہے کہ بعض لوگ اسے اذان پر قیاس کرتے ہیں اور **لقنوا على موتاكم لا إله إلا الله** پر قیاس کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس طرح اللہ کے رسول ﷺ نے انسان کی دنیا سے رخصتی پر لا الہ الا اللہ یعنی توحید کی تلقین کرنے کو کہا ہے اسی طرح انسان کا آغاز بھی توحید سے ہو، اس لیے ہمیں اذان اور اقامت کہنی چاہیے جبکہ یہ قیاس درست نہیں

---

(۱) تهذيب التهذيب (۱۳۲/۶) (۷۵۸۹)، التقريب ص ۹۱۲ (۶۴۵۹) تهذيب الكمال (۶۶/۲۷) (۷۵۲۱)، الجرح والتعديل (۱۴۱/۸) ۵۴۸/۱۳۸۵۵) سير أعلام النبلاء (۳۰۲/۱۳) (۱۳۹)

(۲) تهذيب التهذيب (۶۳/۲) (۱۵۰۲) تهذيب الكمال (۲۸۷/۶) (۱۲۵۹) التقريب ص ۲۴۱ (۱۲۷۹) التاريخ الكبير (۲۹۹/۲) (۲۵۳۶) الجرح والتعديل (۲۹/۳) (۱۰۹/۲۴۰۲) ميزان الاعتدال (۵۱۶/۱) (۱۹۱۹)

(۳) التقريب ص ۷۹۵ (۵۵۳۱)

(۴) تاريخ اليعقوبى (۲۴۴/۲-۲۴۵)

کیونکہ عبادات میں قیاس صحیح نہیں اور اصول فقہ کی کتابوں میں یہ بات قطعیت کے ساتھ ثابت ہے کہ "الأصل في العبادة المنع لا ما أحل الله ورسوله"۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جو احادیث نومولود کے کان میں اذان واقامت کے جواز پر دلالت کرتی ہیں وہ قابل حجت نہیں کیونکہ ان احادیث کی ہر سند میں کوئی نہ کوئی راوی ضعیف ہے اور اگر بفرض محال ان احادیث کو صحیح مان لیا جائے جیسا کہ امام ترمذی نے ''حدیث صحیح'' کہا ہے پھر بھی یہ محل نظر ہے کیونکہ یہ ایسا مسئلہ ہے جو جائز کہنے والوں کے نزدیک سنت ہے اور یہ بات اصول فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ سنت کا تارک گنہگار نہیں ہوتا جبکہ اگر وہ فعل جو سنت سے ثابت نہ ہو تو اس کا ارتکاب کرنے والا گنہگار ہوتا ہے اور موجد بدعتی قرار پاتا ہے، حالانکہ یہ مسئلہ ایسا ہے جو علماء کرام کے نزدیک مشتبہ اور مشکوک ہے کہ آیا یہ بات درست ہے یا نہیں تو اس کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "إن الحلال بين وإن الحرام بين وبينهما مشتبهات لا يعلمهن كثير من الناس فمن اتقى الشبهات استبرأ لدينه وعرضه ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام. (الحديث) (۱)

اس حدیث سے یہ بات بالکل عیاں ہوجاتی ہے کہ ہمیں مشتبہ امور سے بچنا چاہیے کیونکہ یہی سلف کا طریقہ رہا ہے۔

اس بحث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ نومولود کے کان میں اذان واقامت کہنا ایسا غیر شرعی عمل ہے جس کا شریعت میں کوئی ثبوت موجود نہیں ہے اس لیے ہمیں اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم۔

اخیر میں اللہ رب العالمین سے دعا ہے کہ الٰہ العالمین ہمیں کتاب و سنت کے مطابق عمل کرنے اور بدعات وخرافات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

☆☆☆

(۱) صحيح مسلم، ص ۲۹۸، رقم الحديث: ۴۹۰۴، صحيح بخاری رقم الحديث: ۵۲، ص: ۱۲.

تحقیقات

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں
اب ٹھیرتی ہے دیکھئے جاکر نظر کہاں

(الطاف حسین حالی)

توضیح مسئلہ دوراں

سزائے موت اسلام کی نظر میں

ساجداختر ریاض الاسلام
فضیلت سال آخر

حق حیات سے متعلق اسلامی تصور:

اسلام نے تمام انسانوں کو زندہ رہنے کا حق دیا ہے۔خواہ وہ کسی بھی قوم، ملک، علاقہ، مذہب اور جنس سے تعلق رکھتے ہوں۔اس کے نزدیک ایک انسان کو قتل کرنا تمام انسانوں کو قتل کرنے کے برابر ہے، قرآن کہتا ہے:

﴿من قتل نفسا بغير نفس أو فساد في الأرض فكأنما قتل الناس جميعا ومن أحياها فكأنما أحيا الناس جميعا﴾ (المائدہ:۳۲)

ترجمہ: جس نے کسی کو ناحق قتل کیا یا زمین پر فساد برپا کیا گویا اس نے پوری انسانیت کو قتل کیا، اور جس نے کسی ایک شخص کی جان بچائی گویا اس نے پوری انسانیت کی جان بچائی۔

اسلام نے ناحق قتل کرنے والے کو جہنم میں ہمیشگی کی سزا سنائی ہے، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿ومن يقتل مؤمنا متعمدا فجزاءه جهنم خالدا فيها وغضب الله عليه ولعنه وأعد له عذابا عظيما﴾ (النساء:۹۳)

ترجمہ: اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے اس کا بدلہ جہنم ہے اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیش رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب ہے اور اس کی لعنت ہے اور اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔

اللہ تعالی نے غربت کی وجہ سے قتل اولاد سے بھی منع فرمایا ہے:

﴿ولا تقتلوا أولادكم خشية إملاق نحن نرزقهم وإياكم إن قتلهم كان خطأ كبيرا﴾ (الاسراء:۳۱)

ترجمہ: اور مفلسی کے خوف سے اپنی اولاد کو نہ مار ڈالو، ان کو اور تم کو ہم ہی روزی دیتے ہیں، یقیناً ان کا قتل کرنا کبیرہ

گناہ ہے۔

مزید یہ کہ اسلام نے نہ صرف دوسروں کی ناحق جان لینے سے روکا بلکہ خود کو بھی ہلاکت میں ڈالنے سے منع کیا اور خود کشی کو حرام قرار دیا:

﴿ولا تقتلوا أنفسكم إن الله كان بكم رحيما﴾ (النساء:۲۹)

ترجمہ: اور تم لوگ اپنے نفس کو قتل نہ کرو بیشک اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرنے والا ہے۔

یعنی اسلام نے ناحق قتل کرنے کو ہر حالت میں حرام قرار دیا:

﴿ولا تقتلوا النفس التي حرم الله إلا بالحق﴾ (الاسراء:۳۳)

ترجمہ: اور تم لوگ کسی کو بھی قتل نہ کرو جس کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے مگر حق کے ساتھ۔

اسلام نے ناحق قتل میں مسلم اور غیر مسلم کی تفریق نہیں کی:

"من قتل معاهدا لم يرح رائحة الجنة" (۱)

ترجمہ: جس نے بھی کسی ذمی کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔

زندگی کے حق کو محض کسی غیر واضح جرم کی بنا پر حراست میں رکھنے کے لیے خطرہ میں ڈالنا صحیح نہیں ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"والله لا يؤسر رجل في الإسلام بغير العدول" (۲)

اسلام نے اسقاط حمل کو بھی ناجائز قرار دیا اور اس کو حق حیات کے مخالف بتایا۔

یوں تو انسان کے کئی حقوق ہیں مثلاً شخصی، ذاتی، سماجی، سیاسی اور معاشی وغیرہ جو اس کو لازماً ملنے چاہئیں۔ ان میں سے اس کا اولین اور بنیادی حق ''حق حیات'' ہے، قرآن کریم کے سرسری مطالعہ سے بھی یہ معلوم کرنا مشکل نہیں ہے کہ اس نے اس حق کو کتنی اہمیت دی ہے۔

اسلام نے واضح طور پر یہ کہہ دیا ہے کہ ہر وہ انسان جو اس روئے زمین پر پیدا ہوا اس کو زندہ رہنے کا بھرپور حق ہے۔

---

(۱) بخاری، کتاب الدیات، باب اثم من قتل ذمیا بغیر جرم، رقم:۶۹۱۴۔

(۲) موطأ مالک، کتاب الاقضیۃ، باب ماجاء في الشهادات، رقم:۱۴۱۱۔

بعض لوگ اس کے اس حق کو پامال کررہے تھے تو اس نے ان کے خلاف آواز بلند کی، جو لوگ معاشی، مذہبی یا کسی بھی وجہ سے انسان کی جان کا احترام نہیں کررہے تھے قرآن نے ان کو چیلنج کرتے ہوئے کہا کہ کسی کو کسی کی زندگی چھیننے کا حق حاصل نہیں ہے۔ ماہرین قانون کہتے ہیں کوئی بھی حق مطلق نہیں ہوتا بلکہ اس کے ساتھ شرائط اور مستثنیات بھی ہوتے ہیں۔ قرآن نے صاف صاف الفاظ میں اس کی وضاحت کی ہے، وہ کہتا ہے کہ انسان کی جان بے شک محترم ہے لیکن حق وانصاف کا احترام اس سے زیادہ ضروری ہے لہٰذا حق وانصاف کا تقاضا ہو تو انسان کی جان بھی لی جا سکتی ہے۔ بعض جرائم وہ ہیں جن کے ارتکاب کے بعد وہ اپنا حق حیات کھو دیتا ہے، قرآن کا فرمان ہے:

﴿ولا تقتلوا النفس التي حرم الله إلا بالحق﴾ (الاسراء:۳۳)

مطلب یہ کہ حق وانصاف کا تقاضا ہو تو انسان سے اس کا حق حیات چھین لیا جائے گا لیکن حق وانصاف اگر اجازت نہ دے تو کسی بھی شخص کو خواہ وہ وقت کا بادشاہ اور مملکت کا فرماں روا ہی کیوں نہ ہو یہ حق نہیں دیا جا سکتا کہ وہ کسی کو اس کی زندگی سے محروم کرے۔(۱)

سزائے موت کا حقیقی جائزہ:

سزائے موت کے سلسلے میں ماہرین قانون اور فلسفیوں کے دو گروہ ہیں:

(۱) ایک گروہ وہ ہے جس کا کہنا ہے کہ سزائے موت یہ حق حیات کے مخالف نہیں ہے بلکہ یہ ایک قانون اور عدلیہ کو برقرار رکھنے کے لیے اور معصوموں کی جان ومال کو محفوظ رکھنے کے لیے قانونی عمل ہے، جس کے ذریعہ امن وامان کو برقرار رکھا جا سکتا ہے، سزائے موت کو ظالمانہ قتل تصور نہیں کیا جا سکتا۔

(۲) دوسرا گروہ اس کے مخالف ہے، اس گروہ کا یہ کہنا ہے کہ سزائے موت یہ حق حیات کے مخالف ہے، کیونکہ حق حیات انسان کو فطرت نے دیا ہے لہٰذا کسی بھی دوسرے انسان کو ہرگز یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی انسان کو اس کی زندگی سے محروم کرے۔ یہی وجہ ہے کہ اقوام متحدہ کے جنرل اسمبلی نے اگرچہ بین الاقوامی منشور برائے شہری اور سیاسی حقوق کو ۱۹۶۶ء میں منظوری دے دی تھی لیکن اس کے دوسرے اختیاری پروٹوکول کو منظوری ۲۳ رسال بعد ۱۵ر دسمبر ۱۹۸۹ء کو ملی۔

اقوام متحدہ کے جنرل اسمبلی نے ۱۵ر دسمبر ۱۹۸۹ء کو نیویارک میں سزائے موت کو ختم کرنے کے لیے ایک قانون

---

(۱) مضامین ڈاٹ کام، بتاریخ ۲۰۱۶/۵/۶ء، مقالہ نگار: اسامہ شعیب علیگ، بموضوع: اسلامی اور مغربی تصور حقوق کا تقابلی مطالعہ۔

(Resolution) پاس کیا جو

"Second Optional Protocol to the International convenant on civil Political Rights aming at the abolition of the death penalty".

کے نام سے مشہور ہے، یہ گیارہ (۱۱) دفعات پر مشتمل ہے۔ سزائے موت کے مخالفین اور اس پروٹوکول کے حامی حضرات کہتے ہیں کہ سزائے موت کو منسوخ کرنا حقوق انسانی کے تحفظ کی ترقی کا باعث ہے اور حقوق انسانی کے عالمی منشور کے دفعہ (۳) کا بھی یہی تقاضہ ہے کہ ہر انسان کو اس کی زندگی کا حق ملے۔ اس پروٹوکول کا دفعہ (۶) ۱۶ر دسمبر ۱۹۶۶ء کو ہی منظوری مل گئی تھی۔

حقیقت تو یہ ہے کہ۔ جب اسلامی تعلیمات پر چوٹ کرنے کی بات ہو تو سب برابر ہیں مگر اپنے ہی بنائے ہوئے قانون پر عمل کرنے کی خود باری آتی ہے تو سبھی بغل جھانکنے لگتے ہیں۔ بہرکیف سزائے موت کے متعلق لوگوں کے اپنے اپنے خیالات اور دلائل ہیں، ان کا مختصر جائزہ لینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ (اختصار انسانی حقوق، تالیف: خواجہ عبدالمنتقم، ص:۴)

سزائے موت کے مخالفین کے دلائل:

(۱) سزا کا مقصد کیا ہوتا ہے؟ سب سے پہلے اس کو ہم اپنے والدین سے جانتے ہیں۔ جب چھوٹا بچہ کوئی غلطی کرتا ہے تو والدین اس کے سامنے ایک لمبی چوڑی تقریر کرتے ہیں اور اس کو سمجھاتے ہیں کہ حقیقی زندگی میں کون سی چیز قابل قبول ہے اور کون سی چیز قابل مذمت ہے، اس کے بعد پھر بچہ کوئی غلطی کرتا ہے اور اپنے آپ کو زخمی کر لیتا ہے تو والدین اس کو یاد دلاتے ہیں کہ میں نے تم کو اس کام کو دوبارہ کرنے سے منع کیا تھا۔ لیکن۔ جب وہی بچہ بڑا ہوتا ہے اور وہ چوری کرتے ہوئے پکڑا جاتا ہے تو اس کو جیل بھیج دیا جاتا ہے جہاں وہ اپنی مرضی کے موافق زندگی نہیں گذار سکتا تب اس کو یہ احساس ہوتا ہے کہ جس جرم کی پاداش میں اس کی آزادی سلب کر لی گئی ہے وہ اب اس عمل کو دوبارہ نہیں کرے گا۔ یعنی سزا کا بنیادی مقصد مجرم کو جرم سے روکنا ہوتا ہے لیکن۔ جب اس کو کسی جرم پر سزائے موت ہی دے دیں گے تو اس کو جرم کی سزا سے سیکھنے کا موقع کب ملے گا۔

(۲) اگر حق حیات سب کا یکساں ہے تو پھر اس حق کے تحفظ ہی کے لیے کسی کو اس سے محروم کرنا کہاں کی عقلمندی ہے کہ اس مجرم کے ساتھ جس نے اس جرم کا ارتکاب کیا اس کے ساتھ بھی وہی عمل کیا جائے تو پھر اس کے اور اس کو سزا دینے والوں کے درمیان کیا فرق ہوگا، اس نے بھی کسی کے جینے کا حق چھینا اور یہاں بھی جینے کا حق چھینا جا رہا ہے۔

(۳) سزائے موت یہ مجرم کو بہت زیادہ تکلیف نہیں دیتی، لیکن اس سزا کو پانے والے آکر اپنی تکلیف کسی سے نہیں بتا پاتے۔ جبکہ ایک قیدی کو ہر وقت اپنے قید ہونے کا احساس ہوتا ہے اور وہ ہر وقت اس تکلیف سے جوجھتا رہتا ہے۔

(۴) قید خانہ کسی بھی انسان کے لیے اس روئے زمین پر جہنم سے کم نہیں ہے، جہاں اس کے بہت سارے حقوق سزا کے طور پر سلب کر لیے جاتے ہیں۔

سزائے موت کے حامیین کے دلائل:

(۱) قاتل یا مجرم یہ جان لے کہ عدالتی نظام اس جرم کے ارتکاب پر کوئی سزا نہیں دے گا، اگر سزا ہوئی بھی تو محض چند ایام جیل کی کوٹھری میں گزار کر واپس آجائے گا اور اگر وہ جیل سے بھاگ بھی گیا تو عدالت یا قانون اس کو کچھ نقصان نہیں پہنچائے گا، کیونکہ حق حیات (Right to lifte) اگر مطلق ہوگا تو پھر مجرم کوئی بھی جرم کرے، جس کو چاہے قتل کرے، اس کو یہ حق مطلقا ملا ہوا ہے اور کسی بھی قیمت پر اس کو اس کی زندگی سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔

اس کے برخلاف اگر کوئی مجرم یہ جان لے کہ اس جرم کے بدلے اس کو اس کی زندگی سے محروم کیا جا سکتا ہے تو اس کے اس جرم سے باز رہنے کا زیادہ امکان ہے۔

(۲) بہت بار ایسا ہوتا ہے کہ ایک ہی آدمی پر بہت سے لوگوں کے نان ونفقہ کی ذمہ داری ہوتی ہے اور یہی حالت قاتل کی بھی ہوتی ہے لہذا قاتل جب قتل کرتا ہے تو نہ صرف ایک آدمی کو قتل کرتا ہے بلکہ اس کے ساتھ اس کے متعلقات کی زندگی بھی عذاب بنا دیتا ہے لہذا جب قاتل کو بھی قتل کے بدلے قتل کیا جاتا ہے تو مقتول کے ساتھ ساتھ وہ اپنے خاندان والوں کی زندگی اجیرن بنا لیتا ہے۔ اور اگر وہ چند دن جیل میں گزار کر واپس آجاتا ہے اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہنسی خوشی زندگی گزارتا ہے تو پھر مقتول کے گھر والوں سے صبر نہیں ہوتا اور اس کے خاندان میں سے قاتل یا اس کے کسی گھر والے کو قتل کر دیتا ہے اور پھر قتل وغارت گری عام ہو جاتی ہے۔ اور یہی پشتینی دشمنی میں بدل دی جاتی ہے۔

اس کے برخلاف اگر قاتل جان لے کہ قتل کے بدلے میں بھی قتل کر دیا جاؤں گا تو وہ کبھی قتل نہیں کرے گا۔(۱)

---

(۱) مقالہ نگار: Flame Horse بتاریخ: ۱/ جون ۲۰۱۳ء، موضوع: .Arguments For And Against The Death Penalty،
لنک: http://listverse.com/2013/06/01/5-arguments-for and-against-the- death-penatly

سزائے موت: شریعت اسلامیہ کی نظر میں:

اسلام انسانیت کا محبوب اور پسندیدہ مذہب ہے اور محمد ﷺ آخری نبی ہیں، نبوت کا سلسلہ آپ پر ختم ہونے کا تقاضہ یہ تھا کہ اللہ رب العزت ہر دور میں ہونے والے تغیرات اور ترقیات کو مدنظر رکھتے ہوئے ایسے قوانین مرتب کرے جو سب سے بہتر ہو، جس میں ردوبدل کے بجائے بعینہٖ تسلیم کر لینے میں ہی بہتری ہو۔ شریعت کے دائمی ہونے کا مطلب یہ تھا کہ شریعت ہر دور میں محفوظ وکامل برقرار رہے تا کہ اس پر عمل بجالانا ممکن ہو۔

یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ شریعت اور وضعی قانون کے مزاج میں بنیادی طور پر ہی کافی فرق ہے، چنانچہ شارع کریم (اللہ سبحانہ وتعالی) کے نزدیک ظالم کے حقوق اور شرف وعزت کے تحفظ کے بجائے مظلوم ومقتول سے انصاف کے پہلو کو ملحوظ رکھا گیا ہے تا کہ قتل اور ظلم وستم کا یہ سلسلہ آگے بڑھنے کے بجائے بڑی سختی سے روک دیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے قصاص لینے کو زندگی سے تعبیر کیا۔

﴿ولكم في القصاص حياة﴾ (البقرۃ:۱۷۹)

ترجمہ: اور تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے۔

جہاں تک قتل کی بات ہے تو اسلامی قانون کے اعتبار سے اس کی تین قسمیں ہیں:

(۱) قتل عمد: اسلام میں کسی معصوم کا ناحق قتل ایک کبیرہ گناہ ہے اور اللہ رب العزت نے اس کو قصاصاً قتل کرنا مباح قرار دیا ہے، فرمان الٰہی ہے:

﴿يا أيها الذين آمنوا كتب عليكم القصاص في القتلى الحر بالحر والعبد بالعبد والأنثى بالأنثى فمن عفي له من أخيه شيء فاتباع بالمعروف وأداء إليه بإحسان ذلك تخفيف من ربكم ورحمة فمن اعتدى بعد ذلك فله عذاب أليم﴾ (البقرۃ:۱۷۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کا قصاص لینا فرض کیا گیا ہے، آزاد آزاد کے بدلے، غلام غلام کے بدلے، عورت عورت کے بدلے، ہاں جس کسی کو اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی دے دی جائے اسے بھلائی کی اتباع کرنی چاہیے اور آسانی کے ساتھ قصاصاً دیت ادا کرنی چاہیے، تمہارے رب کی طرف سے یہ تخفیف اور رحمت ہے، اس کے بعد بھی

جو سرکشی کرے اسے دردناک عذاب ہوگا۔

(۲) شبہ عمد: یعنی کوئی شخص کسی کو ناحق ایسی چیز سے مارے جس سے عام طور پر موت نہیں ہوتی، مگر وہ مرجائے تو ایسی صورت میں اسلام کے اعتبار سے اس کو قصاصاً قتل تو نہیں کیا جائے گا مگر دیت لی جائے گی اور کفارہ بھی۔

(۳) قتل خطاً: قاتل کا ارادہ کسی انسان کو قتل کرنا تو نہ ہو مگر وہ کوئی پتھر یا تیر وغیرہ سے کسی جانور کو مارنے کا ارادہ کرتا ہو لیکن اس سے کوئی انسان مرجائے۔

اس کی دو قسمیں ہیں:

(أ) قاتل کوئی ایسا عمل کرے جس کے ذریعہ اس کا ارادہ مقتول کو قتل کرنا یا کسی قسم کا نقصان پہنچانا تو نہ ہو۔ مثلاً کوئی تیر یا پتھر وغیرہ پھینکے۔

(ب) کوئی مسلم کسی شخص کے بارے میں یہ گمان کرے کہ وہ مرتد، کافر یا حربی ہے اور اس کو قتل کردے جبکہ وہ مسلم ہو۔

اسلام نے نہ کوئی حق مطلق دیا ہے اور نہ ہی کسی جرم کی سزا مطلق رکھی ہے۔ اسلام نے ایک ایسا نظام بنایا جس میں نہ کسی کے بنیادی حقوق کی پامالی ہو اور نہ ہی کسی کے ساتھ ظلم ہو بلکہ وضعی قانون کے برخلاف اگر کسی سے کوئی جرم سرزد ہو تو اسلام سب سے پہلے یہ دیکھتا ہے کہ اس نے اس جرم کا ارتکاب کیوں کیا؟ اس کے بعد اس کے لیے سزا مقرر کیا۔(۱)

☆☆☆

---

(۱)http://urm.wikipedia.org /wiki/% D8% B3% D8% B2% A7% D8% A6% DB% 92% D9% 85% D9% 88% D8% AA

محدث: صفحہ اول، ۷ شمارہ جات جولائی ۲۰۰۸ء (۳۲۲) مقالہ نگار: حسن مدنی، شمارہ: (۳۲۲) جولائی ۲۰۰۸، موضوع: سزائے موت: شریعت اسلامیہ کی نظر میں۔

سازش روافض ایراں

حوادث حج: اسباب وعوامل

عبدالرشید خاطر علی
فضیلت سال دوم

حج کا مختصر تعارف:

حج اسلام کا پانچواں رکن اور اہم دینی فریضہ ہے جو مالی وجسمانی دونوں عبادتوں کا مجموعہ ہے، رب پاک نے اسے ہر مستطیع مسلمان پر زندگی میں ایک بار فرض قرار دیا ہے، اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿ولله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلا﴾ (آل عمران: ۹۷) یعنی اللہ تعالی نے ان لوگوں پر جو اس کی طرف راہ پا سکتے ہوں اس گھر کا حج فرض کر دیا ہے۔ (احسن البیان)

فریضہ حج کی ادائیگی مخصوص ایام میں مکہ مکرمہ میں حرم پاک اور منی، عرفات، مزدلفہ، وغیرہ مشاعر مقدسہ میں کی جاتی ہے۔ ایام حج میں جتنی تعداد میں لوگ جمع ہوتے ہیں اتنی تعداد میں لوگوں کا ازدحام کسی اور جگہ یا کسی اور مقام پر نہیں ہوتا ہے۔ بدیہی امر ہے کہ جہاں لوگوں کی اتنی بڑی بھیڑ ہوگی وہاں واقعات وسانحات کا تھوڑا بہت امکان ضرور ہوگا، حوادث کا امکان ایام حج میں اس اعتبار سے بھی بڑھ جاتا ہے کہ وہاں دنیا کے مختلف ممالک سے مختلف رنگ ونسل اور مختلف مزاج کے حامل افراد جمع ہو جاتے ہیں۔

حوادث حج: اسباب وعوامل:

کچھ حوادث حج تو الٰہی قوانین کے تحت رونما ہوئے جیسے موسم کی خرابی اور قدرتی آفات وغیرہ اور بعض انسانی کوتاہی اور مقررہ قوانین وضوابط اور تنبیہات کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے وقوع پذیر ہوئے، لیکن کسی بھی طرح کے حادثات میں اللہ کی مرضی ومشیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس کا فیصلہ اٹل ہوتا ہے جس کو کسی تدبیر سے ٹالا نہیں جا سکتا، اسی طرح کچھ حوادث اعدائے اسلام اور حکومت سعودی عرب سے بغض وعداوت اور حسد رکھنے والوں کی سازش کے نتیجے میں ظاہر ہوئے، چنانچہ کچھ حوادث کو ان کے اسباب کے ساتھ بالترتیب ذکر کیا جا رہا ہے:

(۱) ۳۱۷ھ میں بحرینی شیعوں کی ایک جماعت نے ابوطاہر قرامطی کی قیادت میں یوم الترویہ کے دن حاجیوں پر حملہ

کیا اور تقریباً تیس ہزار حجاج کرام کو قتل کر کے زمزم کے کنویں کو ان کی لاشوں سے بھر دیا پھر خانہ کعبہ کے دروازے کو اس سے الگ کر کے حجر اسود کو اپنے ہمراہ پہلے ''الاحسار'' (بحرین) لے گئے پھر اسے کوفہ منتقل کر دیا۔ حجر اسود تقریباً بائیس سالوں تک ان کے قبضہ میں رہا یہاں تک کہ ۳۳۹ھ میں اسے دوبارہ واپس لا کر خانہ کعبہ میں اس کی جگہ نصب کر دیا گیا۔ یہ اندوہ ناک حادثہ شیعوں کی ایک جماعت کے ذریعہ ابوطاہر قرامطی کی قیادت میں انجام دیا گیا۔(۱)

(۲) دسمبر ۱۹۷۵ء میں مکہ مکرمہ کے قریب ایک دل خراش سانحہ پیش آیا جس میں دوسو حاجیوں کو اپنی جانوں سے ہاتھ دھونا پڑا۔ یہ سانحہ حاجیوں کے خیموں میں سخت آگ لگنے کی وجہ سے ہوا۔(۲)

(۳) ۲۰ر نومبر ۱۹۷۹ء کو مکہ مکرمہ ہی میں ایک اور حادثہ پیش آیا جس میں کچھ سپاہی اور اکثر مسلح افراد مقتول ہوئے۔ یہ حادثہ کچھ مسلح افراد کے سرعام خوں ریزی کی وجہ سے ہوا جو خفیہ طور پر حرم میں ہتھیار لے جا کر بالاعلان مہدی منتظر کے ظہور کا دعوی کر رہے تھے۔(۳)

(۴) ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۵ء کو سعودی کسٹم آفیسران نے تہران سے آنے والے ایرانی حجاج کے پاس سے ۵۱ کلو گرام C.A. نامی دھماکہ خیز آتش گیر مادہ ضبط کیا اور جب یہ مجرمین گرفت میں آئے تو انھوں نے یہ اعتراف کیا کہ ہمارا مقصد خانہ کعبہ اور پورے حرم کو دھماکے سے اڑانا تھا، لیکن اللہ تعالی نے اس ناپاک سازش کو ناکام بنا دیا، مزید پوری دنیا کے سامنے مکہ اور سعودی عرب کے تعلق سے ایران کی بدنیتی طشت از بام ہوگئی۔(۴)

(۵) ۱۹۸۶ء میں منی میں ایک سوہان روح حادثہ پیش آیا جو ایرانیوں کے بھگدڑ مچانے کی وجہ سے ہوا، اس حادثہ میں متعدد لوگوں کی اموات ہوئیں۔(۵)

(۶) ۳۱ر جولائی ۱۹۸۷ء کو ایک بڑا حادثہ سامنے آیا جس میں ایران نواز گروہ نے حج کے ایام میں امام خمینی کی تصویر اٹھا کر خمینی انقلاب کے نعرے لگائے اور عام شاہ راہیں مسدود کر دیں جس سے نقل وحرکت کا سلسلہ تھم گیا، نتیجۃً حج کی

---

(۱) البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ۱۱/۳۹۳-۳۹۴ (اردو ترجمہ پروفیس کوکب)، وتاریخ ابن خلدون (اردو): ۵/۲۰۵-۲۰۶، وتاریخ الاسلام: ۲/۳۹۰، وماہنامہ اعتدال نومبر ۲۰۱۵ء ص ۱۹۔

(۲) www.topsarabia.com

(۳) ایضا۔

(۴) ماہنامہ السراج سانحہ منی وحرم نمبر ۲۰۱۶ء، ص ۶۹-۷۰، وماہنامہ البیان نئی دہلی مارچ ۲۰۱۶ء حرمین نمبر ص ۲۷-۲۸۔

(۵) ماہنامہ اعتدال ممبئی، اکتوبر ۲۰۱۵ء، ص ۹۔

ادائیگی کے لیے لاکھوں زائرین کو حج سے روک دیا گیا، تشدد اور آتش زنی کی گئی، سیکورٹی آفیسرز پر ان خنجروں سے حملے کیے گئے جو یہ احرام کے کپڑوں میں چھپا کر لائے تھے۔ اس حادثے میں ۴۰۲ لوگوں کی جانیں گئیں جن میں ۸۵ سیکورٹی فورسز سعودی شہری، ۴۲ بیرون زائرین اور ۲۷۵ ایرانی تھے، مزید ۱۶۴۹ افراد زخمی بھی ہوئے، یہ حادثہ بھگدڑ، آتش زنی، اور ہنگامے کی وجہ سے پیش آیا تھا جو ایرانی حجاج اوران کے فوجی کمانڈروں کے ذریعہ انجام دیا گیا۔(۱)

(۷)۱۹۸۹ء میں حرم مکی میں دو بم دھماکے ہوئے جس کو محمد غلام نامی ایرانی سفیر نے بعض کویتی شیعوں (روافض) کو دھماکہ خیز مادہ دے کر کروایا تھا اور یہ ہدایت بھی کی کہ اسے بیت اللہ الحرام کے بغل میں دھماکے سے اڑا دینا، چنانچہ اس گروہ نے یہ ذمہ داری قبول کر لی اور یہ مادہ لے کر مکہ کے اندر تک پہنچ گئے، پھر ایک بم سے انھوں نے حرم مکی تک پہنچنے والی سڑک پر دھماکہ کیا اور دوسرے سے اس پل پر جو خانہ کعبہ سے قریب تھا۔ اس حادثے میں صرف ایک شخص کی موت ہوئی اور دیگر ۱۶/ آدمی زخمی ہوئے۔ یہ حادثہ بم دھماکے کے ذریعہ ہوا، جس کو کویت کی ایک شیعہ تنظیم ''حزب اللہ الکویتی'' نے ایرانی مرشد اعلی کی ہدایت پر کیا۔(۲)

(۸)۱۹۹۰ء میں دردناک حادثہ وقوع پذیر ہوا جس میں ۱۴۲۶/ حاجی جاں بحق ہوئے، یہ حادثہ ''المعیصم'' نامی سرنگ میں ہونے والی بھگدڑ کے نتیجے میں پیش آیا جس وقت یہ سرنگ حجاج کرام سے بھری ہوئی تھی۔ بعض لوگوں کا کہنا تھا کہ یہ حادثہ بھی ایرانی حاجیوں کی سازش سے ہوا تھا جبکہ بعض دوسرے لوگوں کا کہنا تھا کہ یہ حادثہ نفق (سرنگ) میں زہریلی گیس کے استعمال کرنے کی وجہ سے ہوا تھا۔(۳)

(۹)۲۴/مئی ۱۹۹۴ء میں جمرات کو کنکری مارتے وقت بھی ایک حادثہ رونما ہوا جس میں ۲۷۰ لوگوں کی موت ہوئی۔ یہ حادثہ حاجیوں کی کثرت ازدحام کی وجہ سے ہوا۔(۴)

(۱۰)۱۵/اپریل ۱۹۹۷ء کو منی میں زبردست آگ لگی، جس میں ۳۴۳ لوگ وفات پائے اور ۱۵۰۰ سے زائد لوگ زخمی ہوئے، یہ حادثہ ایک ہیٹر کی وجہ سے ہوا تھا جو گیس سے چل رہا تھا اور اسی کی وجہ سے آگ لگی تھی۔(۵)

(۱) ماہنامہ اعتدال نومبر ۲۰۱۵ء، ص ۱۹، و www.topsarabia.com، و ماہنامہ السراج سانحہ منی وحرم نمبر ۲۰۱۶ء، ص ۶۹۔
(۲) ماہنامہ السراج حرم نمبر ۲۰۱۶ء ص ۷۰، و ماہنامہ اعتدال ممبئی نومبر ۲۰۱۵ء، ص ۱۹۔
(۳) ماہنامہ اعتدال ممبئی نومبر ۲۰۱۵ء، ص ۱۹، و ماہنامہ تبیان حرمین نمبر ۲۰۱۶ء، ص ۲۸، و www.topsarabia.com
(۴) www.topsarabia.com
(۵) ایضا۔

(۱۱)۹/اپریل ۱۹۹۸ء میں ایک حادثے میں ۱۱۸ سے زائد لوگ شہید ہوئے جو مکہ کے مشرق میں دس کلو میٹر دور منی میں بھگدڑ کی وجہ سے ہوا تھا۔(۱)

(۱۲) یکم فروری ۲۰۰۴ء میں رمی جمرات کے پہلے دن حادثہ ہوا جس میں ۲۵۱ لوگ لقمۂ اجل بن گئے۔ یہ حادثہ سخت بھیڑ کے سبب ہوا۔(۲)

(۱۳)۶/جنوری ۲۰۰۶ء، مکہ مکرمہ میں ایک المناک حادثہ پیش آیا جس میں ۷۶ لوگ مقتول ہوئے۔ یہ حادثہ ایک ہوٹل کے گرنے کی وجہ سے وقوع پذیر ہوا جہاں پر حاجی مناسک حج کی ادائیگی کے لیے تیاری کر رہے تھے۔(۳)

(۱۴)۲۰۰۹ء میں سخت بارش کی وجہ سے ۴۸ حاجی شہید ہوئے۔(۴)

(۱۵)۲۰۱۲ء میں حاجیوں کے عرفات سے مزدلفہ نکلتے وقت مشاعر حج کے پاس ایک ٹرین حادثہ پیش آیا جس میں کئی لوگ زخمی اور ۸۳ حجاج کرام شہید ہوئے۔ یہ حادثہ شور وہنگامے کی وجہ سے ہوا۔(۵)

(۱۶)۲۰۱۴ء میں تین حوادث ہوئے جو یہ ہیں:

پہلا حادثہ: حرم کی توسیع کے وقت شمالی جہت میں آگ لگنے کی وجہ سے ہوا، جس میں ۱۴ لوگوں کی موت ہوئی۔

دوسرا حادثہ: مسجد حرام کے قریب بن لادن کمپنی میں آگ لگنے کی وجہ سے ہوا، جس جگہ کو حریق غزہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس حادثے میں صرف ۶ حاجی زخمی ہوئے، کسی کی موت نہیں ہوئی۔

تیسرا حادثہ: تھوڑے ہی دنوں کے بعد کعبۃ اللہ کی دیوار منہدم ہوگئی جس میں ۶ لوگ جاں بحق ہوئے۔ یہ حادثہ دیوار کے منہدم ہونے کی وجہ سے ہوا تھا۔(۶)

(۱۷)۲۰۱۵ء کے موسم حج میں دوران حج مکہ مکرمہ اور منی میں دو بڑے حادثے پیش آئے۔ ان دونوں حادثات میں سے پہلا حادثہ موسم حج میں ایام حج شروع ہونے سے تقریباً دو ہفتہ قبل ۲۷/ذی قعدہ مطابق ۱۲/ستمبر بروز جمعہ پیش آیا جو کہ

---

(۱)www.topsarabia.com　(۲)ایضاً۔

(۳)ایضاً۔　(۴)http://m.alwafd.com

(۵)http://m.alwafd.com.orgnization

(۶)http://m.alwafd.com.orgnization

قدرتی آفات طوفان باراں اور آسمانی بجلی و برق رعد کے نتیجہ میں تھا، چنانچہ اس روز تیز ہواؤں کے جھکڑوں کے ساتھ تیز بارش بھی ہوئی جس نے مکہ واطراف میں کئی تناور درختوں کو جڑ سے اکھاڑ دیا، ساتھ ہی آسمانی بجلی اس کرین پر گری جو جڑ سے اکھڑ کر حرم کی نوتعمیر شدہ چھت کو توڑتی ہوئی مطاف حرم میں جا پڑی، جس کی زد میں آکر ۱۰۷ حجاج کرام شہید ہوئے اور تین سو کے قریب شدید طور پر زخمی ہوئے۔ یہ حادثہ ایک کرین کے گرنے کی وجہ سے ہوا جس پر آسمانی بجلی گری جس میں اللہ تعالی کی قضاء وقدر اور اس کی ~~مشیت~~ شامل تھی۔ انسانی کوتاہی اور غفلت کا کوئی دخل نہیں تھا۔(۱)

دوسرا حادثہ: امت ابھی کرین حادثہ کے درد سے باہر نہیں آسکی تھی کہ ۲۴/ستمبر ۲۰۱۵ء بروز جمعرات منی شہر سے کچھ ہی دوری پر حاجیوں کے بیچ ایک اور حادثہ پیش آیا جس میں گھنٹے بھر میں سات سو سے زائد حاجی شہید ہو گئے اور ہزاروں کی تعداد میں زخمی ہوئے۔ یہ حادثہ ایران کی ایک منظّم سازش کے تحت ہوا، کیونکہ عینی شاہدین کے مطابق جن میں ایرانی حج مشن کے ایک افسر بھی شامل تھے، ۱۰/ذوالحجہ کی صبح تقریبا تین سو ایرانی حجاج کے ایک قافلہ نے جماعت بندی سے متعلق کردہ تعلیمات پر عمل نہیں کیا، ایرانی حجاج کا یہ گروپ جمعرات کی صبح مزدلفہ سے براہ راست کنکریاں مارنے کے لیے جمرات کی طرف نکل پڑا، حالانکہ رول کے مطابق انہیں پہلے منی میں پہنچ کر اپنے خیموں میں قیام کرنا اور جمرات میں جانے کے لیے اپنی مقررہ باری کا انتظار کرنا تھا، لیکن گروپ نے اس پر عمل نہیں کیا اور مزدلفہ سے سیدھا جمرات کے لیے نکل کر فتنے کا سامان بنے۔ ۳۰۰/ ایرانی حجاج کا یہ گروہ جمرہ عقبہ کی رمی کرنے کے بعد ایگزیٹ ڈور سے نکلنے کے بجائے کچھ دیر وہیں ٹھہرا رہا اور پھر اسٹریٹ نمبر ۲۰۴ پر مخالف سمت کی طرف چل پڑا، طے کردہ تعلیمات کی روشنی میں ان حاجیوں نے رمی کے ختم ہونے کا انتظار نہیں کیا اور مخالف سمت میں واپسی کردی۔ جب کہ وہ راستہ جمرات کی طرف جانے کے لیے دوسرے حج مشن کے گروپوں کے لیے مختص تھا، جس کی وجہ سے رش بڑھ گیا اور نتیجے میں بھگدڑ مچ گئی، اس دوران گرمی اور رطوبت کی شدت نے لوگوں کی مشکلات میں مزید اضافہ کردیا۔(۲)

تجاویز:

محترم قارئین! ذیل میں ہم کچھ تجاویز پیش کررہے ہیں جو حرمین اور دیگر مشاعر حج میں ناخوشگوار واقعات پر قدغن

---

(۱) ماہنامہ السراج وحرم نمبر ۲۰۱۶ئص ۲۷، وماہنامہ اعتدال ممبئی اکتوبر ۲۰۱۵ء ص ۲۶ و www.topsarabia.com

(۲) ماہنامہ اعتدال ممبئی نومبر ۲۰۱۵ء، ص ۱۴، وسعودی الیکٹرانک روزنامہ ''سبق'' بحوالہ ماہنامہ السراج سانحہ منی وحرم نمبر ص ۷۴، و www.topsarabia.com

لگانے اور فریضہ حج کو بحسن وخوبی انجام دینے میں ممد ومعاون ثابت ہو سکتی ہیں:

(۱) سعودی انتظامیہ کو سیکورٹی کے تئیں مزید حساس ہونا چاہیے، ہوسکتا ہے کہ سیکورٹی ہدایات میں سختی کی وجہ سے حجاج کو کچھ دشواریاں پیش آئیں، تاہم ان معمولی دشواریوں کو انگیز کرنے سے ہم اس قسم کے حادثات سے لوگوں کو بڑی حد تک بچا سکتے ہیں۔

(۲) اعدائے اسلام جیسے خمینی کے پروردہ ایران کے صفوی رافضی شیعوں پر ہمیشہ ہمیش کے لیے حرم میں داخلہ ممنوع کر دیا جائے، تا آں کہ خود ایران میں انقلاب آجائے اور وہاں کی عوام خمینی بھوت کے سایے سے ایران کو آزاد کرادے۔

(۳) مختلف ممالک میں تحفظ حرمین کانفرنسیں کرائی جائیں اور حادثہ کے ذمہ داروں کے خلاف قرارداد مذمت پاس کی جائے۔

(۴) انتظامات میں مزید بہتری لائی جائے اور مشاعر حج کو ریڈالرٹ زون بنا دیا جائے۔

(۵) عوام میں یہ بیداری پیدا کی جائے کہ وہ جوانی ہی میں حج کریں، کیونکہ عام طور پر حج حادثوں میں ہلاکت کا ایک اہم سبب بڑھاپا بھی ہوتا ہے، کچھ ممالک بالخصوص برصغیر کے مسلمانوں کی عادت بن چکی ہے جبکہ حج بھی ایک عبادت ہے جس کی ادائیگی جوانی میں افضل ہے اور اللہ تعالی کو بھی جوانی کی عبادت زیادہ محبوب ہے۔

(۶) حجاج کرام کو حج کے دوران برتے جانے والے اصول وقواعد کو اچھی طرح ذہن نشین کرایا جائے تاکہ کوئی ناخوشگوار حالت سامنے نہ آئے۔(۱)

اخیر میں اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہمارے مقدس مقامات (حرمین شریفین وغیرہ) کی حفاظت فرمائے اور ہمیں دین کا محافظ بنائے، آمین۔

☆☆☆

(۱) ماہنامہ السراج وحرم نمبر ۲۰۱۶ء، ص ۷۸-۷۹۔

مواز نہ سود و زیاں

اسلامی غزوات اور عالمی جنگیں: ایک تقابلی جائزہ

فضل الرحمٰن عبد العزیز
فضیلت سال دوم

غزوات کی تعریف:

غزوات جمع ہے غزوہ کی، اس کا لغوی معنی ہے لڑائی، حملہ۔ اور اصطلاح میں غزوہ اس فوجی مہم کو کہتے ہیں جس میں نبی کریم ﷺ بنفس نفیس تشریف لے گئے ہوں خواہ جنگ ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔(۱)

اسلامی غزوات اور عالمی جنگوں کے مقاصد:

اسلام کا نظریۂ جہاد دوسری تمام لڑائیوں سے مختلف ہے، مقصد اور نتائج ہر دو حیثیت سے اسلامی جہاد کسی قسم کے ذاتی مفاد و عناد یا قومی و ملکی اختلافات کی بنیاد پر نہیں ہوتا بلکہ اس کا واحد مقصد مخلوق خدا کو طاغوتی طاقتور پنجے سے آزاد کرا کے اجتماعی عدل اور امن قائم کرنا ہے۔ ہمارے نبی جناب محمد ﷺ اور صحابہ کرام کی تمام کوششیں صرف اسی ایک مقدس مقصد کے لیے تھیں۔(۲)

اسلام کو جہاں بھی تلوار اٹھانی پڑی وہاں پر اس نے لوگوں کے امن وسکون کو ملحوظ رکھا اور اسلامی فوجوں نے جدھر رخ کیا وہاں پر امن و امان قائم کر دیا۔ یہ بات صحیح ہے کہ اس میں بھی لوگوں کی جانیں ضائع ہوئیں لیکن وہ کھانے میں نمک کے برابر تھیں۔ اسلامی جہاد کا مقصد امن و فلاح ہے۔ یہ بندگان خدا کو ظلم و جبر، معاشی خستہ حالی اور اخلاقی پستی سے نکالنے کے لیے ایک مقدس مہم ہے۔(۳)

اس کے برخلاف عالمی جنگوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ وہ فاتح اور مفتوح دونوں کی تباہی کا باعث بنیں۔ پہلی اور دوسری عالمی جنگ عظیم کے بعد اس میں شامل ممالک کے تعامل اور طریقہ کار کو دیکھ کر ہم ان کے مقاصد کا پتہ آسانی سے لگا سکتے ہیں:

---

(۱) الصحاح، ص: ۴۸۵، الرحیق المختوم، ص: ۳۰۶۔
(۲) عہد نبوی ﷺ کے غزوات و سرایا، ص: ۲۰۔
(۳) عہد نبوی ﷺ کے غزوات و سرایا، ص: ۳۱۔

۱-اپنی تجارت کو فروغ دینے کے لیے دنیا کی ثروت کا اجارہ حاصل کرنا۔

۲-اگر کوئی حریف تجارت وصنعت کے میدان میں آگے بڑھ رہا ہو تو اس کا سر کچل دینا۔

۳-اپنے دور دراز مقبوضات کے راستہ میں جو ممالک ہوں انہیں اپنے زیر اثر لانا۔

۴-ملکوں اور سلطنتوں کے حصے بخرے کرنا اور قوموں کو غلام بنانا۔

۵-اگر کسی قوم سے دشمنی ہو جائے، خواہ وہ کسی وجہ سے ہو تو اسے مٹا دینا یا کم از کم اس کا زور توڑ دینا۔(۱)

اسلامی غزوات اور عالمی جنگوں کی تعلیمات:

اسلام سے پہلے دنیا کا تصور جنگ صرف اور صرف اپنے مفاد کے لیے تھا، ان جنگوں میں شجاعت وجواں مردی کا جوہر تو ضرور تھا مگر اخلاقی فضیلت وانسانی شرافت کا نام تک نہیں تھا، یہی جنگ ان کے قلب وروح کی غذا بن گئی تھی، ان کے نزدیک جنگ میں وحشیانہ طریقے روا تھے، غیر متعلقین اور متعلقین میں کوئی امتیاز نہ تھا، آگ کا عذاب عام تھا، اسیران جنگ سے بدعہدی، بدسلوکی، غفلت میں قتل کرنا، مقتولوں کی تحقیر اور ان کا مثلہ بنانا عام باتیں تھیں اور ظلم وبربریت کا ننگا ناچ ناچا جاتا تھا، چنانچہ اسلام نے ایسے ماحول میں ایک نیا اور بالکل انوکھا نظریہ پیش کیا جس کا مقصد اور طریق کار دونوں پاکیزہ اور اشرف واعلی تھے اور جو ظلم وبربریت سے ماوراء امن وامان کے پیکر تھے نبی ﷺ نے اثناء جنگ جو تعلیمات ہم کو دی ہیں ان کا اختصار کے ساتھ ذکر کیا جا رہا ہے:

۱-غفلت میں حملہ کرنے سے احتراز:

اہل عرب کا قاعدہ تھا کہ راتوں کو اور خصوصا آخری شب میں جبکہ لوگ بے خبر سوئے ہوتے، اچانک جا پڑتے، رسول اللہ ﷺ نے اس عادت کو بند کر دیا اور قاعدہ مقرر کیا کہ صبح سے پہلے کسی دشمن پر حملہ نہ کیا جائے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ غزوۂ خیبر کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں: **كان إذا جاء قوما بليل لم يغز عليهم حتى يصبح**۔ (۱)

آنحضرت ﷺ جب کسی دشمن قوم پر رات کے وقت پہنچتے تو جب تک صبح نہ ہو جاتی حملہ نہ کرتے تھے۔

---

(۱) الجہاد فی الاسلام، ص: ۴۸۵۔

(۱) ترمذی، ح: ۱۵۵۰، قال الالبانی: صحیح۔

۲-آگ میں جلانے کی ممانعت:

عرب اور غیر عرب شدت انتقام میں دشمن کو زندہ جلا دیا کرتے تھے، رسول اکرم ﷺ نے اس وحشیانہ حرکت کو بھی ممنوع قرار دیا، حدیث میں آیا ہے کہ: **"لا ينبغي أن يعذب بالنار إلا رب النار"**. (۱)

آگ کا عذاب دینا سوائے آگ کے پیدا کرنے والے کے اور کسی کو سزاوار نہیں۔

۳-تباہ کاری کی ممانعت:

افواج کی پیش قدمی کے وقت فصلوں کو خراب کرنا، کھیتوں کو تباہ کرنا، بستیوں میں قتل عام اور آتش زنی کرنا. جنگ کے معمولات میں سے ہے مگر اسلام اس کو فساد سے تعبیر کرتا ہے، اللہ رب العالمین نے فرمایا: ﴿**وإذا تولى سعى في الأرض ليفسد فيها ويهلك الحرث والنسل والله لا يحب الفساد**﴾۔

ترجمہ: جب وہ لوٹ کر جاتا ہے تو زمین میں فساد پھیلانے کی اور کھیتی اور نسل کی بربادی کی کوشش میں لگا رہتا ہے اور اللہ تعالی فساد کو ناپسند کرتا ہے۔(۲)

۴-مثلہ کی ممانعت:

اسلام سے قبل جوش انتقام میں دشمن کی مردہ لاشوں تک کو نہ چھوڑا جاتا تھا، ان کے ناک، کان اور دوسرے اعضاء کاٹے جاتے تھے. جب کہ اسلام نے اس عمل کو سختی سے منع کیا، نبی ﷺ نے فرمایا: **"لا تغلوا ولا تغدروا ولا تمثلوا"**. (۳)

کہ غنیمت میں خیانت اور بدعہدی نہ کرو اور مثلہ نہ کرو۔

۵-بدعہدی کی ممانعت:

غدر، نقص عہد اور معاہدین پر دست درازی کرنے کی برائی میں بے شمار احادیث ہیں جن کی بنا پر یہ فعل اسلام میں بدترین گناہ قرار دیا گیا ہے، عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: **"من قتل نفسا معاهدا لم يرح رائحة الجنة وإن ريحها ليوجد من مسيرة أربعين عاما"**. (۴)

(۱) ابوداود، ح:۲۶۷۵، قال الالبانی: صحیح۔
(۲) سورۃ البقرۃ، آیت:۲۰۵، ترجمہ جونا گڑھی۔
(۳) صحیح مسلم، کتاب الجہاد، ح:۴۵۲۲۔
(۴) صحیح البخاری، کتاب الدیات، ح:۶۵۱۶۔

جو کوئی کسی معاہد کو قتل کرے گا اسے جنت کی بو تک نصیب نہ ہوگی حالانکہ اس کی خوشبو ۴۰ برس کی مسافت سے بھی محسوس ہوتی ہے۔

اس کے برعکس اگر ہم عالمی جنگوں میں شامل یہودی اور عیسائی قوم کے یہاں تعلیمات جنگ پر نظر ڈالیں تو یہ باتیں سامنے آتی ہیں۔

موجودہ تورات اپنی شکل وصورت میں قطعاً نہیں ہے بلکہ حذف واضافہ شدہ ہے، اس میں جنگ کی تعلیمات کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے: ''دیکھ! میں نے سیحوں کو اس کی سرزمین سمیت تجھے دینا شروع کیا، تو میراث لینا شروع کر تا کہ اس کی زمین کا وارث ہو جائے، تب سیحوں میں ہمارے مقابلہ کے لیے نکلا وہ اور اس کی ساری قوم تا کہ ہم سے لڑیں، سو خداوندا! ہمارے خدا نے اسے ہمارے حوالے کر دیا اور ہم نے اسے اور اس کے بیٹوں کو اور اس کی سب قوم کو ہلاک کر دیا اور ہم نے اسی وقت اس کے سارے شہروں کو لے لیا اور مردوں، عورتوں اور بچوں کو ہر ایک شہر میں حرم (قتل) کیا اور کسی کو باقی نہ چھوڑا سوائے چوپایوں کے جنھیں ہم نے اپنے لیے غنیمت جان کر پکڑا اور اس مال کو جو ہم نے شہروں میں لوٹا''۔ (۳۲:۲-۳۵)

اس تصریح سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہودیوں کے یہاں جنگ کا مقصد ملک گیری وحکمرانی ہے، اسلامی جہاد کے نصب العین کی طرح روئے زمین سے وحشت وبربریت کا خاتمہ اصلی مقصد نہیں ہے بلکہ معاصر قوموں پر فوقیت وبرتری قائم کرنا ہی اصل مقصود ومطلوب ہے۔

اسی طرح آگے ہے: ''اور موسیٰ لشکر کے رئیسوں پر اور ان پر جو ہزاروں کے سردار تھے اور ان پر جو سیکڑوں کے سردار تھے، جنگ کر کے پھرے تھے، غصہ ہوا اور ان کو کہا کہ کیا تم نے سب عورتوں کو جیتا رکھا؟ سو تم ان بچوں کو جتنے لڑکے ہیں سب کو قتل کرو اور ہر ایک عورت جو مرد کی صحبت سے واقف تھی جان سے مارو لیکن جو اس سے واقف نہیں ہوئیں ان کو اپنے لیے زندہ رکھو''۔ (۳۱:۱-۱۸)

تورات کی ان تعلیمات سے واضح ہوتا ہے کہ دشمنوں کو انسانی حقوق اور جملہ مراعاۃ سے بالکل محروم کر دینا چاہیے، کھیت وباغ اور بستی کو تباہ وبرباد کر دینا چاہیے اور عبادت گاہوں کو منہدم کر دینا چاہیے، مفتوح قوم کی زمین پر کسی بھی ذی روح کو زندہ رہنے کی گنجائش نہیں ہے، عورت وبچہ سمیت چوپایوں اور پرندوں کو بھی تورات کے مطابق زندہ نہیں چھوڑنا چاہیے، یہ سب صرف تعلیمات اور نظریات کی حد تک نہیں ہیں، بلکہ یہودیوں نے بیسویں صدی میں بھی ایسا کر دکھایا ہے۔(۱)

(۱) جہاد اور دہشت گردی، ص: ۱۳۶-۱۳۷۔

اسی طرح ہم عیسائیوں میں اگر جنگ کی تعلیمات کا پتہ لگائیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسیحی مذہب میں جنگ کا کوئی تصور نہیں ہے اور ظلم کے بدلہ میں محبت کا جذبہ پیدا کرنے کی تلقین ہے لیکن اگر موجودہ دور میں جو ہو رہا ہے اور عالمی جنگوں میں جو ہوا اس کو دیکھا جائے تو بالتحقیق یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کے یہاں بھی تعلیمات جنگ وہی ہیں جو یہودیوں کے یہاں ہیں۔

غزوات نبوی ﷺ اور عالمی جنگوں کی تعداد:

سرایا و غزوات نبوی ﷺ کی تعداد صاحب رحمۃ للعالمین کی تحقیق کے مطابق ۸۲ اور اگر صرف غزوات کا ذکر کیا جائے تو ان کی تعداد ۲۵ تک پہنچتی ہے، جن کا مختصراً ذکر درج ذیل ہے:

۱-غزوہ ابوا یا ودان	صفر ۲ھ	۲-غزوۂ بواط	ربیع الاول ۲ھ
۳-غزوۂ صفوان	ربیع الاول ۲ھ	۴-غزوۂ ذی العشیرہ	جمادی الاولی یا جمادی الآخرۃ ۲ھ
۵-غزوۂ بدر کبری	رمضان ۲ھ	۶-غزوہ بنو قینقاع	شوال ۲ھ
۷-غزوۂ سویق	ذی الحجہ ۲ھ	۸-غزوۂ قرقرۃ الکدر	محرم ۲ھ
۹-غزوۂ ذی امر	ربیع الاول ۳ھ	۱۰-غزوۂ بحران	ربیع الاول ۳ھ
۱۱-غزوۂ احد	شوال ۳ھ	۱۲-غزوہ حمراء الاسد	شوال ۳ھ
۱۳-غزوہ بنو نضیر	ربیع الاول ۴ھ	۱۴-غزوۂ بدر الاخری	ذی قعدہ ۴ھ
۱۵-غزوۂ دومۃ الجندل	ربیع الاول ۵ھ	۱۶-غزوہ بنو مصطلق یا مریسیع	شعبان ۵ھ
۱۷-غزوۂ احزاب یا خندق	شوال ۵ھ	۱۸-غزوہ بنو لحیان	ربیع الاول یا جمادی الاولی ۶ھ
۱۹-غزوہ حدیبیہ	ذی قعدہ ۶ھ	۲۰-غزوۂ خیبر	محرم ۷ھ
۲۱-غزوہ ذات الرقاع	محرم ۷ھ	۲۲-غزوۂ فتح مکہ	رمضان ۸ھ
۲۳-غزوہ حنین یا اوطاس یا ہوازن	شوال ۸ھ	۲۴-غزوۂ طائف	شوال ۸ھ
۲۵-غزوۂ تبوک	رجب ۹ھ (۱)		

اور عالمی جنگیں دو ہوئی ہیں:

پہلی عالمی جنگ: ۲۸ر جولائی ۱۹۱۴ء تا ۱۱ر نومبر ۱۹۱۸ء

(۱) رحمۃ للعالمین، جلد دوم۔

دوسری عالمی جنگ: یکم ستمبر ۱۹۳۹ء تا ۲ر ستمبر ۱۹۴۵ء

سرایا وغزوات نبوی ﷺ اور عالمی جنگوں میں مقتولین کی تعداد:

آپ ﷺ کے غزوات وسرایا کے نتائج کا تقابل دوسری جنگوں کے نتائج سے کیا جائے تو عجیب وغریب بات سامنے آتی ہے، آپ ﷺ کے غزوات وسرایا میں مسلمان شہداء کی تعداد ۳۵۹ ہے۔اور اگر مسلمان، مشرکین، یہود ونصاری کی مجموعی تعداد دیکھی جائے تو ۱۱۱۸ بنتی ہے۔اور ان غزوات میں جو مدت صرف ہوئی وہ آٹھ سال سے زیادہ نہیں، مگر اتنے تھوڑے عرصہ میں اور اتنا معمولی سا خون بہا کر آپ ﷺ نے تقریباً پورے جزیرہ عرب کو اپنا تابع بنالیا، اور اس کے اطراف واکناف میں امن وامان کا دور دورہ ہو گیا۔

اس کے برعکس اگر ہم عالمی جنگوں کے مقتولین کا جائزہ لیں تو یہ بات سامنے آتی ہے:

پہلی عالمی جنگ کا مختصر خاکہ:

مقتولین	زخمی	گمشدہ فوجی
۱۰۹۰۶۰۰۰	۲۱۲۱۹۰۰۰	۷۷۵۰۰۰۰

دوسری عالمی جنگ کا مختصر خاکہ:

مقتولین	زخمی	گمشدہ فوجی
۶۲۰۰۰۰۰۰(۱)	۲۶۷۶۹۴۰۸(۲)	۱۵۲۰۰۰(۳)

اس مختصر تشریح سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عالمی سطح پر جو جنگیں ہوئیں ان میں کتنی جانیں ضائع ہوئیں اور یہ کس طرح سے لوگوں کے لیے خوف وہراس کا ذریعہ بنیں۔اور دوسری عالمی جنگ میں جس طرح دنیا کے ممالک بموں اور میزائلوں کا نشانہ بنے اس کی جیتی جاگتی مثال آج بھی دنیا کے اندر جاپان میں دیکھی جا سکتی ہے، جہاں کے بچے ابھی بھی لولے، لنگڑے پیدا ہوتے ہیں۔جب کہ اس کے برعکس اسلام کو جہاں بھی تلوار اٹھانی پڑی وہاں پر اس نے لوگوں کے امن وسکون کو ملحوظ رکھا گو کہ اس میں بھی انسانوں کی جانیں گئیں لیکن وہ حد درجہ کم تھیں۔

☆☆☆

(۱) ur.wikipedia.org

(۲) www.infoplease.com>unitedstates>military affairs>american wars

(۳) www.dpaa.mibour-missing/world war-II

تعلیم و تربیت

بے محنت پیہم کوئی جوہر نہیں کھلتا
روشن شرر تیشہ سے ہے خانۂ فرہاد
(اقبال)

شکوۂ درد نہاں

مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی: اسباب وسد باب

محمد اجمل حسین عبد الستار
کلیۃ الحدیث رسال اول

تعلیم کا مقام ومرتبہ:

تعلیم کی اہمیت وضرورت، فضیلت ومنزلت، عظمت وافادیت سے ہر شخص واقف ہے، تمام ادیان وملل میں تعلیم کی عظمت وفضیلت مسلم ومحقق ہے، تعلیم انسان کی انسانیت کو بلند کرنے والی، اسے مقام اعلی ودرجۂ بلند تک پہنچانے والی، اسے ثری سے ثریا اور زمین سے فضاؤں کی سیر کرانے والی ہے، تعلیم قوموں کی سرفرازی وکامیابی اور کامرانی وترقی کی ضامن ہے، تعلیم قوموں کے عروج وزوال میں اہم کردار ادا کرتی ہے، تعلیم اقوام عالم کی بیداری، غور وفکر کی گہرائی اور ذہن ودماغ کی گیرائی کا کامیاب ذریعہ ہے۔

مسلمانوں کا ماضی تعلیمی میدان میں:

. جب ہم مسلمانوں کی زمانۂ ماضی میں شرعی علوم کی خدمات کا خصوصا اور عصری علوم کا عموما تجزیہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے سامنے اسلاف کرام کے بہترین علمی نمونے موجود ہیں۔ مثال کے طور پر ملک شام میں پیدا ہونے والے باکمال طبیب علاء الدین النفیس القرشی (۱۲۸۹) دنیا کے پہلے شخص ہیں جنھوں نے کہا کہ جسم میں خون گردش کرتا ہے۔

اسپین کے جلیل القدر طبیب وفلاسفر ابن رشد (۱۱۹۸) دنیا کے پہلے ڈاکٹر ہیں جنھوں نے آنکھ کے اس پردہ کے بارے میں صحیح سائنسی عمل بیان کیا جس میں بصارت کی حس یعنی (Retina) ہوتی ہے اور پھر یہ کہ موصوف نے ہی اس بات کا بھی انکشاف کیا کہ جس کو ایک بار چیچک ہو جائے اسے دوبارہ چیچک لاحق نہیں ہوتی۔

ابوالحسن علی احمد نسوی (۱۰۳۰) نے سب سے پہلے وقت کی ساعت (گھنٹہ) کو ۶۰ پر تقسیم کیا، اور اس کے ساٹھویں حصہ کو منٹ کہا۔

علم بشریات (انتھرولوجی) کی سائنس کا آغاز وابتداء امام المؤرخین عبد الرحمٰن بن خلدون (۱۴۰۶) نے کیا تھا، جابر

بن حیان نویں صدی کے عظیم کیمیا داں مانے جاتے ہیں اور انہیں ماڈرن کیمسٹری کا بابائے آدم تسلیم کیا جاتا ہے۔(۱)

مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی:

تعلیم کی اتنی اہمیت وضرورت اور اسلاف کرام کے بہترین علمی نمونے موجود ہونے کے باوجود بڑے حیف کے ساتھ اس حقیقت کو سپرد قلم کیا جارہا ہے کہ اسلامی ممالک میں جہاں مذہب کے اعتبار سے آبادی مخلوط ہے وہاں مسلمانوں کا شمار آبادی کے تعلیمی اعتبار سے پسماندہ ترین طبقے میں ہوتا ہے۔(۲)

جس کا صحیح اندازہ درج ذیل جدول سے لگایا جاسکتا ہے:

اسلامی ملکوں کی فیصد شرح خواندگی:

اسلامی ممالک	آبادی ۱۹۹۵ء کے مطابق	فیصد شرح خواندگی	اسلامی ممالک	آبادی ۱۹۹۵ء کے مطابق	فیصد شرح خواندگی
افغانستان	15,592,000	12	نائیجر	7,691,000	13
الجزائر	25,714,000	52	جنوبی یمن	2,345,000	25
بنگلہ دیش	117,976,000	29	متحدہ عرب امارات	2,250,000	68
چاڈ	5,064,000	17	پاکستان	113,163,000	26
سوڈان	25,164,000	30	جیبوتی	337,000	20
موریطانیہ	2,038,000	17	سینگال	7,740,000	10

(۳)

ہمارے ملک ہندوستان میں مسلمان دوسری قوموں کے بالمقابل دس گنا پسماندہ ہیں اور ایک قابل ذکر رپورٹ کے مطابق پورے ملک ہندوستان میں ۲۷؍ فیصد مسلم مرد اور ۸۲؍ فیصد عورتیں اب بھی جہالت اور ناخواندگی کی تاریکی میں

(۱) پیام توحید، شعبان و رمضان ۱۴۲۸ھ مطابق ستمبر ۲۰۰۷ء، ص: ۱۲، ۱۳۔

(۲) الفرقان، جولائی تا ستمبر ۲۰۰۳ء، ص: ۷۸۔

(۳) ملک وملت کی تعمیر اور دینی مدارس، ص: ۲۴۸۔

ہیں۔(۱)

جس کا صحیح اندازہ سچر کمیٹی کی اس رپورٹ سے لگایا جاسکتا ہے جسے ۱۷ مئی ۲۰۰۷ء کو منظر عام پر لایا گیا۔اس رپورٹ کے مطابق ہندوستانی مسلمان شیڈولڈ کاسٹ اور شیڈولڈ ٹرائب سے بھی تعلیمی میدان میں پیچھے ہیں۔آسام میں مسلمانوں کی مجموعی تعداد ۳۰.۹ فی صد ہے جبکہ ان کی شرح خواندگی ۴۸.۴ فیصد ہے۔

بہار میں ہماری آبادی ۱۶.۵ فیصد ہے، لیکن شرح خواندگی ۴۲ فیصد، جھارکھنڈ میں ۱۳.۸ فیصد ہیں شرح خواندگی ۴۲.۷ رفیصد، اتراکھنڈ میں ہماری آبادی ۱۱.۹ رفیصد ہے جبکہ شرح خواندگی ۴۰.۳ فی صد ہے اور جموں وکشمیر میں ۴۳ رفیصد ہے، ۲۵ رفیصد ۶ سال سے ۱۶ سال کے مسلم بچے یا تو کبھی اسکول کا رخ ہی نہیں کرتے یا دوران تعلیم ہی اس سلسلے کو منقطع کردیتے ہیں۔۲۵ انٹر گریجویٹ اور ۵۰ پوسٹ گریجویٹ طلبہ میں صرف ایک مسلم طالب پایا جاتا ہے، حالاں کہ پوسٹ گریجویٹ میں ہندوؤں کی شرح ۲۹ فی صد، شیڈولڈ کاسٹ وشیڈولڈ ٹرائب میں ۲۸ فی صد، اوبی سی میں مسلمانوں کی شرح ۱۶ فی صد ہے، جبکہ برادران وطن ۲۳ فی صد ہیں اور اسی تعلیمی میدان میں پیچھے ہونے کا نتیجہ ہے کہ زندگی کے تمام شعبوں میں دوسری قوموں کے بالمقابل زیادہ پسماندگی کے شکار ہیں، جہالت، اقتصادی پسماندگی، غربت وافلاس اور تباہی وبربادی ہماری شناخت اور مقدر بن چکی ہے۔

ہندوستانی مسلمانوں کا تعلیمی انحطاط وپسماندگی کا آغاز:

سچر کمیٹی رپورٹ کے مشاہدے کے بعد ذہن میں یہ سوال ازخود پیدا ہوتا ہے کہ کیا مسلمانوں کا تعلیمی گراف **دفعتاً** اتنا گر گیا؟ کیا مسلمان زندگی کے تمام شعبوں میں چند سالوں کی قلیل مدت میں یکا یک پچھڑ گئے؟ ہرگز نہیں بلکہ اس صورت حال کے کئی مراحل ومدارج ہیں، ہندوستانی مسلمانوں کی تاریخ کے اوراق کھنگالنے سے یہ بات واشگاف ہوجاتی ہے کہ دراصل اس کا **نقطۂ** آغاز سلطنت مغلیہ کا دور ہے، تقریبا تمام امراء سلطنت عیش کوشی وعیش پرستی میں مست ومگن تھے نیز ان لوگوں نے اپنی نئی نسل کی فلاح وکامرانی کے لیے عظیم درسگاہوں کے قیام میں دلچسپی نہیں لی، ان کے یہاں چھاپہ خانے اور **عوامی کتبات** کا فقدان رہا، پھر اس طرح اس ملک پر سیاہ دل انگریزوں کی مکمل حکومت قائم ہوگئی جو مسلمانوں کے سخت دشمن تھے، وہ اس لطیف حکمت سے بخوبی واقف تھے کہ اگر مسلمان زیور علم سے آراستہ ہوتے رہے تو ہم پر شامت آجائے گی، نتیجتاً ان لوگوں نے رفتہ رفتہ مسلمانوں کو تمام معاملات سے بے دخل کردیا، اپنے ناپاک عزائم کی تکمیل کے لیے بہت سی گھناؤنی سازشیں

(۱) الفرقان، جولائی تا ستمبر ۲۰۰۳ء، ص: ۹۴۔

رچیں اور اپنے برے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے میں کوئی تاخیر نہ کی، چنانچہ ۱۷۴۰ء سے ۱۷۶۵ء تک خصوصا وہ اس سلسلے میں سرگرم رہے، ۱۸۵۷ء میں پہلے کلکتہ پھر میرٹھ و لکھنو میں انگریزوں کے خلاف جنگی کارروائی شروع ہونے کے بعد سے ۱۸۷۱ء تک ان علماء کرام کو کھوج کھوج کر قتل کی مہم چلائی گئی جن کے دل قوم کے درد سے تڑپ رہے تھے، مسلمانوں کا وجود مامون نہ ہونے کی وجہ سے بے شمار مدارس وجامعات از خود مقفل ہو گئے۔(۱)

انگریزوں نے بتدریج کئی قوانین بنائے اور ان کے ذریعہ بہت سارے اوقاف ضبط کر لیے، اس طرح صرف اٹھارہ سال کے اندر ہی علماء کرام کا پورا طبقہ قلاش ہو کر رہ گیا اور انتہائی سرعت کے ساتھ مدارس بند ہوتے چلے گئے، یہاں تک کہ ایک ایک سال میں سات سات سو مدارس بند ہو جاتے تھے۔(۲)

بدقسمتی ہی کہی جائے گی کہ آزادئ وطن کے بعد متعصب وتنگ نظر برادران وطن کے ہاتھوں میں حکومت ہند کی باگ ڈور چلی گئی، ان لوگوں نے ہمیں تعلیمی میدان میں پسماندہ کرنے کے لیے مختلف حربے اختیار کیے، حکومت ہند نے برنی کمیٹی کے ذریعہ ۱۹۷۶ء میں ۱۷۶ مساجد منہدم کروا دی جس میں مکتب کے مستوی کی تعلیم کا نظم تھا، ۱۹۸۲ء کو میرٹھ فسادات کا خونچکاں سانحہ رونما ہوا جس میں مسلمانوں کے بہت سارے مدارس ومکاتب زمین بوس کر دیئے گئے۔(۳)

مسلمانوں کے تعلیمی انحطاط وپسماندگی کے اسباب:

سابقہ سطور میں یہ بات بیان کی جا چکی ہے کہ دفعتاً مسلمان تمام شعبہائے زندگی میں زوال پذیر نہیں ہوئے بلکہ ہماری تعلیمی زبوں حالی کے کئی مدارج ہیں، ہماری بدحالی وپسماندگی کی تاریخ صدیوں پرانی ہے، ہاں یہ بات یاد رکھی چاہیے کہ مسلمانوں کی پستی وزبوں حالی کی کوئی واحد علت نہیں بلکہ متعدد اسباب وعلل ہیں جن کی بنیاد پر ہمیں حرماں نصیبی کے اس دور سے گزرنا پڑا۔ آئندہ سطور میں انہیں سلسلہ وار حوالۂ قرطاس کرنے کی سعی کی جائے گی تاکہ حقیقت حال واضح ہو جائے، اس سلسلے کی سب سے پہلی علت طالبان علوم کے اندر طلب صادق نہ ہونا، محنت ولگن، جہد پیہم وعمل متواصل کے ساتھ تعلیم حاصل نہ کرنا ہے، بقول محترم جناب ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری رحمہ اللہ ''موجودہ علمی ودعوتی معیار کی پستی میں طلبہ کی بے رغبتی،

---

(۱) پیام توحید، شعبان ورمضان ۱۴۲۸ھ مطابق ستمبر ۲۰۰۷ء، ص ۱۴-۱۵۔

(۲) الہدی، ستمبر ۲۰۱۵ء، ص ۸۔

(۳) پیام توحید، شعبان ورمضان ۱۴۲۸ھ مطابق ستمبر ۲۰۰۷ء، ص ۱۵۔

بے توجہی اور کم ہمتی کا بہت زیادہ دخل ہے۔(۱) اس کے ساتھ ہی ساتھ اساتذہ کی باتوں کو بغور نہ سننا اور مطالعہ کر کے کلاس میں نہ جانا، ہوم ورک بنفس نفیس نہ کرنا اور سستی وکاہلی کرنا بھی ہے، کیوں کہ بغیر جہد پیہم وعمل متواصل اور محض تمنا کرنے سے علم حاصل ہوتا تو مخلوق میں کوئی جاہل نہ ہوتا، بقول شاعر:

لو كان هذا العلم يدرك بالمنى　　ما كان يبقى في البرية جاهل

فاجهد ولا تكسل ولا تك غافلا　　فندامة العقبى لمن يتكاسل (۲)

ہماری تعلیمی پسماندگی اور زبوں حالی کا ایک اہم سبب طلبہ کا احساس کمتری کا شکار ہونا ہے، آج طلبہ مدارس احساس کمتری کا شکار ہیں، اپنے آپ کو لوگوں سے کہتر وکمتر سمجھنا بڑی بھیانک بیماری ہے، اس سے طالب کا ذہن ودماغ تشویش میں مبتلا ہو جاتا ہے، پھر اس کا آخری مرحلہ تعلیمی گراوٹ ہوتی ہے۔(۳)

اس صورت حال کا ایک اہم پہلو تادیبی کارروائی پر پابندی بھی ہے، اگر بچوں کی شرارت پر سرزنش نہ کی جائے، غلطی پر تنبیہ نہ کی جائے، سبق یاد نہ کرنے پر معقول سزا نہ دی جائے تو پھر تعلیم کا جنازہ نکل ہی جائے گا، طلبہ کو شتر بے مہار کی طرح چھوڑ نا یا آزادی کا موقع دینا گویا طلبہ کے مستقبل سے کھلواڑ کرنا ہے۔(۴)

تعلیمی انحطاط وزوال کا اہم سبب غربت وافلاس بھی ہے، کیوں کہ مسلمان بالخصوص آزادی کے بعد غربت وافلاس کا شکار رہے، معاش کے استحکام کی فکر انہیں دامن گیر رہی، ملت کے نونہالان اپنی عمر کے عزیز ترین ایام کسب معاش میں گزارتے رہے، ہمارے قیمتی اوقات نان شبینہ کی جستجو میں صرف ہوتے رہے، ظاہر ہے کہ علم کا حصول وقت کے طلب کے ساتھ مادیت کا بھی طلبگار رہے بلکہ اس کا اہم کردار ہوا کرتا ہے۔(۵)

تعلیمی پسماندگی کا ایک بنیادی سبب ذمہ داران مدارس کی تعلیمی امور سے بے رغبتی اور بے توجہی اور ان میں خلوص و للہیت کا فقدان بھی ہے، ذمہ داران مدارس کی موجودہ صورت حال کو واضح کرتے ہوئے مولانا عبدالخالق صاحب رقمطراز

---

(۱) ماہنامہ محدث بنارس مجریہ نومبر ۱۹۹۵ء جمادی الآخرۃ ۱۴۱۶ھ ص ۹۔
(۲) انوار الادب فی شرح ازھار العرب ص ۲۸۔
(۳) النور ممبئی، مارچ ۲۰۱۶ء، ص ۹۔
(۴) النور ممبئی مارچ ۲۰۱۶ء، ص ۱۰۔
(۵) پیام توحید شعبان ورمضان ۱۴۲۸ھ مطابق ستمبر ۲۰۰۷ء ص ۱۸۔

ہیں: ''آج ان اداروں میں ایسے نااہل اور غیر مستحق افراد کی اجارہ داری ہے جو نہ علم وشعور، ہوش وآگہی، فکر وبصیرت، علمی رسوخ وتبحر اور نہ ہی بالغ نظری اور ہوش مندی رکھتے ہیں اور نہ ان کو زمانے کے تقاضوں سے آگہی ہوتی ہے اور نہ ہی تعلیمی رفتار پر نظر۔(۱)

شیخ عزیز شمس لکھتے ہیں کہ ''منتظمین کو پوری تیاری کے ساتھ نئے نئے شعبہ جات قائم کرنے اور اساتذہ کو زیر رکھے اور سال کے اخیر میں جلسوں کی فکر رہتی ہے، طلبہ سے ان کا رابطہ نہیں ہوتا، ان کے تعلیمی مسائل سے وہ بالکل نابلد ہوتے ہیں۔(۲) مسلمانوں کی تعلیمی پستی کا ایک اہم سبب اسلامی سیرت وکردار کے حامل ماہرین فن، اساتذہ ومعلمین کی کمی ہے کیونکہ یہ ثابت شدہ امر ہے کہ جیسا صانع ہوتا ہے ویسی مصنوعات تیار ہوتی ہیں۔(۳) جیسا کہ "فاقد الشيء لا يعطي" عربی کا مشہور مقولہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو وہ لوگوں کو کیا دے سکتا ہے۔

قارئین کرام! ان بنیادی اسباب ووجوہات کے علاوہ تعلیمی پسماندگی وزوال کے متعلق جن اسباب وعلل کی نشاندہی کی جاتی ہے ان میں (۱) تربیتی نظام کی کمزوریاں (۲) نصاب تعلیم کی بعض خامیاں (۳) ہمہ جہتی تعلیم کا فقدان (۴) انتظامات کی خرابی (۵) طلبہ کو غیر ضروری آزادی (۶) بجٹ کی قلت وخستہ حالی (۷) جبری تعلیم (۸) ناظم تعلیمات کا فقدان (۹) تنخواہوں کی قلت (۱۰) عدم اخلاص (۱۱) وقت کی عدم پابندی (۱۲) امتحانوں میں نقل کرنا (۱۳) تعلیم نسواں سے گریز (۱۴) عمدہ وبہتر تعلیمی اداروں کی کمی (۱۵) مادہ پرستی کا رجحان (۱۶) معاشی پریشانی (۱۷) عوام کی جانب سے تحقیر (۱۸) سرکاری عناد تعصب (۱۹) عالمی پروپیگنڈے (۲۰) والدین کی بے التفاتی (۲۱) مقام علم سے ناواقفیت (۲۲) ملٹی میڈیا موبائل کا بیجا استعمال (۲۳) علم کے مطابق عمل نہ کرنا (۲۴) اور باہمی مذاکرہ کا فقدان بھی ہے۔

آخران وجوہات کا سدباب کیا ہے؟

جہاں تک ہماری تعلیمی پستی کے ازالے کی بات ہے تو اس سلسلے میں چند انفرادی اقدامات کی تجاویز درج کی جاتی ہیں، جن پر عمل کرنے سے ایک حد تک تعلیمی پستی دور ہو سکتی ہے۔

ایک انسان کامیابی وکامرانی کی منزلیں اسی وقت طے کرتا ہے۔ جب اس کے والدین اس کو بنانے اور سنوارنے کے

---

(۱) دینی مدارس اور ان کے مسائل، ص۱۶۳۔

(۲) ماہنامہ محدث بنارس مجریہ نومبر ۱۹۹۵ء ص۱۹۔

(۳) الفرقان، جولائی تا ستمبر ۲۰۰۳ء، ص۹۶۔

لیےاس کے بچپن میں اچھی اعلی تربیت کا انتظام کرتے ہیں، یقیناً انفرادی کاوشوں کے باب میں یہ ایک ایسا اصول ہے جسے مسلم سماج کے ہر گار جین اگر اپنالیں تو بلا شبہ پستی کے سیل رواں پر سہولت سے بند باندھا جا سکتا ہے۔

نیز والدین کو اس بات کی طرف دھیان دینا چاہیے کہ ان کا لڑکا کس تعلیم کی جانب زیادہ مائل ہے؟ وہ جس فن کو پسندیدہ سمجھتا ہے اسے اسی فن کی تعلیم دلائی جائے، والدین پر ضروری ہے کہ اپنے بچوں کو قیمتی اوقات بلا وجہ ضائع وبرباد کرنے سے روکیں، ہر طالب علم ذاتی طور پر اپنے فریضہ سے عہدہ برآ ہونے کے لیے انتھک کدو کاوش کرے اور پوری طرح حصول علم وآگہی میں منہمک ومشغول رہے، مدارس اسلامیہ اور اسلامی اسکول وکالجز کے مسلم طلبہ احساس کمتری سے بالاتر ہو کر تحصیل علم میں سعی پیہم اور جہد مسلسل کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے لیے اعلی منزلیں متعین کریں۔(۱)

پرنسپل، مہتمم اور ناظم کی ذمہ داری ہے کہ ماہرین فن اور متبحر علماء کرام کی تقرری کریں۔ اور۔ جب ذمہ داریاں تقسیم کی جائیں تو ایسے شخص کو ذمہ داری دی جائے جو تعلیم سے رغبت رکھتا ہو، اس میں خلوص و للّٰہیت ہو، صاحب علم، زیرک، ہوشیار اور باشعور ہو اور علماء کی عزت ووقار کو ملحوظ رکھنے والا ہو، اجتماعی سطح پر ارباب علم ودانش کو تعلیمی بیداری کے لیے منظم پالیسی مرتب کرنی ہوگی۔ مسلم اکثریتی علاقوں میں حسب ضرورت تعلیمی ادارے قائم کیے جائیں، تعلیم کی اہمیت وافادیت کو ہر شخص تک پہنچانا ہوگا، پسماندہ علاقوں میں اپنے خرچ سے تعلیمی ادارے قائم کرنے ہوں گے، حکومت کو تعلیمی حقوق فراہم کرنے پر ہمیں آمادہ کرنا ہوگا، غریب ونادار اور ذہین وفطین لڑکوں کی کفالت صاحب ثروت کو کرنی ہوگی، علماء کرام کو طلبہ مدارس اور دیگر بچوں کو اپنی زیر نگرانی رکھ کر سنوارنا اور بنانا ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ انفرادی وہمہ جہت اجتماعی کوششیں جاری رہیں تو اس میں کوئی شک نہیں کہ تعلیم کی گراوٹ کی مصیبت سے ہم نجات پا جائیں گے۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہم سب کو اس سلسلہ میں نتیجہ خیز اقدام کی توفیق اور اخلاص کی سعادت سے مالا مال فرمائے، آمین ﷺ یارب العالمین۔

☆☆☆

(۱) پیام توحید، شعبان ورمضان ۱۴۲۸ھ مطابق ستمبر ۲۰۰۷ء، ص: ۱۸۔

فرق

فرقہ آرائی کی زنجیروں میں ہیں مسلم اسیر
اپنی آزادی بھی دیکھ، ان کی گرفتاری بھی دیکھ
(اقبال)

وارثین فرعون وهاماں

فرقۂ بابیہ: تعارف وتاریخ

محمد شعیب صدر عالم
فضیلت سال دوم

تیرہویں صدی ہجری میں سرزمین ایران پر ایک فرقہ رونما ہوا، جس کا مقصد مذہب اسلام کو ختم کرنا اور اس کی جگہ نئی شریعت لانا تھا۔ اس فرقہ کو بابیہ کہا جاتا ہے۔ اس کا بانی محمد علی شیرازی تھا، جسے ''باب'' کے نام سے پکارا جاتا تھا، اور اسی کی جانب یہ فرقہ منسوب کیا جاتا ہے۔ درج ذیل سطور میں اسی فرقہ کا تعارف پیش ہے:

بابیہ کی تعریف:

یہ ایک گمراہ، کافر ومرتد فرقہ ہے جو شیعہ اثنا عشریہ سے نکلا ہے۔ یہ فرقہ ایران کے اندر تیرہویں صدی ہجری میں ایک شیعی آدمی جسے مرزا علی محمد شیرازی کہا جاتا تھا، کے ہاتھوں رونما ہوا۔(۱)

وجہ تسمیہ:

اس فرقہ کے بانی کی طرف اس کی نسبت کرکے اسے بابیہ کہا جاتا ہے، جس کا لقب باب تھا۔ باب سے مراد شیعہ کے نزدیک مہدی منتظر کا باب ہے، شیعہ کا گمان ہے کہ مہدی علیہ السلام میں داخل ہوئے اور ان تک پہنچنے کا ذریعہ اور وسیلہ باب ہے، پس بہت سے لوگ اس فاسد عقیدہ کو تسلیم کرنے لگے۔ اسی بنا پر انہیں بابیہ کہا گیا۔(۲)

رونما ہونے کے وقت احوال وظروف:

فرقہ بابیہ کا ظہور ایران میں ہوا، اور ایران ہمیشہ سے ہی بدعات وخرافات، فتن وملاحم اور اکثر گمراہ فرقوں کی آماجگاہ رہا ہے، فرقہ بابیہ چونکہ اثنا عشریہ سے نکلا ہے، جن کا عقیدہ ہے کہ ان کے بارہویں امام محمد بن الحسن العسکری تیرہویں صدی ہجری کے اندر چھپ گئے اور وہ ابھی تک زندہ ہیں اور وہ امام منتظر ہیں۔(۳)

---

(۱) الموجز فی الأدیان والمذاهب المعاصرة ص ۱۵۶.
(۲) عقيدة ختم النبوة بالنبوة المحمدية، ص: ۲۰۲، الموجز في الأديان والمذاهب المعاصرة، ص: ۱۵۶.
(۳) عقيدة ختم النبوة، ص: ۲۰۳، البابية عرض ونقد، ص: ۴۵.

شیعہ حضرات ان کے واپس ہونے کا انتظار کرتے ہیں۔اور جب بھی وہ کسی مصیبت و پریشانی میں گھرتے ہیں تو اس باب کے پاس جاتے ہیں جس کے متعلق ان کا عقیدہ ہے کہ وہ اسی دروازے سے داخل ہوئے تھے۔

اسی طرح وہ ہررات اس باب کے پاس جاتے ہیں اوران کے نکلنے کا انتظار کرتے ہیں، یہاں تک کہ جب ستارے نکل آتے ہیں تو وہ حزن وملال کے ساتھ واپس آجاتے ہیں۔(۱)

وہ اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ دعا واذکار کے ذریعہ ان کو بلاتے ہیں مثلا: "اللهم اكشف هذه الغمة عن هذه الأمة وعجل لأمة، وعجل ظهوره، وانهم يرونه بعيدا ونراه قريبا برحمتك يا أرحم الراحمين"۔

ترجمہ: اے اللہ اس امت سے اس پریشانی ومصیبت کو دور کر اوران کو (محمد بن الحسن العسکری امام منتظر) جلد ظاہر کر، لوگ اسے ناممکن سمجھتے ہیں جبکہ اے ارحم الراحمین تیری رحمت سے ہم اسے ممکن اور قریب سمجھتے ہیں۔

شیعہ حضرات شدت کے ساتھ امام منتظر کا انتظار کرتے ہیں اور یہ ان کا عقیدہ بن چکا ہے، اس پر مستزاد یہ ہے کہ شیخ احمد احسائی اور سید کاظم رشتی نے لوگوں کے اندر ظہور مہدی کے شوق کو مزید برانگیختہ کردیا، رشتی نے اپنے مختلف دروس میں صراحت کے ساتھ کہا کہ امام موعود ہمارے درمیان ہی رہتے ہیں اوران کے ظاہر ہونے کا وقت آگیا ہے، تو ان کے استقبال کے لیے تیار ہوجاؤ اور اپنے آپ کو پاک کرو تاکہ تم ان کے حسن وجمال کا مشاہدہ کرو اور انہیں تم اس وقت تک نہیں دیکھ سکتے جب تک میں اس دنیا سے جدا نہ ہوجاؤں، میرے جانے کے بعد تم ان کا انتظار کرتے رہنا۔(۲)

ایسے ماحول میں فرقہ بابیہ نے نشو ونما پائی۔

فرقہ بابیہ کے عقائد وتعلیمات:

فرقہ بابیہ کے عقائد اسلام سے صریح متصادم ہیں۔ درج ذیل سطور میں ان کے چند فاسد عقائد پر روشنی ڈالی گئی ہے:

۱-شریعت اسلامیہ کا منسوخ ہونا۔

۲-عقیدہ حلول واتحاد۔

باب کا عقیدہ ہے کہ الوہیت اس کے اندر حلول کرگئی ہے اور وہی ''الٰہ'' ہے۔

۳-امور آخرت کا انکار۔

---

(۱) عقيدة ختم النبوة، ص: ۲۰۲، رسائل في الأديان والفرق والمذاهب، ص: ۳۰۳.

(۲) البهائية، ص: ۴۷.

یہ لوگ من جملہ تمام امور آخرت جیسے قیامت، دوبارہ اٹھایا جانا، پل صراط، حساب وکتاب، میزان اور جنت وجہنم سب کا انکار کرتے ہیں۔(۱)

۴-تاویل باطنی

ان کے نزدیک قیامت سے مراد ان کی اصطلاح کے مطابق، نبی، رسول کسی مظہر کا قائم ہونا۔

''بعث'' سے مراد جو لوگ وہمی قبر میں سوئے ہوئے ہیں ان کا روحانی طور پر بیدار ہونا۔ جنت وجہنم کا مطلب صرف تصدیق کرنا ہے، وغیرہ۔ دنیا سے مراد شیرازی پر ایمان لانا ہے۔(۲)

۵-ختم نبوت کا انکار۔

۶-۱۹ کی تعداد کو مقدس سمجھنا۔

یہ لوگ ۱۹ کی تعداد کو مقدس گردانتے ہیں اور ان کے نزدیک مہینوں کی تعداد انیس ہے اور مہینوں کے دنوں کی تعداد بھی انیس ہے۔(۳)

۷-نماز

ان کے نزدیک باب نے نماز کو ایک جدید نماز جو زوال کے وقت پڑھی جاتی ہے اس کے ذریعہ منسوخ کر دیا۔(۴)

۸-قبلہ کا منسوخ ہونا

ان کے نزدیک باب نے قبلہ کو اس زمین سے بدل دیا جس جگہ اللہ تعالی باب کو ظاہر کرے گا، چنانچہ قبلہ وہ گھر ہے جس میں شیراز پیدا ہوا۔(۵)

۹-روزہ

ہر مہینہ میں ۱۹ دن روزہ رکھنا، ان کے نزدیک یہ ایک مہینہ ہے اسے وہ شہر العلا کے نام سے پکارتے ہیں۔

روزہ سے مراد ان کے نزدیک شیرازی جس چیز سے راضی نہ ہو اس سے رک جانا۔(۶)

---

(۱) البابية عرض ونقد، ص ۲۹۵. (۲) البابية عرض ونقد، ص: ۳۰۰.

(۳) الموسوعة الميسرة في الأديان والمذاهب: ۱/ ۴۱۰.

(۴) عقيدة ختم النبوة، ص: ۲۰۸.

(۵) البابية لعبد الله الصالح الحموي، ص: ۳۳.

(۶) البابية عرض ونقد ص ۲۲۲.

۱۰-حج

ان کے نزدیک حج سے مراد اس گھر کی زیارت کرنا ہے جس میں شیرازی پیدا ہوا تھا۔(۱)

۱۱-طہارت

بابیہ کے نزدیک کوئی چیز نجس نہیں، انسان۔ جب بابیہ کو گلے لگا لیتا ہے تو وہ طاہر ہو جاتا ہے اور اس کی پوری ملکیت طاہر ہو جاتی ہے۔(۲)

۱۲-چور کی حد

بابیہ کے نزدیک چوری کرنے والے پر اس کی بیوی ۱۹ دن تک حرام ہو جائے گی اور وہ ۱۹ مثقال سونا علماء بابیہ کے حوالہ کرے گا تاکہ وہ اسے مسروق کے حوالہ کریں۔(۳)

۱۳-سلام اس کی دو قسمیں ہیں:

۱-یہ مردوں کے ساتھ خاص ہے۔مسلمان مرد کہے اللہ اکبر، سننے والا جواب دے گا اللہ اعظم۔

۲-یہ عورتوں کے ساتھ خاص ہے۔عورت کہے گی اللہ ابہی، جواب دیا جائے گا اللہ اجمل۔(۴)

۱۴-اجباری شادی

ان کے نزدیک گیارہ سال کی لڑکی کی شادی جبراً کرنا فرض ہے۔(۵)

۱۵-بابیہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد ۱۹ ہے اور وہ یہ ہیں:

۱-شہر البھاء	۲-شہر الجمال	۳-شہر الجلال	۴-شہر العظمة
۵-شہر النور	۶-شہر الرحمة	۷-شہر الکلمات	۸-شہر الکمال
۹-شہر الاسماء	۱۰-شہر العزة	۱۱-شہر المشیئة	۱۲-شہر العلم
۱۳-شہر القدرة	۱۴-شہر القول	۱۵-شہر المسائل	۱۶-شہر الشرف

(۱) البابية عرض ونقد ص ۲۲۴.

(۲) رسائل في الأديان والفسوق والمذاهب، ص ۳۲۶.

(۳) عقيدة ختم النبوة: ۲۲۲.

(۴) عقيدة ختم النبوة، ص: ۲۱۲.

(۵) حقيقة البابية والبهائية ص ۱۵۲

۱۷-شہرالسلطان ۱۸-شہرالملک ۱۹-شہرالعلاء

۱۶-جمعہ کی صبح کوسورج کا استقبال سلام کے ذریعہ کرتے ہیں اوراسے اپنے او پرفرض قرار دیتے ہیں۔(۱)

۱۷-بوذا،کنفیوشش اور براہمائی نبوت کے قائل ہیں اورزرتشت اوراس جیسے حکماء ہنداورچین کونبی مانتے ہیں۔(۲)

۱۸-عورت کےاو پر پردہ کوحرام قرار دیتے ہیں اورمتعہ کوحلال سمجھتے ہیں۔(۳)

ان کے بارے میں اسلام کا فیصلہ:

علماءاسلام اس بات پرمتفق ہیں کہ یہ باطنیہ کا فردین سے خارج اوراسلام سے مرتد ہیں۔جیسا کہ علماءاس بات پربھی متفق ہیں کہ نہ توان کی عورتوں سے نکاح جائز ہےاورنہ ان کے ذبیحہ کا کھانا،نہ انہیں مسلمانوں کےقبرستان میں دفن کرنا جائز ہےاورنہ ان کی میت پرنماز جنازہ پڑھنی درست ہے،جہاں تک ہوسکےمسلمانوں کی سرحدوں،ان کےقلعوں یالشکروں میں انہیں کوئی کام نہ دیاجائے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایسا کرنا گناہ کبیرہ اوراس آدمی کی طرح ہے جوبکریاں چرانے کے لیے بھیڑیوں سے کام لے،کیوں کہ یہ لوگ حکام اورمسلمانوں کے لیے سب سے زیادہ خائن ہیں اورحکومت خراب کرنے کے لیے سب سے زیادہ حریص ہیں۔

.حب یہ لوگ علانیہ توبہ کریں توحکام کے ہاں اس کےمعتبر ہونے میں علماء کے مابین اختلاف ہے۔

شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ ان سے جہاد مرتدوں سے جہاد ہی کی طرح ہے،حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اہل کتاب کے کفار سے جہاد کرنے سے پہلے مرتدوں سے جہاد شروع کیا۔

سلطنۃ اہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ حسب استطاعت اس جہاد میں حصہ لے۔(۴)اسی طرح مکہ کے مجمع الفقہ الاسلامی اورمصر کے دارالافتاءکافتوی ہے کہ بابیہ شریعت اسلامیہ سے خارج ہیں۔(۵)

اللہ تعالی تمام اعدائے اسلام کونیست ونابود کرنے کے لیے مدد فرمائے،آمین۔ ☆☆☆

---

(۱) البابية للحموی ص ۳٦

(۲) الموسوعة الميسرة في الأديان والمذاهب: ۱/۴۰۹

(۳) الموسوعة الميسرة في الأديان والمذاهب: ۱/۴۱۰.

(۴) مجموع الفتاوى: ۳۵/۱۴۵،۱٦۰.

(۵) جريدة المدينة، الأحد ۲/۱۱/۱۳۹۹ه = ۲۳/ سبتمبر ۱۹۷۹م.

تذکرہ ضلالت ادیان

فرقہ اسماعلیہ: ایک تعارف

عبدالرحمٰن بن امیر حمزہ
کلیۃ الشریعۃ، سال اول

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده، أما بعد:

قال الله تعالى: ﴿وأن هذا صراطي مستقيما فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله ذلكم وصاكم به لعلكم تتقون﴾ (١) وقال النبي ﷺ: "إن بني إسرائيل تفرقت على ثنتين وسبعين ملة، وتفترق أمتي على ثلاث وسبعين ملة، كلهم في النار إلا واحدة، قالوا ومن هي يا رسول الله! قال: ما أنا عليه وأصحابي". (٢)

اللہ کے نبی ﷺ نے جن بہتر فرقوں کے جہنمی ہونے کے بارے میں بتلایا ہے ان میں سے ایک فرقہ ''فرقہ اسماعیلیہ'' بھی ہے، اس فرقے نے شریعت اسلامیہ کو منسوخ قرار دیا نیز پوشیدہ رہ کر اسلام کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا اور اسلام کے خلاف کیسی کیسی خوفناک سازشیں کیں، اس کا مختصر جائزہ درج ذیل سطور میں پیش خدمت ہے:

فرقہ اسماعیلیہ کا تعارف:

فرقہ اسماعیلیہ غالی شیعہ کا ایک فرقہ اور باطل تحریکات میں سے ہے، دوسرے فرقہ ضالہ کی طرح اس نے بھی آل بیت کا آڑ لے کر اپنے اغراض ومقاصد کی تکمیل کی کوشش کی، اس فرقہ کا تعلق شیعہ امامیہ سے ہے، یہ فرقہ جعفر صادق کو امام تسلیم کرنے میں امامیہ سے متفق ہے، لیکن جعفر صادق کے انتقال کے بعد. جب شیعہ کے درمیان اختلاف پیدا ہوا تو ایک فریق نے موسیٰ کاظم بن جعفر صادق کو امام مانا تو انہیں موسویہ کہا جانے لگا اور دوسرے فریق نے اسماعیل بن جعفر کو امام مانا تو انہیں اسماعیلیہ کہا جانے لگا۔(۳)

---

(١) سورة الانعام: ١٥٣.

(٢) سنن الترمذي: كتاب الايمان، باب ماء جافى فى افتراق هذه الأمة، رقم الحديث: ٢٦٤١.

(٣) الاسماعيلية المعاصرة، الأصول، المعتقدات، ص: ٢٢.

وجہ تسمیہ: انہیں اسماعیلیہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کیوں کہ ان کا گمان ہے کہ امام جعفر صادق کے انتقال کے بعد امامت ان کے بیٹے اسماعیل بن جعفر کی طرف منتقل ہوئی۔(۱)

فرقۂ اسماعیلیہ کے چند دوسرے نام:

فرقۂ اسماعیلیہ کے چند دوسرے نام بھی ہیں جن سے وہ موسوم اور انہیں سے معروف ومشہور ہیں، بعض کا تذکرہ نیچے کیا جارہا ہے:

(۱) باطنیہ: ان کا عقیدہ ہے کہ ظاہری نصوص کا باطن ہے، اسی لیے انہیں باطنیہ کہا جاتا ہے۔(۲)

(۲) قرامطہ: اس فرقہ کی نسبت ہمدان قرمط کی طرف کر کے انہیں قرامطہ کہا جاتا ہے(۳)

(۳) سبعیہ: چوں کہ ان کا عقیدہ ہے کہ نبوت وامامت کے ادوار سات کے بعد سات ہیں اور ساتواں دور آخری دور ہے جس سے مراد قیامت ہے، پھر اس کے بعد دوسرا دور آئے گا اور پھر بلا انتہاء پے در پے ادوار آئیں گے۔(۴)

(۴) خمریہ: خمر سے مراد لذت حاصل کرنا ہے، چوں کہ ان کے نزدیک شرعی احکام ساقط ہیں اور لوگ جس طرح چاہیں محرمات کا ارتکاب کریں، اسی وجہ سے انہیں خمریہ کہا جاتا ہے۔(۵)

(۵) تعلیمیہ: ان کے نزدیک تعلیم صرف ان کے معصوم امام سے اخذ کی جائے گی، اسی لیے انہیں تعلیمیہ کہا جاتا ہے۔(۶)

فرقۂ اسماعیلیہ کی نشو ونما: اس فرقہ کی نشو ونما چند امور پر مشتمل ہے:

(۱) دوسری صدی ہجری میں یہ فرقہ ایک فکر کی طرح رونما ہوا۔

(۲) اس فرقہ کی جڑ ملحد ابوالخطاب بانی فرقۂ خطابیہ سے متصل ہے۔

(۳) مجوسی میمون القداح اور اس کے بیٹے نے اس گمراہ فرقہ کو پھیلانے میں انتھک کوشش کیں۔

---

(۱) أصول الاسماعيلية والفاطمية، والقرامطية، ص: ۲۹.

(۲) فضائح الباطنية، ص: ۱۱.

(۳) القرامطة لابن الجوزي، ص: ۳۸.

(۴) الملل والنحل للشهرستانی، ص: ۱۹۷.

(۵) الأديان والفرق والمذاهب المعاصرة، ص: ۱۰۸.

(۶) الحركات الباطنية فی عالم الاسلامی ص: ۱۰۷.

(۴) یہ فرقہ تیسری صدی ہجری کے اخیر میں مستقل فکر کے ساتھ منظر عام پر آیا۔(۱)

فرقۂ اسماعیلیہ کے اہم عقائد:

بعض دوسرے گمراہ فرقوں کی طرح اسماعیلیہ کے بھی کچھ خاص عقائد ہیں۔ صمیم موضوع میں داخل ہونے سے پہلے یہ بتا دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ فرقۂ اسماعیلیہ کی کتابیں دو طرح کی ہیں:

(۱) کتب ظاہر: یہ عام لوگوں کے لیے لکھی گئی ہیں، چاہے وہ اسماعیلی ہوں یا ان کے علاوہ، تاکہ کوئی فرقۂ اسماعیلیہ کی حقیقت اور ان کے افکار وتعالیم پر مطلع نہ ہو سکے۔

(۲) کتب باطن: یہ عام لوگوں کے لیے نہیں بلکہ فرقۂ اسماعیلیہ کے خاص لوگوں کے لیے لکھی گئی ہیں۔(۲)

الوہیت کے سلسلے میں فرقۂ اسماعیلیہ کا عقیدہ: اسماعیلیہ کے نزدیک توحید کا مطلب مطلق انکار صفات ہے، ان کے نزدیک اللہ رب العالمین عقل سے ماوراء ہے اور عقل ذات باری تعالی کی حقیقت کے ادراک سے عاجز ہے، اسی بنا پر وہ تمام اسماء وصفات کا انکار کرتے ہیں، بہر کیف ان کے نزدیک اللہ نہ خالق ہے، نہ مالک، نہ رازق، نہ علیم، نہ سمیع وبصیر وغیرہ۔

شمس الدین احمد بن یعقوب طیبی داعی فرقہ اسماعیلیہ لکھتا ہے کہ اللہ رب العالمین کی تقدیس اور اس کو ان تمام صفات سے مبرا قرار دینا ضروری ہے جو ہمارے ذہن میں کھٹکتے ہیں۔(۳)

ابراہیم بن الحسین حامدی لکھتا ہے، اللہ تعالی کو نہ ''حی'' کہا جائے گا نہ ''قادر'' نہ ''عالم'' نہ ''تام'' اور نہ ''فاعل'' کیوں کہ یہ تمام چیزیں صفات پر مشتمل ہیں۔(۴)

ائمہ کے سلسلے میں اسماعیلیہ کا موقف:

یہ لوگ اللہ رب العالمین کے تمام اسماء وصفات کو اپنے ائمہ پر فٹ کرتے ہیں، چنانچہ سب سے پہلے انھوں نے الوہیت کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر فٹ کیا اور کہا کہ وہ ''رب العرش العظیم'' ہیں پھر انھوں نے اللہ رب العالمین کی صفات کو اپنے ائمہ پر منطبق کیا، ان کے نزدیک اسماعیلی امام ''واحد، احد، قہار، منتقم، غفار، قادر'' وغیرہ ہیں۔(۵)

(۱) دراسات منهجية لبعض فرق الرافضة والباطنية، ص: ۹۳-۹۴.
(۲) الاسماعيلية لاحسان الهی ظهير، ص: ۲۶۱.
(۳) الدستور ودعوة المؤمنين، ص: ۹۷.
(۴) الولد للحامدي، ص: ۱۳.
(۵) مطالع الشموس لشهاب الدين، ص: ۳۳.

بانی: دولت عبیدیہ کے بارے میں ان کا قول ہے ؎

جلى بها الله ذو المعالي وكل شيء سواه ريح

اور ابن ہانی اندلسی نے "**معز لدين الله العبيدي**" کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہا ؎

ما شئت لا ما شاءت الأقدار فاحكم فأنت الواحد القهار (۱)

چنانچہ اسماعیلیہ اپنے ائمہ کو اللہ تعالی کی صفات سے متصف کرتے ہیں اور اللہ تعالی کے اسماء سے ان کو پکارتے ہیں، ان کے نزدیک ان کے ائمہ عقل کلی ہیں، اسی لیے وہ انواع عبادت کو ان کی جانب منسوب کرتے ہیں اور ان کو مقدس سمجھتے ہیں۔ (۲)

صحابہ کرام کے سلسلے میں اسماعیلیہ کا موقف:

یہ لوگ صحابہ کرام کو گالی دیتے ہیں، ان کی طعن وتشنیع کرتے ہیں اور انہیں برا بھلا کہتے ہیں نیز ان پر نازیبا القاب کا اطلاق بھی کرتے ہیں، مثلا ابلیس، فرعون، ہامان، طاغوت، اور ہبل وغیرہ، پھر یہ لوگ اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ روافض کی طرح ان کا بھی عقیدہ ہے کہ وفات رسول ﷺ کے بعد حضرت علی کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنے کی وجہ سے "**نعوذ بالله**" صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مرتد ہوگئے، یہ لوگ خلافت راشدہ کو غلط قرار دیتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ حضرت علی سے خلافت چھین لینے کی وجہ سے وہ طاغوت ہیں۔ (۳)

نبوت: نبوت کے سلسلے میں فرقۂ اسماعیلیہ کا عقیدہ وہی ہے جو ملحدین فلاسفہ کا ہے۔

ان کے نزدیک نبوت فیضان عقل ہے، اللہ رب العالمین انبیاء کرام کی طرف وحی بھیجنے والا نہیں بلکہ وہ عقل فعال ہے اور ان کے نزدیک نبی وہ شخص ہے جس پر علت یعنی قوت قدسیہ کی جانب سے بذریعہ تالی یعنی معلول کے فیضان ہوا ہو اور ان کا عقیدہ ہے کہ نبی پر فیضان شدہ قوت شروع شروع میں مکمل نہیں ہوتا ہے بلکہ وہ نو مہینے کے بعد مکمل ہوتا ہے، جس طرح نطفہ رحم مادر میں مکمل ہوتا ہے۔ (۴)

---

(۱) الاسماعيلية لاحسان الهي ظهير، ص: ۱۱۱.

(۲) القرامطة لابن الجوزي، ص: ۲۰.

(۳) تاج العقائد، ص: ۷۳.

(۴) دراسات منهجية لبعض فرق الرافضة والباطنية، ص: ۱۱۱.

اسماعیلیہ کے نزدیک صرف نبوت کافی نہیں ہے، بلکہ اس کی تکمیل کے لیے کسی امام کا ہونا ضروری ہے، ان کا عقیدہ ہے کہ ہر نبی کی شریعت محدود مدت تک کے لیے ہوتی ہے۔ جب اس کی مدت ختم ہو جائے گی تو اللہ دوسرا نبی بھیجے گا، اسماعیلیہ کے نزدیک نبی کو صرف ظاہری نصوص کا علم دیا جاتا ہے اور باطنی تاویل کا حق امام کو دیا جاتا ہے لہٰذا ہر زمانے میں امام معصوم کا ہونا ضروری ہے، تاکہ ظاہر کی تاویل جاننے کے لیے اس کی طرف رجوع کیا جا سکے۔(۱)

ختم نبوت کے متعلق اسماعیلیہ کا موقف:

چوں کہ یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ فرقۂ اسماعیلیہ کا ایک نام سبعیہ بھی ہے، جن کا اعتقاد ہے کہ نبوت وامامت کے ادوار سات سات ہیں، بہر کیف فرقۂ اسماعیلیہ کا عقیدہ ہے کہ نبوت کے چھ عظیم ادوار گزرے ہیں: (۱) دور آدم (۲) دور نوح (۳) دور ابراہیم (۴) دور موسی (۵) دور عیسی (۶) اور دور محمد، پھر محمد بن اسماعیل کے ظہور سے ساتواں دور شروع ہوا جن کا لقب فاتح صاحب الزماں اور قائم ہے، انہیں کے ہاتھوں عقیدہ باطنیہ کا ظہور رہا، اور ان کے نزدیک انبیاء سات ہیں نیز ہر نبی اپنے سے ماقبل نبی کی شریعت کو منسوخ کر دیتا ہے لہٰذا احمد ﷺ جو شریعت لے کر آئے تھے وہ محمد بن اسماعیل کی شریعت سے منسوخ ہو چکی ہے۔

عارف تامر اسماعیلی آیت کریمہ "يوم نطوي السماء كطي السجل للكتب كما بدأنا أول خلق نعيده وعدا علينا انا كنا فاعلين" (۲) کی باطنی تاویل کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ساتویں منتظر امام کے ظہور کے وقت تمام تر شریعت منسوخ ہو جائے گی جس طرح رجسٹر بند کر دیا جاتا ہے اور پھر نئے عہد کی ابتداء ہوگی۔(۳)

قرآن کریم: فرقۂ اسماعیلیہ کا گمان ہے کہ قرآن کریم محمد ﷺ کی تعبیر ہے جو ان پر عقل فعال کی جانب سے فیضان ہوا اور کلام اللہ مجازی طور پر کہا جاتا ہے نہ کہ حقیقی طور پر۔ کیوں کہ وہ جہت محمد (ﷺ) سے مرکب ہے، نیز وہ لوگ اپنی کتابوں میں اس بات کی صراحت بھی کرتے ہیں کہ محمد ﷺ نے قرآن کی تالیف کی ہے، ان کا عقیدہ ہے کہ جبریل نبی پر فیضان عقل کا نام ہے جو انبیاء کی جانب وحی لانے والے نہیں ہیں۔(۴)

---

(۱) دراسات منهجية لبعض فرق الرافضة والباطنية، ص: ۱۱۲.

(۲) سورة الأنبياء: ۱۰۴.

(۳) مقدمة عارف تامر على تحقيق لرسالة "جامعة الجامعة" لاخوان الصف، ص: ۱۵۵، از دراسات منهجية، ص: ۱۱۴.

(۴) القرامطة لابن الجوزي، ص: ۵۹.

شرعی احکام: فرقہ اسماعیلیہ کے نزدیک عبادت کے دو پہلو ہیں: (۱) عملی (۲) علمی، علمی یعنی ظاہر و باطن اور پہلا دوسرے کے بغیر اور دوسرا پہلے کے بغیر غیر قابل قبول ہے، اگر کوئی شخص باطن پر عمل کرے اور ظاہر کو چھوڑ دے تو وہ کافر ہے، اسی طرح اگر کوئی ظاہر پر عمل کرے اور باطن کو چھوڑ دے تو وہ بھی کافر ہے۔

مصطفیٰ غالب اسماعیلی لکھتا ہے کہ اگر کوئی شخص ظاہر و باطن دونوں پر عمل کرے تو وہ ہم میں سے ہے اور جو ان دونوں میں سے کسی ایک پر عمل کرے اور دوسرے کو چھوڑ دے تو ''کتا'' اس سے بہتر ہے اور وہ ہم میں سے نہیں۔(۱)

یوم آخرت: یہ لوگ حشر ونشر، عذاب قبر اور اس کی نعمتوں، جنت وجہنم اور دوسرے غیبی امور پر ایمان نہیں رکھتے ہیں۔

امام غزالی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ فرقہ اسماعیلیہ کے تمام لوگ انکار قیامت پر متفق ہیں۔(۲)

فرقہ اسماعیلیہ کے سلسلے میں علماء کی رائے:

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"والغالية يقتلون باتفاق المسلمين وهم الذين يعتقدون الإلهية والنبوة في علي وغيره مثل النصيرية والاسماعيلية .... فإن جميع هؤلاء الكفار أكفر من اليهود والنصارى". (۳)

اور غالیہ مسلمانوں کے اتفاق کے ساتھ واجب القتل ہیں اور وہ ایسے لوگ ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں الوہیت اور نبوت کا عقیدہ رکھتے ہیں جیسے کہ نصیریہ، اور اسماعیلیہ...... پس ایسے تمام لوگ کافر ہیں اور ان کا کفر یہود ونصاریٰ سے زیادہ سخت ہے۔

یہ تھا فرقہ اسماعیلیہ کا مختصر تعارف، یہ لوگ حقائق کے خلاف اہل بیت کی آڑ میں باطل دلائل و براہین سے سچائیوں کو چھپائے ہیں۔ بالکل واضح ہے کہ یہ لوگ قرآن عظیم، سنت رسول ﷺ اور اجماع اہل السنۃ والجماعۃ کے قطعی دشمن ہیں۔ اللہ ہم سب کو ان کے شر سے محفوظ رکھے۔(آمین)

اللهم أرنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وأرنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه.

☆☆☆

---

(۱) تاريخ الدعوة الاسلامية، ص: ۳۹.

(۲) فضائح الباطنية، ص: ۴۴.

(۳) مجموع فتاوى لابن تيمية رحمه الله: ۲/۲۱۷.

معاشرت

خود اپنی ذات کو سورج بنا کے پیش کرو
اجالے مانگ کے لاؤ نہ شہ نشینوں سے
(افسر میرٹھی)

تعامل مسلمانان ہندوستاں

حالات کی نزاکت اوراہل وطن کے ساتھ ہماراطرزعمل

یاسراسعد بن اسعد اعظمی
فضیلت سال آخر

وطن عزیز ہندوستان صدیوں سے مختلف ادیان ومذاہب کا گہوارہ رہا ہے۔کثرت میں وحدت اس کی ایک بڑی خوبی مانی جاتی ہے۔متعدد مذاہب کے لوگ یہاں باہم مل جل کر رہتے ہیں۔ادیان ومذاہب کی کثرت کے سبب ہمیشہ یہاں مذہبی کشمکش بھی رہی ہے۔اس کشاکش نے مذہب کے نام پر جنم لیا اور بعد میں سیاست کا روپ دھار کر سنگین حالات پیدا کیے۔ ہمیشہ سے یہاں ہندو مت اکثریت کا مذہب رہا ہے۔مسلمانوں کے لیے یہ نہایت فخر کی بات رہی ہے کہ انہوں نے ۷-۸ر صدی تک اس ملک پر حکومت کی اور اسے پروان چڑھایا۔رواداری اور مذہبی آزادی کے لحاظ سے یہ تاریخ ہند کا سب سے سنہرا دور کہا جاسکتا ہے، یہاں تک کہ بعض شاہان ہند نے رواداری کے خمار میں شرعی حدود تک کی بھی پرواہ نہ کی۔ بہر حال، مسلمانوں کی طویل حکمرانی ایک سنہرا دور رہی جہاں ایکتا،الفت ومحبت اور یگانگی کے بے شمار مظاہر موجود تھے۔ ہندو اور مسلمان مذہبی لحاظ سے جداگانہ ہونے کے باوجود بھی باہم شیر وشکر ہو کر رہتے تھے۔

انگریز مغل حکومت کی شمع گل کرنے آئے،اس زمانے میں وطن عزیز کو سونے کی چڑیا کہا جاتا تھا،کاروبار اور تجارت کے نام پر آنے والے فرنگیوں نے اقتدار کو ہتھیانے کے لیے بے شمار چالیں چلیں،ان کا سب سے کامیاب حربہ "Devide and Rule" کی پالیسی ثابت ہوئی،انتھک سازشوں اور کوششوں سے ہندی مسلمانوں اور ہندؤں کے مابین خلیج پیدا ہوتی گئی،شدت پسند مذہبی عناصر نے بھی موقع کا فائدہ اٹھایا اور نفرت کی کاشت کی،ڈیوائڈ اینڈ رول کی پالیسی اتنی کارآمد ثابت ہوئی کہ انگریزوں کے انخلا کے بعد بھی دونوں قوموں نے ساتھ رہنا گوارہ نہیں کیا اور ہندوستان مذہب کے نام پر تقسیم ہو گیا۔

ہندوستان کی تقسیم مسلمانوں کے جذبات کے وقتی ابال کا نتیجہ تھی جس کے سبب فرقہ پرستی کو مزید بڑھاوا ملا،مسلمان مذہب کے نام پر اپنا ایک الگ ملک بنا چکے تھے، لہٰذا اب اکثریتی طبقہ کو بھی اپنے راشٹر کے قیام کا خواب ستانے لگا۔ ہندوستان آزادی کے بعد ایک سیکولر اسٹیٹ قرار پایا جہاں کسی مذہب کی بالا دستی نہیں تھی،اس سے مسلمانوں کو ہندوستان میں باعزت رہنے کا جواز تو مل گیا لیکن تقسیم کے وقت کی مذہبی منافرت ابھی دلوں میں زندہ تھی اور تاحال باقی ہے۔اکثریتی طبقے

کے شدت پسند عناصر اسی منافرت کے سہارے آئے دن آزاد ہندوستان کی اقلیت کو نشانہ بناتے رہتے ہیں۔ایوان اقتدار تک رسائی ہونے کے بعد مانو اس میں سرخاب کے پر لگ گئے ہوں۔آئے دن وطن میں فرقہ پرستی کے مناظر سیکولرزم کا منہ چڑھاتے رہتے ہیں، روز بروز حالات حساس سے حساس تر ہوتے جارہے ہیں۔ایسے پرآشوب وقت میں ہندوستانی مسلمانوں کے سامنے ایک اہم سوال ہے کہ ہمارا رشتہ وتعلق برادران وطن سے کیسا ہو،حالات کی نزاکت کے مدنظر ہمارے ان کے ساتھ تعامل کی نوعیت کیا ہو؟۔لیکن اس سوال کا جواب ڈھونڈھنے سے قبل یہ ضروری ہے کہ ہم اپنے اس دور کو آنکھوں کے سامنے رکھیں. جب یہاں ہماری حیثیت حکمراں کی تھی،لہٰذا بحیثیت حاکم یہاں کی غیر مسلم رعایا کے ساتھ ہمارا برتاؤ کیسا تھا۔

مسلم حکمرانوں کا غیر مسلم رعایا کے ساتھ برتاؤ:-

شدت پسند عناصر مسلمانوں کو الزام دیتے ہیں کہ مسلمانوں نے اپنے دور حکمرانی میں غیر مسلم رعایا خصوصاً ہندوؤں پر بہت مظالم ڈھائے، نیز ان کی کردارکشی کی پوری کوشش کی جاتی ہے، حالانکہ امر واقع اس سے یکسر مختلف ہے۔تاریخ کے فراہم کردہ شواہد اشارہ دیتے ہیں کہ بعض مسلم سلاطین نے تو غیر مسلموں کی محبت میں اسلامی تعلیمات تک کا پاس ولحاظ نہیں رکھا۔ہم تاریخ ہند سے رواداری کے کچھ ثبوت پیش کرتے ہیں:

۱-عموماً ہندوستان میں اسلام کی نشرواشاعت ہندوستان پر بیرونی مسلم حملوں کا نتیجہ قرار دی جاتی ہے، حالانکہ برصغیر میں اسلام کی آمد اس سے بہت قبل ہوچکی تھی۔محمد بن قاسم علیہ الرحمہ کے حملوں سے تقریباً دوتہائی صدی سے بھی زائد عرصے قبل ہی مسلمان عہد صحابہ میں ہندوستان آچکے تھے،ان کی دعوت وتبلیغ اور اخلاق وکردار سے لوگ مسلمان ہونا شروع ہوئے۔ طویل عرصے کے بعد محمد بن قاسم نے فوج کشی کی،لیکن اپنے دور قیام میں انہوں نے عدل گستری کے ایسے نمونے پیش کیے کہ غیر مسلم رعایا آپ کی گرویدہ ہوگئی، یہاں تک کہ سندھ کی ہندو عوام انہیں دیوتا کا درجہ دیتی اور ''ان داتا'' کے لقب سے یاد کرتی۔محمد بن قاسم کے متعلق تاریخ کے غیر متعصب ہندو مؤرخین کے ساتھ مغربی تاریخ نگاروں نے بھی اعتراف کیا ہے کہ ان کے عہد میں مذہبی رواداری کی اعلیٰ مثال قائم ہوئی، چنانچہ مغربی مؤرخ ولکسی نے لکھا ہے کہ عراق کا گورنر حجاج بن یوسف اپنے ملک میں تیز مزاج مشہور تھا،اور عراق کے مسلمانوں نے اس کی سختیوں سے بھاگ کر ہندوستان کے جنوب میں کوکن اور کنیا کماری وغیرہ مقامات میں پناہ لی،سندھ کی فتح کے بعد محمد بن قاسم نے حجاج کو خط لکھ کر پوچھا کہ یہاں کے لوگوں کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا جائے.....حجاج نے لکھا کہ'' جبکہ ان لوگوں نے خود سپردگی کردی ہے اور خلیفہ کو ٹیکس دینا منظور کرلیا ہے تو ان سے کچھ بھی اور جائز نہیں،ہم نے انہیں اپنی حفاظت میں لیا ہے اور ہم کسی بھی طرح ان کے جان ومال پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتے۔

انہیں اپنے دیوتاؤں کی پوجا کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ ہر گز کسی شخص کو اپنے دھرم کی پابندی کرنے سے منع کرنا چاہیے نہ روکنا چاہیے۔ اپنے گھروں میں وہ جیسے چاہیں اس طرح رہیں۔'' [۱]

۲-مشہور سیاح ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ ایک ہندو سردار نے قاضی کی عدالت میں سلطان محمد بن تغلق کے خلاف مقدمہ دائر کیا، قاضی نے محمد بن تغلق کو عدالت میں طلب کی اور مقدمے کی باقاعدہ سنوائی کے بعد ہندو کے حق میں فیصلہ دیا، سلطان نے فیصلے کے مطابق مدعی کو مطمئن کیا۔ [۲]

۳-ایک جرمن عالم فان کریمر لکھتا ہے:

''سندھ میں محمد بن قاسم کی حکومت میں اور اس کے بعد بھی جرجیوں کی عزت اور ان کا رتبہ جیوں کا تیوں قائم رہا۔ زمین کی مالکذاری بھی حسب معمول جیوں کی تیوں تین فیصدی جاری رکھی گئی۔ ہندؤں کو کھلی اجازت تھی کہ اپنے مندر بنانے کے لیے وہ آزاد ہیں۔ ہندو تاجر مسلمان تاجروں کے ساتھ اپنی تجارت بڑھانے کے لیے جو طریقہ مناسب سمجھتے تھے عمل میں لاتے تھے۔ عربوں اور سندھیوں میں اس قدر باہمی تعلقات اور محبت کے رشتے قائم ہوئے کہ جس کی وجہ سے خلیفہ تک نے سندھ میں مندروں کو گرانے یا اسلام کے پرچار کی اجازت نہیں دی۔'' [۳]

یہ نمونے مشتے از خروارے ہیں، تاریخ کے صفحات اس طرح کے واقعات سے بھرے پڑے ہیں۔ سب سے بنیادی بات یادرکھنے کی یہ ہے کہ مسلمانوں کے فوجی حملوں سے بہت قبل ہی یہاں اسلام اپنے مبلغین کے حسن کردار اور تبلیغ سے پھیل چکا تھا، نیز مسلم حکمرانوں نے اتنے طویل عرصہ حکومت کے باوجود یہاں کی غیر مسلم رعایا سے بالکل تعصب نہیں برتا۔ اکثریتی طبقہ کے شدت پسندوں کے لیے یہ بات قابل غور وفکر ہے۔

تمہیں لے دے کے ساری داستاں میں یاد اتنا ہے کہ عالمگیر ہندو کش تھا، ظالم تھا، ستمگر تھا

مسلم دشمنی کا محرک:-

برصغیر میں ہندو-مسلم منافرت پیدا کرنے کا سہرا انگریزوں کے سر جاتا ہے، تجارت کا بہانہ لے کر قیادت کا خواب دیکھنے والوں نے بھانپ لیا تھا کہ اس کثیر ثقافتی ملک کے باشندوں کو اگر مذہبی بنیادوں پر آپس میں متصادم کر دیا جائے تو

---

(۱) اسلام اور دہشت گردی، مرتبہ فاروق ارگلی، ص:۲۶، مطبوع فرید بک ڈپو پرائیوٹ لمیٹڈ دہلی، طبع ۲۰۰۳ء
(۲) ہندوستان میں قومی یک جہتی کی روایات، بی.این. پانڈے، ص:۱۳
(۳) ایضا، ص:۱۱

بآسانی وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں، چنانچہ ان کی ڈیوائڈ اینڈ رول (لڑاؤ اور حکومت کرو) کی پالیسی کامیاب ہوئی اور ہندو مسلم کے درمیان خلیج اتنی بڑھی کہ آج تک یہ قائم ہے۔ ۱۸۸۷ء میں وزیر خارجہ وسکاؤنٹ کراس نے گورنر جنرل ڈفرن کو ایک خط میں لکھا کہ ''مذہبی احساس کی تقسیم ہمارے مفاد میں ہے، اور ہم ہندوستانی تعلیم اور تعلیمی مواد پر آپ کی تفتیشی کمیٹی سے اچھے نتائج کی امید کرتے ہیں۔'' وزیر خارجہ جارج ہملٹن نے گورنر جنرل لارڈ کرزن کو لکھا کہ ''اگر ہم ہندوستان کے تعلیم یافتہ طبقے کو دو حصوں (ہندو اور مسلمان) میں تقسیم کر سکتے ہیں تو اس سے ہماری پوزیشن مضبوط ہوگی، ہمیں درسی کتاب کو اس طرح تیار کرنا چاہیے کہ دونوں مذاہب کے اختلافات میں مزید اضافہ ہو۔'' [۱]

آزادی کے بعد ہندوستان کی سیاست مذہب کے سہارے پر چلی، جس کے سبب آپسی تعلقات روز بروز سدھرنے کے بجائے کشیدہ ہوتے چلے گئے۔ روز اول سے ہی بھگوا عناصر پاکستان کو برصغیر کے تمام مسلمانوں کا ملک مان کر وطن عزیز کے مسلمانوں کا عرصہ حیات تنگ کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ دقت نظر سے دیکھا جائے تو ان کی ساری عداوت کا ماخذ سیاست ہے، یہ نقطہ واقعی قابل غور ہے کہ مسلمان حد درجہ پسماندگی کے عالم میں ہیں، ان کے اندر دینی بیداری کی اشد ضرورت ہے، لیکن اگر مسلمان اپنی تمام ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو جائیں تب بھی کفار کے دلوں میں ان کے خلاف جو غیظ وغضب ہے وہ کم نہیں ہوگا۔ مفکر ملت ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری علیہ الرحمہ اس بارے میں رقم طراز ہیں:

''مسلم دشمن عناصر کا جو ٹولہ ہمارے سامنے ہے اسے نہ اپنے مذہب سے دلچسپی ہے نہ کسی دوسرے مذہب سے حقیقی عناد، بلکہ اصل مسئلہ سیاسی مفادات کا ہے۔ یہ ٹولہ اپنے سیاسی عزائم کی تکمیل کے لیے مسلم دشمنی کے نعرہ کو حربہ کے طور پر استعمال کر رہا ہے، اقتدار کی کرسی میں اسے جو کشش نظر آ رہی ہے اس کے سامنے حق وانصاف کے اصولوں اور ملکی روایات کی اس ٹولہ کی نظر میں کوئی وقعت نہیں۔ اس لیے اگر مسلمان اخلاق وعمل کی اعلیٰ ترین ذمہ داریوں پر بھی پہنچ جائیں تو اس ٹولہ کی ان کے ساتھ عداوت ختم نہ ہوگی۔ سورہ آل عمران کی آیات ۱۱۸ تا ۱۲۰ کے ترجمے پر توجہ کی ضرورت ہے، ان کے اندر اللہ تعالیٰ نے دشمنان اسلام کے غیظ وغضب کی تصویر پیش کی ہے۔'' [۲]

برادران وطن سے مسلمانوں کا تعامل اور ان کی ذمہ داریاں:-

مسلمان قوم کے لیے فی الوقت وطن عزیز کی صورت حال ایک زبردست چیلنج ہے جس سے نبرد آزما ہونے کے لیے

---

(۱) فرقہ پرستی اور اس کا تدارک، ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی، ماہنامہ ندائے اعتدال علی گڑھ، اکتوبر ۲۰۱۶ء، ص: ۳۱۔

(۲) اسلام اور مسلمانوں سے نفرت یا محبت کا اصل محرک کیا ہے؟، از ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری، ماہنامہ محدث بنارس، مئی ۱۹۹۷ء، ص: ۸۔

کتاب و سنت کی روشنی میں اقدام کرنا بے حد ضروری ہے۔ قرآنی تناظر سے دیکھیں تو واضح انداز میں ارشاد ہے: ﴿لا ينهاكم الله عن الذين لم يقاتلوكم في الدين ولم يخرجوكم من دياركم أن تبروهم وتقسطوا إليهم﴾ [ممتحنہ: ۸]

امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "فلو تصدق على فاسق أو على كافر من يهودي أو نصراني أو مجوسي جاز، وكان فيه أجر في الجملة" [۱]

مسلمانوں کو جب مدینے میں اقتدار حاصل ہوا تو حضور اکرم ﷺ نے سب سے پہلے مسلمانوں اور یہود کے مابین اتحاد قائم فرمایا جسے ''معاہدۂ مدینہ'' یا ''میثاق مدینہ'' کے نام سے جانا جاتا ہے، اس میں باہمی ہمدردی، خیر خواہی، مظلوم کی مدد اور دشمن کے خلاف اتحاد جیسی اہم بنیادوں پر یہ معاہدہ ہوا۔ اسی سے ملتا جلتا ''حلف الفضول'' بھی ہے جس میں زمانہ جاہلیت میں مختلف قبائل کے ذریعہ امن وسلامتی، انسانی ہمدردی، مظلوموں کا تعاون، ظالموں کا مقابلہ جیسے اہم عناصر پر اتحاد ہوا، نبی اکرم ﷺ بعد میں خواہش ظاہر کیا کرتے تھے کہ: "لقد شهدت في دار عبد الله بن جدعان حلفا ما أحب أن لي به حمر النعم ولو أدعى به في الإسلام لأجبت" [۲]

مولانا اختر امام عادل اس ضمن میں لکھتے ہیں: ''اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں پر اگر ایسے حالات آجائیں جن میں وہ اپنے ملی تشخص، مفادات کے تحفظ اور دیگر نیک مقاصد کے لیے غیر مسلموں سے مشترکہ بنیادوں پر (جن میں کوئی بات خلاف شریعت نہ ہو) اتحاد قائم کریں تو اس کی گنجائش ہے، بالخصوص غیر مسلم ممالک جہاں مسلمان اقلیت کی حیثیت سے رہ رہے ہوں۔'' [۳]

دین حق کی یہ تعلیمات واضح کرتی ہیں کہ جو انصاف پسند غیر مسلم ہیں وہ ہمارے حسن سلوک اور اچھے برتاؤ کے یقیناً مستحق ہیں۔ ہندوستان میں جہاں کہ ان کی اکثریت ہے ہمارا فرض بنتا ہے کہ حسن سلوک اور اخلاق کے ذریعہ ان کا دل جیتنے کی کوشش کریں۔ اس کی مختلف نوعیتیں ہو سکتی ہیں، تجارتی سطح پر ان کے ساتھ بہترین تعلقات استوار ہو سکتے ہیں، وہ مسائل جو مشترکہ ہیں ان کے حل کے لیے اتحاد کیا جا سکتا ہے۔ مسلمانوں کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ہندوستان میں رہتے ہوئے وہ دیگر برادران وطن سے بالکل کٹ کر اپنی زندگی نہیں گزار سکتے اور نہ ہی یہ ان کے لیے مفید ہے۔ امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

---

(۱) المجموع: ۲۳۷/۶۔ (۲) السنن الكبرى للبيهقي: ۵۹۶/۶، ح: ۱۳۰۸۰۔

(۳) غیر مسلم ملکوں میں مسلمانوں کے مسائل، از مولانا اختر امام عادل، ص: ۷۷، مطبوعہ بھارت آفسیٹ پرنٹرز دہلی۔

''میرا عقیدہ ہے کہ ہندوستان میں ہندوستانی مسلمان اپنے بہترین فرائض انجام نہیں دے سکتے، جب تک کہ وہ ان احکام اسلامیہ کے ماتحت ہندوستان کے ہندوؤں سے سچائی کے ساتھ اتحاد و اتفاق نہ کرلیں۔'' [۱]

غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کو درپیش مسائل کو عموماً "**یجوز في الضرورة مالایجوز في غیرها**" کے قاعدے کے تحت حل کیا جاتا ہے، لیکن اس فقہی ضابطے کو استعمال کرنے کے لیے مولانا ابوالعاص وحیدی چند اصولی باتیں ذکر کرتے ہیں:

۱- تعبدی امور چونکہ توقیفی ہوتے ہیں اور ان میں قیاس ورائے کا دخل نہیں ہوتا اس لیے ان میں عصری ضرورت کا لحاظ نہیں کیا جائے گا۔

۲- حقوق ومعاملات اور تعلقات عامہ جو غیر تعبدی امور ہیں ان میں عصری ضروریات اور تقاضوں کا لحاظ کیا جائے گا۔

۳- حقوق ومعاملات وغیرہ میں جو احکام منصوص ہیں جن کی حیثیت حدود اللہ کی ہیں ان سے بالکل تجاوز نہیں کیا جائے گا۔

۴- مذکورہ فقہی قاعدہ استعمال کرتے ہوئے اس بات کا لحاظ بہرحال ضروری ہے کہ مسلمان اپنا دینی وملی تشخص باقی رکھیں۔ [۲]

دعوت وتبلیغ اور شبہات کا ازالہ:-

برادران وطن کے ساتھ حسن تعامل ہمارے دعوتی کاز کے لیے انتہائی مفید ثابت ہوگا۔ میڈیا کے ذریعہ ان کے اذہان وقلوب میں جو زہر بھرے گئے ہیں ان کا ازالہ ہوگا اور یہ چیز انہیں اسلام سے قریب کرنے میں معاون ثابت ہوگی۔ ڈاکٹر سعود عالم قاسمی اس طرف توجہ دلاتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہندوستان میں اسلام کی دعوت واشاعت میں درپیش مشکلات کا اہم سبب جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا اسلام کے سلسلے میں برادران وطن کی غلط فہمی اور اس پر مبنی منافرت اور عناد کا رویہ ہے، جس کی آبیاری انگریزوں نے منصوبہ بند طریقے سے کی ہے۔ چونکہ انگریزوں نے مسلمانوں سے اقتدار چھینا تھا اور ہمیشہ وہ مسلمانوں سے خوف زدہ رہتے تھے کہ کہیں دوبارہ وہ اقتدار پر قابض نہ ہوجائیں، لہٰذا انہوں نے ہندوؤں کو مسلمانوں سے لڑانے کی کوشش کی۔ انہوں نے جان بوجھ کر

(۱) خطبات آزاد، مولانا ابوالکلام آزاد، ص:۴۶، طبع زاہد بشیر پرنٹر لاہور

(۲) غیر مسلم ممالک میں آباد مسلمانوں کے مسائل (مجموعہ)، ص:۵۴۹، ناشر ایفا پبلیکیشنز دہلی، طبع ۲۰۱۰ء

مسلمانوں کی امیج بگاڑی۔ پھر اس بگڑی ہوئی تصویر کو ہندوؤں کے ذہنوں میں بٹھانے کی جدوجہد کی۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے تاریخ کو توڑ مروڑ کر پیش کیا اور تعلیمی نصاب کی کتابوں میں مسلمانوں کی کردارکشی پر مبنی زہریلا مواد بھر دیا۔'' [۱]

عظیم صحافی مولانا محمد عثمان فارقلیطؒ علیہ الرحمہ اس ضمن میں نصیحت فرماتے ہیں کہ ''ہندوستانی مسلمانوں کو اگر کوئی تاریخی رول ادا کرنا ہے تو اس کا ایک عملی پہلو یہ ہے کہ ان کا ہر فرد دوسروں سے شخصی رابطہ پیدا کرے اور ان کے دل میں اترنے کے لیے کوئی تدبیر سوچے، مسلمان جس کو اپنا سب سے زیادہ مخالف سمجھیں، وہ اسی کے پاس پہنچیں اور اس کی سن کر اپنی سنائیں اور اس کی غلط فہمیوں کو دور کرنے کی کوشش کریں............شخصی ملاقات اور تعلقات سے جو نتائج برآمد ہو سکتے ہیں وہ کسی کانفرنس کی دس قراردادوں سے بھی برآمد نہیں ہو سکتے۔ پس اپنے مخالف کو یہ باور کراؤ کہ تم اس کے حریف نہیں ہو، پھر افہام وتفہیم کا تیر نشانہ پر بیٹھ جائے گا اور اس کی غلط فہمیاں بدلی کی طرح چھٹتی چلی جائیں گی۔ اگر مردہ زمین بارش کے چھینٹوں سے ازسرنو زندہ ہو سکتی ہے تو محبت کے چھینٹوں سے مردہ دلوں کو بھی ازسرنو زندگی مل سکتی اور مایوسی امید میں بدل سکتی ہے۔'' [۲]

اخلاق وکردار کی ضرورت:-

دعوت وتبلیغ اور تعامل میں حسن اخلاق کا کلیدی کردار ہوتا ہے، اس کے بغیر داعی کی ذات مؤثر نہیں ہو پاتی، پیچھے بیان ہوا کہ ہندوستان میں اسلام کی اشاعت میں اس کے مبلغین کی دعوت اور ان کا کردار سبب بنا، موجودہ حالات میں اس کی اہمیت دوچند ہوجاتی ہے، مسلمان اپنے اخلاق وکردار کے ذریعہ غیر مسلموں کا دل جیتنے کی کوشش کریں، یہی کردار ہمارا مستقبل طے کرے گا۔ امام الہند فرماتے ہیں:

''ہندو مجارٹی کا خوف دل سے نکال دیجیے.....اصل شے قوموں کی معنوی قوت ہے جو اس کے اخلاق، اس کے کیرکٹر، اس کے اتحاد اور دراصل ہماری اصطلاح میں مشیت الٰہی اور اعمال حسنہ سے پیدا ہوتی ہے۔'' [۳]

اپنے کردار کا مظاہرہ ہم متعدد مواقع پر کر سکتے ہیں، بالخصوص۔ جب کوئی ہنگامی صورت حال درپیش ہو۔ فرقہ وارانہ فسادات ہوں یا کوئی آسمانی آفت، زلزلے ہوں یا سیلاب، ان تمام ناگہانی صورتوں کے رونما ہونے کے وقت ریلیف اور

(۱) اسلام اور عصر حاضر کے مسائل، ڈاکٹر سعود عالم قاسمی، ص:۱۳۶، ناشر فیکلٹی دینیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، ۲۰۱۳ء

(۲) عظیم صحافی مولانا محمد عثمان فارقلیطؒ کے منتخب اداریے، مرتبہ سہیل انجم، ص:۶۷، مطبوع ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی، ۲۰۱۴ء۔

(۳) ابوالکلام آزاد: ایک ہمہ گیر شخصیت، رشید الدین خان، ص:۲۲۴، مطبوع قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان دہلی، ط۲، ۲۰۰۴ء، بحوالہ الہلال، ۱۸؍دسمبر ۱۹۱۲ء۔

رضا کارانہ خدمات پیش کرنے کے لیے مسلمانوں کی نمائندگی از حد اہمیت رکھتی ہے، اس میں بلا تفریق مسلک ومذہب خدمت ایک انسانی فریضہ ہے، چنانچہ مولانا تنظیم عالم قاسمی رقمطراز ہیں:

’’. جب کوئی قدرتی آفت آتی ہے تو بلا تفریق سماج کے تمام افراد اس کے شکار ہوتے ہیں اور سبھی مدد کے محتاج ہوتے ہیں۔ ایسے وقت میں مسلم ریلیف تنظیموں کو صرف انسانیت کو پیش نظر رکھ کر فیصلہ کرنا چاہیے، مذہبی تعصب کی اجازت نہیں، چاہے غیر مسلم تنظیمیں مسلمانوں کو تعصب کے تناظر سے دیکھیں یا تعاون کریں، اس لیے کہ عوض میں احسان کرنے کا نام صلہ رحمی نہیں ہے، سامنے والے چاہے اخلاق کے اعتبار سے جیسے بھی ہوں، ان کے ساتھ نرم مزاجی اور حسن گفتار کا حکم دیا گیا ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **لیس الواصل بالمکافی ولکن الواصل الذي إذا انقطعت رحمه وصلها** (ترمذی:۱۳/۲)‘‘ [۱]

کوئی بزم ہو کوئی انجمن، یہ شعار اپنا قدیم ہے　　جہاں روشنی کی کمی ملے، وہیں اک چراغ جلا دیا

مشترکہ مسائل کے حل میں اتحاد:-

حسن تعامل کی ایک اور صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ سماج کے وہ مسائل جو مشترک ہیں اور جن میں مذہب کا عمل دخل نہیں ان کو غیر مسلموں کے اشتراک سے حل کیا جائے، اور آپسی تعلقات مضبوط کیے جائیں، اس بابت مولانا سلطان احمد اصلاحی لکھتے ہیں:

’’سماج کی مشترکہ ذمہ داریوں اور اچھی باتوں کی ترویج اور منکرات کو روکنے کے لیے غیر مسلموں کے اشتراک سے کام کیا جا سکتا ہے، اور ایسے ادارے اور تنظیمیں قائم کی جا سکتی ہیں جن میں مسلمانوں اور غیر مسلم بھائیوں کا اشتراک ہو، حیات طیبہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں حلف الفضول کے معاہدے اس کے حق میں نظیر ہیں، جس کے لیے نبوت کے بعد بھی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر آج بھی مجھ کو اس جیسے کسی معاہدے کے لیے طلب کیا جائے تو میں آنے کے لیے تیار ہوں یہاں تک کہ یہ میرے لیے عرب کے قیمتی ترین مال سرخ اونٹوں سے بھی بہتر اور محبوب ہوگا۔ (ابن ہشام، السیرۃ النبویہ: ۱۴۸/۱، ۱۴۹)‘‘ [۲]

بھڑکیلے اور فرقہ وارانہ بیانات سے پرہیز:-

اسلامی تناظر سے بھی یہ بات نازیبا ہے کہ غیر مسلموں کے معبودان باطلہ کو برا بھلا کہا جائے اور پھر وہ نادانی میں اللہ کی ذات کو نشانہ بنائیں۔ لیکن ہندوستان کی سیاست میں مسلم طبقے کے بعض جوشیلے مقررین اور سیاستدانوں کی جانب

(۱) غیر مسلم ممالک میں آباد مسلمانوں کے مسائل، ص: ۴۴۲۔
(۲) غیر مسلم ممالک میں آباد مسلمانوں کے مسائل، ص: ۵۳۰۔

سے بسا اوقات ایسی طنزیہ باتیں سامنے آتی ہیں جو ایک طرف غیر مسلموں کو برگشتہ کرتی ہیں تو دوسری طرف اس کو جواز بنا کر اسلام، قرآن اور پیغمبر اسلام پر نازیبا تبصرے کیے جاتے ہیں۔ ابھی گذشتہ دنوں ایک لیڈر نے ایک شدت پسند تنظیم پر انتہائی فحش تبصرہ کیا جس کے جواب میں ملعون کملیش تیواری نے آں حضرت ﷺ کی شان میں گستاخی کی جسارت کی۔

تعامل کی دیگر شکلیں:-

برادران وطن سے تعلقات بہتر بنانے اور ان کے دلوں سے اسلام کے بارے میں غلط فہمی کو دفع کرنے کے لیے متعدد ذرائع اپنائے جا سکتے ہیں۔ ایسا ہونا چاہیے کہ ہم اپنے مدارس و مکاتب میں ہونے والے پروگراموں میں ان کو مدعو کریں اور ان کے سامنے اسلام کی بات اچھا تاثر پیش کریں، مدارس پر دہشت گردی کے الزامات کے ازالے کے لیے یہ چیز ضروری ہے۔ اسی طرح غیر مسلموں کے ذریعہ منعقد کیے گئے پروگراموں میں بھی علماء کو جانا چاہیے اور اپنی بات رکھنی چاہیے۔ اس سلسلے میں بین مذاہب مکالمے کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ بے شمار موضوعات ہیں جن پر مسلک و مذہب سے اوپر اٹھ کر غور کرنے اور سوچنے کی ضرورت ہے۔

ضروری وضاحت:-

غیر مسلموں کے ساتھ معاملہ کرتے وقت اس بات کو یاد رکھنا ہوگا کہ اسلام اور کفر کی راہیں جدا جدا ہیں، مسلمان کبھی اپنی ترقی کی کسوٹی اہل کفر کو نہیں بنا سکتا، اور نہ ہی ان کے نقش قدم پر چلنا اس کے لیے شرعی لحاظ سے مشروع ہے۔ ولاء اور براء کے شرعی قاعدے کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ بحیثیت مسلمان ہمیں اپنا عقیدہ، اپنا ایمان، اور اپنا تشخص بہر حال عزیز رہے گا۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ہم مسلمانوں نے پورے عزم کے ساتھ سوچ سمجھ کر ہندوستان میں رہنے کا فیصلہ کیا ہے…. ہمارے اس فیصلے کو ارادۂ الٰہی کے سوا کوئی طاقت نہیں بدل سکتی، ہمارا یہ فیصلہ کسی کم ہمتی، مجبوری یا بے چارگی پر مبنی نہیں، ہمارے آس پاس اور دور و نزدیک بہت سے اسلامی ممالک ہیں جہاں ہم منتقل ہو سکتے ہیں، لیکن ہم نے سوچ سمجھ کر یہیں رہنے کا فیصلہ کیا ہے۔

ہمارا دوسرا فیصلہ یہ ہے کہ ہم اس ملک میں اپنے پورے عقائد، دینی شعائر اور اپنی پوری مذہبی اور تہذیبی خصوصیات کے ساتھ رہیں گے۔'' [۱]

اللہ رب العزت ہم سب کو اپنے دینی و ملی تشخص و وقار کے ساتھ رہنے کی توفیق بخشے اور وطن عزیز کو امن و امان عطا فرمائے۔

☆☆☆

صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و علی آلہ و صحبہ و سلم

---

(۱) ماہنامہ الفرقان لکھنؤ، ستمبر- دسمبر ۲۰۱۴ء، ص: ۶

منظرنالاں

طہارت ونظافت کے بارے میں اسلامی قوانین اور ہماری غفلت

ظہیان محمد انس
فضیلت سال آخر

طہارت ونظافت کے بارے میں اسلامی قوانین اور ہماری غفلت:

اسلام انتہائی پاکیزہ مذہب ہے۔ یہ اپنے ماننے والوں کو طہارت و پاکیزگی کا حکم دیتا ہے۔ اللہ تعالی نے اولا د آدم کو اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کے توسط سے جو احکامات وہدایات دی ہیں اگر ہم حقیقی معنوں میں ان پر عمل پیرا ہو جائیں تو ہر فرد بشر کا ظاہر و باطن، اس کا جسم ولباس، رہنے کی جگہ، گھر بار، گلی محلّہ ماحول حتی کہ پورا معاشرہ پاکیزگی کا مظہر بن جائے گا، طہارت ونظافت اختیار کرنے والوں کو اللہ تعالی پسند فرماتا ہے، چنانچہ قرآن کریم میں رب ذو الجلال کا فرمان ہے ﴿إن الله يحب التوابين ويحب المتطهرين﴾ (۱) ترجمہ: بیشک اللہ تعالی توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ اسلام میں طہارت کی اہمیت کے پیش نظر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس کا خوب اہتمام فرماتے تھے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالی نے ان کے اس وصف کو ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿فيه رجال يحبون أن يتطهروا والله يحب المطهرين﴾ (۲) ترجمہ: اس میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو طہارت و پاکیزگی کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تبارک وتعالی پاک وصاف رہنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے طلحہ بن نافع سے روایت کیا ہے کہ مجھے ابوایوب انصاری، جابر بن عبداللہ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم نے بتلایا کہ۔ جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے انصار کو مخاطب کرکے فرمایا: اے گروہ انصار! اللہ تعالی نے طہارت کے بارے میں تمہاری تعریف کی ہے تو تمہاری طہارت و پاکیزگی کا طریقہ کیا ہے؟ انصار نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! ہم نماز کے لیے وضو کرتے ہیں، جنابت لاحق ہونے پر غسل کرتے ہیں اور پانی سے استنجاء کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہی وہ طہارت و پاکی ہے جس کی اللہ نے تعریف کی ہے تو تم اسے لازم پکڑو۔ (۳)

اسلام میں طہارت کسے کہتے ہیں؟ اس کا کیا معنی ومطلب ہے؟ اسے جاننا ضروری ہے تاکہ انسان شرعی حکم کے

---

(۱) سورة البقرة: ۲۲۲. (۲) سورة التوبة: ۱۰۸.

(۳) باب العشرون من شعب الإيمان وهو باب الطهارات، فضل الوضوء: ۱۸/۳، ۱۹.

مطابق اس کا اہتمام کر سکے۔

''طہارت'' عربی زبان کا لفظ ہے، طَهُرَ يَطْهُرُ باب کرم سے مصدر ہے، لغت میں طہارت کا معنی مطلق طور پر صفائی و پاکیزگی ہے۔(۱) فقہی اعتبار سے حدث اور نجاست سے پاکیزگی حاصل کرنے کو طہارت کہتے ہیں۔(۲) جبکہ شرعاً طہارت اللہ تعالی کی منع کردہ چیزوں سے اپنے آپ کو روکنے یعنی خود کو گناہوں سے پاک رکھنے اور اللہ تعالی کے اوامر سے مرین کرنے کو کہتے ہیں۔ اطلاقات شرعیہ میں طہارت من الارجاس پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے یعنی کفر و شرک اور معصیت سے پاک ہونا، چنانچہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيرا﴾ (۳) ترجمہ: اے نبی کے گھر والو! اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم کو (شرک و کفر) کی گندگی سے دور رکھے اور تمہیں ہر طرح کی مکمل پاکیزگی عطا کرے۔

اسلام میں طہارت و پاکیزگی کی اہمیت کا اندازہ لگانے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اسے نصف ایمان کہا ہے، صحیح مسلم کی حدیث ہے، حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "الطهور شطر الإيمان" (۴) ترجمہ: پاکی نصف ایمان ہے۔

اسلام میں ظاہری طہارت کا بھی نہایت اہتمام کیا گیا ہے۔ بیداری سے لے کر سونے تک، بیت الخلاء سے مسجد تک، دن بھر میں پانچ مرتبہ وضو نیز غسل و تیمّم وغیرہ کے ذریعہ طہارت حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے، قضائے حاجت انسان کی فطری ضرورت ہے، یہ ضرورت کیسے پوری کی جائے؟ اس کی بھی رہنمائی موجود ہے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے: "أن النبي ﷺ إذا ذهب المذهب أبعد" (۵) اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: "إذا أراد البراز انطلق حتى لا يراه أحد" (۶) خلاصہ دونوں روایتوں کا یہ ہے کہ نبی ﷺ جب قضائے حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تو اتنی دور جاتے کہ لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتے، اسی طرح پیشاب کرتے وقت نرم اور نشیبی جگہ منتخب کرنے کا حکم ہے تاکہ پیشاب کی چھینٹیں کپڑے اور بدن پر نہ پڑیں۔ حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "إذا أراد أحدكم البول فليرتد لبوله موضعا" (۷) ترجمہ: یعنی جب تم میں سے کوئی

---

(۱) القاموس الوحيد الكامل، ص: ۱۰۱۷. (۲) الفقه الإسلامي وأدلته للزحيلي.
(۳) سورة الأحزاب: ۳۳. (۴) رواه مسلم في صحيحه في الطهارة، باب فضل الوضوء.
(۵) رواه أبو داود في سننه في الطهارة، باب التخلي عند قضاء الحاجة.
(۶) رواه أبو داود في سننه في الطهارة، باب التخلي عند قضاء الحاجة.
(۷) رواه أبو داود في سننه في الطهارة، باب الرجل يتبوأ لبوله، رقم الحديث: ۳.

پیشاب کرنے کا ارادہ کرے تو اسے چاہیے کہ پیشاب کے لیے نرم جگہ تلاش کرے۔ قضائے حاجت کے لیے جانے سے قبل دعا کی تعلیم دی گئی تا کہ آدمی شیاطین وجنات کے شر سے محفوظ رہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ۔ جب تم میں سے کوئی قضائے حاجت کے لیے جائے تو یہ دعا پڑھے: "**اللهم إني أعوذ بك من الخبث والخبائث**" (۱) ترجمہ: اے اللہ میں ہر طرح کے شیاطین (مذکر ومؤنث) سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**ستر ما بين الجن وعورات إذا دخل الخلاء أن يقول: بسم الله**" (۲) ترجمہ: تم میں سے کوئی بیت الخلاء میں جانے کا ارادہ کرے تو بسم اللہ پڑھے، اس سے بنو آدم کی شرمگاہ اور جنات کے درمیان پردہ حائل ہو جائے گا۔ علمائے کرام نے ان دونوں روایتوں کے درمیان جمع کرتے ہوئے فرمایا کہ قضائے حاجت کو جانے والا ان دونوں دعاؤں کو ملا کر یوں پڑھے: "**بسم الله اللهم إني أعوذ بك من الخبث والخبائث**"۔ بیت الخلاء میں دخول سے قبل دعا کی تعلیم دینے کی حکمت یہ ہے کہ وہ نجاست اور گندگی کی جگہ ہوتی ہے اور اس دوران ذکر اللہ میں **انقطاع** آجاتا ہے، ستر کھل جاتا ہے اور بول و براز کا خروج ہوتا ہے تو ایسے میں شیاطین اور جنات جنھوں نے اپنا مسکن ان جگہوں کو بنایا ہوتا ہے تو وہ وہاں جانے والے انسان کو ایذاء پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں، لہٰذا ان کے شر سے حفاظت کے لیے یہ دعا بتلائی گئی ہے، اسی طرح ایک مسلمان۔ جب نیند سے بیدار ہوتا ہے اور اپنی طبعی ضرورت کے تحت اس کو پانی استعمال کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تو شریعت مطہرہ میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ ہاتھ دھوئے بغیر پانی کے برتن میں نہ ڈالے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "**إذا استيقظ أحدكم من نومه فليغسل يده قبل أن يدخل في وضوئه فإن أحدكم لا يدري أين باتت يده**"۔ (۴)

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی اپنی نیند سے بیدار ہو تو اسے چاہیے کہ وضو کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے قبل اپنے ہاتھوں کو دھولے کیونکہ اسے نہیں معلوم کہ نیند کی حالت میں اس کے ہاتھ نے کہاں رات گذاری ہے۔ شراح حدیث نے لکھا ہے کہ نیند کی حالت میں یہ ممکن ہے کہ آدمی کا ہاتھ اس کی شرمگاہ سے مس ہوا ہو اور اس پر نجاست کے اجزاء لگ گئے ہوں یا رات میں نیند کی حالت میں احتلام ہو گیا ہو اور ہاتھ پر منی لگ گئی ہو یا وظیفہ زوجیت کی ادائیگی کے وقت کچھ نجاست لگ گئی ہو یا جسم کے کسی حصہ میں زخم ہو اور اس سے خون رس رہا ہو اور وہ ہاتھ میں لگ گیا ہو۔ غرض یہ کہ اگر نجاست یقینی طور سے لگ گئی ہو تو پھر

---

(۱) رواه البخاري في الوضوء، باب ما يقول عند الخلاء، رقم الحديث: ۱۴۰۲.

(۲) رواه ابن ماجه في سننه في الطهارة، باب ما يقول الرجل إذا دخل الخلاء، رقم الحديث: ۲۹۷.

(۳) المجموع شرح المهذب، باب الاستطابة: ۲/۷۴.

(۴) رواه البخارى في الوضوء، باب الاستجمار وترا، رقم الحديث: ۱۶۲.

ہاتھ کا پانی کے برتن میں داخل کرنے سے قبل دھونا واجب ہے، اور اگر نجاست کا لگنا یقینی نہ ہو صرف شک ہو تو پھر ہاتھ کا برتن میں داخل کرنے سے قبل دھونا مسنون ہے، اور اگر یقین ہے کہ کوئی نجاست نہیں لگی ہے تب بھی ہاتھ کا دھونا مستحب ہے۔(۱)

مشرکین مکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تنقید کرتے اور طعنہ دیا کرتے تھے کہ آپ کے نبی تو آپ کو قضائے حاجت کے متعلق باتوں کی بھی تعلیم دیتے ہیں، چنانچہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ایسے ہی طعنہ کے جواب میں فرمایا کہ ہاں! یہ شرم کی نہیں بلکہ ہمارے لیے فخر کی بات ہے، ہمارے نبی نے ہمیں یہ بتلایا ہے کہ ہم قضائے حاجت کے وقت قبلہ رخ نہ ہوں، ہمیں دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے سے منع کیا ہے، اور اس بات سے بھی منع کیا ہے کہ ہم ہڈی یا گوبر سے استنجاء کریں، اور ہمیں یہ تعلیم دی کہ ہم تین پتھروں سے استنجاء کریں۔(۲)

ان امور کو ذکر کرنے کا مقصد صرف اسلام کے نظام طہارت ونظافت کی ایک جھلک دکھانا ہے، ورنہ اسلام پورا کا پورا پاکیزگی اور طہارت ہی سے مرکب ہے، مگر افسوس کی بات ہے کہ آج اس مذہب کے ماننے والے صفائی وستھرائی کے تئیں حد درجہ غفلت اور کوتاہی کے شکار ہیں، دور جانے کی ضرورت نہیں، اپنے ملک کے شہروں اور گاؤں پر ہی ایک نظر ڈال کر دیکھیں تو محسوس ہوگا کہ جہاں برادران وطن کے علاقے صاف ستھرے ہیں وہیں مسلم محلے بہت گندے ہوتے ہیں اور الزام سرکاری عملہ کو دیا جاتا ہے کہ وہ کوتاہی برتتا ہے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ جس محلے میں ہم رہتے ہیں اس کو صاف ستھرا رکھنے کی ذمہ داری ہماری بھی ہے، گھر صاف کر کے راستے پر کوڑا ڈال دینا، چلتے چلتے کہیں تھوک دینا، کسی بھی جگہ پانی بہا دینا ایسی خرابیاں ہیں جو ہمارے اندر گھر چکی ہیں اور پھر اس کے برے نتائج بھی ہمیں بھگتنے پڑتے ہیں، بیماریاں پھیلتی ہیں، انسانی صحت پر اس کے مضر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اور سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اس طرح ہمارے معاشرے کی ایک غلط اور گندی تصویر ابھر کر سامنے آتی ہے لہٰذا ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم طہارت ونظافت کو اسلامی تہذیب کا حصہ سمجھیں اور اپنے جسم، گھر اور ماحول سمیت جس علاقے میں رہتے ہیں اس کو صاف ستھرا رکھنے کی سعی اور کوشش کریں۔ اور جو لوگ اس سے غفلت برت رہے ہیں انہیں نظافت و پاکیزگی کی اہمیت وفضیلت سے روشناس کرائیں اور اس عمل کو دین کا کام سمجھ کر انجام دیں۔

اب آخر میں اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ اس تحریر کو کارآمد بنائے۔ اور طہارت ونظافت کی اہمیت کو سمجھنے اور اس کو عملی زندگی میں برتنے کی توفیق دے، آمین۔

☆☆☆

(۲) فیض القدیر للمناوی: ۱/ ۳۵۸.

(۱) رواه مسلم في صحيح في الطهارة، باب الاستطابة: ۲۶۲.

روئے لالہ فشاں

اسلامی معاشرے کے مطلوبہ اوصاف

شہاب الدین عطاء اللہ
کلیۃ الدعوۃ/سال اول

حامدا ومصليا، أما بعد:

الإسلام لغة: الانقياد.

وفي الشريعة: إظهار الخضوع وإظهار الشريعة والتزام ما أتى به النبي ﷺ. (۱)

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اسلام امن وسلامتی کا پیامبر اور صلح و شانتی کا داعی ہے، سکون واطمینان اس کی دعوت ہے اور اطاعت وفرماں برداری اس کی ترجمانی، اسی لیے مذہب اسلام کے ماننے والوں کو مسلم کہا جاتا ہے، کیوں کہ وہ امن وسلامتی کی دعوت دیتے ہیں اور شر وفساد سے دور رہتے ہیں، جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "**المسلم من سلم الناس من لسانه ويده**" (۲) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ محفوظ رہیں۔

''معاشرے''، جمع ہے معاشرہ کی، معاشرہ کی تشریح کرتے ہوئے علامہ فیروز الدین فرماتے ہیں کہ ''جماعتی زندگی جس میں ہر فرد کو رہنے سہنے اور اپنی ترقی اور فلاح وبہبود کے لیے دوسروں سے واسطہ پڑتا ہے ''سماج، سوسائٹی''۔ (۳)

اسلامی معاشرے کے آداب:

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال: "من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليقل خيرا أو ليصمت ومن كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم جاره، ومن كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه" (۴)

---

(۱) لسان العرب: ۱۲ / ۲۹۳، باب الميم مع اللام.

(۲) سنن نسائی، کتاب الایمان وشرائعه، باب صفة المؤمن: ۴۹۹۵، وقال الألباني رحمه الله: حسن صحيح.

(۳) فيروز اللغات (کلاں) ص: ۱۳۲۲.

(۴) صحيح بخاری: ۶۰۱۸، کتاب الأدب، باب من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يؤذ جاره، صحيح مسلم: ۴۷، کتاب الايمان، باب الحث واكرام الجار والضيف ولزوم الصمت الا عن الخير.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ تعالی پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کہے یا پھر خاموش رہے، اور جو شخص اللہ تعالی پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے ہمسایے کی عزت کرے، اور جو شخص اللہ تعالی پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کی عزت کرے''۔ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے آداب معاشرت میں سے تین اہم باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے جو درج ذیل ہیں:

۱- قول خیر یا خاموشی: آپ ﷺ نے پہلی بات یہ فرمائی کہ آدمی کو چاہیے کہ وہ بات کرے تو اچھی بات کرے ورنہ خاموش رہے، انسان کی زبان جو بظاہر ایک چھوٹا سا عضو ہے، اس کا استعمال صحیح ہو تو انسان کو دنیا و آخرت کی سعادت مل جاتی ہے، اور اگر اس کا استعمال صحیح نہ ہو تو یہ انسان کے لیے تباہی کا سبب بن سکتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ما يلفظ من قول إلا لديه رقيب عتيد﴾ انسان منہ سے کوئی لفظ نہیں نکال پاتا مگر اس کے پاس نگہبان تیار ہیں۔(۱) اس لیے زبان کی خوب حفاظت کرنی چاہیے۔

۲- اکرام الجار (پڑوسی کی عزت وتکریم) پڑوسی کے بھی بہت سے حقوق ہیں، مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے ہمسایوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور انہیں کسی قسم کی ایذا یا تکلیف نہ دے، آپ ﷺ نے فرمایا: "الذي لا يأمن جاره بوائقه" (۲) ایماندار وہ نہیں ہے جس کی تکلیفوں اور ایذا سے ہمسایہ محفوظ نہ ہو۔

۳- اکرام الضیف: آداب معاشرت میں سے مہمانوں کا احترام کرنا اور ان کی ممکن حد تک خاطر و مدارات کرنا بھی ہے، مہمان کے آنے پر ناگواری محسوس کرنا اسلام اور اخلاق کے منافی ہے، اس لیے مہمان کی آمد پر تنگ دلی کے بجائے خوشی و مسرت کا اظہار کرنا چاہیے، کیوں کہ مہمانوں کی عزت و تکریم بھی اخلاق حسنہ میں سے ہے۔ (۳)

اسلامی معاشرے کے اصول:

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: لا تحاسدوا ولا تناجشوا ولا تباغضوا ولا تدابروا، ولا يبع بعضكم على بيع بعض، وكونوا عباد الله إخوانا، المسلم أخو

---

(۱) سورہ ق: ۱۸، أحسن البيان مع ترجمه جوناگڑھی، ص: ۱۲۱۶.

(۲) صحيح بخاری: ۶۰۱۶، كتاب الأدب، باب إثم من لا يأمن جاره بوائقه.

(۳) شرح أربعين نووی، ص: ۷۸-۸۲.

المسلم لا يظلمه، ولا يخذله ولا يحقره، التقوى ههنا ويشير إلى صدره ثلاث مرات، بحسب امرئ من الشر أن يحقر أخاه المسلم، كل المسلم على المسلم حرام دمه، وماله، وعرضه" (۱)

مفہوم حدیث: اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے انسانی معاشرہ میں پائی جانے والی چند خامیوں، کوتاہیوں اور برائیوں کا ذکر فرمایا ہے، جن کی وجہ سے معاشرہ اخلاقی انحطاط کا شکار ہو جاتا ہے، وہ درج ذیل ہیں:

۱-حسد: اس حدیث میں آپ ﷺ نے سب سے پہلے حسد سے منع فرمایا کہ ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، کیوں کہ حاسد کی دلی خواہش یہ ہوتی ہے کہ دوسرے آدمی کو جو نعمت میسر ہے وہ اس سے چھن جائے اور مجھے مل جائے۔ اس لیے اس سے منع کر دیا گیا ہے۔

۲-تناجش: یہ لفظ نجش سے مشتق ہے۔ اس کا معنی ہے شکار کو بھگانا، کسی چیز کو خود خریدنے کا ارادہ نہ ہو اور خواہ مخواہ اس کی قیمت بڑھانے کے لیے زیادہ بولی لگانا، تاکہ دوسرے کو وہ چیز مہنگی ملے۔ یہ نجش کہلاتا ہے، چونکہ اس طرح حقیقی خریدار کو دھوکا اور نقصان دیا جاتا ہے ﷺ اس سے آپ ﷺ نے منع فرما دیا ہے۔

۳-بغض: انسانی معاشرے میں پائی جانے والی ایک برائی بغض ہے، جو انسان عداوت کی بنا پر دوسرے کے خلاف اپنے دل میں رکھتا ہے، اس سے بھی منع کر دیا گیا ہے۔

۴- تدابر: یہ لفظ ''دبر'' سے مشتق ہے، اس کا معنی ہے ایک دوسرے سے منہ موڑنا، اعراض کرنا اور قطع تعلق کرنا، آپ ﷺ نے اس سے بھی منع فرمایا ہے۔

۵-کسی کی بیع پر بیع کرنا: آنحضرت ﷺ نے اس حدیث میں ایک اور معاشرتی برائی سے منع فرمایا ہے کہ جب دو شخص خرید و فروخت کر رہے ہوں تو کوئی ان کی بیع پر بیع نہ کرے ﷺ اصلاح معاشرہ کے لیے ان کوتاہیوں اور برائیوں کو زائل کرنا از حد ضروری ہے، تاکہ معاشرہ میں باہمی الفت و محبت پیدا ہو سکے۔

۶-اخوت: اس حدیث میں آپ ﷺ نے چھٹی نصیحت یہ فرمائی کہ تم آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو، کیوں کہ قرآنی فیصلہ کے مطابق تمام اہل ایمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، فرمایا: "انما المؤمنون إخوة" یاد رکھو سارے مسلمان بھائی

---

(۱) صحیح مسلم: ۲۵۶۴، کتاب البر والصلة، باب تحريم ظلم المسلم وخله واحتقاره ودمه وماله وعرضه.

بھائی ہیں۔(۱)

سابقہ جس طرح ایک بھائی دوسرے بھائی کا خیر خواہ ہوتا ہے اسی طرح ہر مسلمان کو دوسرے مسلمان کا خیر خواہ ہونا چاہیے، تاکہ اسلامی معاشرہ میں امن وسکون قائم رہ سکے۔(۲)

اسلامی معاشرے کے مطلوبہ اوصاف:

اسلامی معاشرے کے مطلوبہ اوصاف میں سے چند اوصاف درج ذیل ہیں:

۱-ساری دنیا کے انسانوں کو اچھائی کی تعلیم دینا اور برائی سے روکنا، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿كنتم خير أمة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله﴾ تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے ہی پیدا کی گئی ہو کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو، اور اللہ تعالی پر ایمان رکھتے ہو۔(۳)

رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے فرمان میں یہی حکم دیا ہے۔فرمایا: "من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فإن لم يستطع فبلسانه فإن لم يستطع فبقلبه وذلك أضعف الإيمان" جو تم میں سے کوئی برائی دیکھے تو اپنے ہاتھ سے روکے، اگر طاقت نہیں ہے تو زبان سے روکے اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں ہے تو دل سے برا جانے، اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔(۴)

۲-اس روئے زمین پر اکڑ کر اور غرور وگھمنڈ کے ساتھ چلنے کے بجائے تواضع وخاکساری کو اپنانا اور مساوات کا رویہ اختیار کرنا، جیسا کہ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ولا تصعر خدك للناس ولا تمش في الأرض مرحا إن الله لا يحب كل مختال فخور، واقصد في مشيك واغضض من صوتك إن أنكر الأصوات لصوت الحمير﴾ لوگوں کے سامنے اپنے گال نہ پھلا اور زمین پر اترا کر نہ چل، کسی تکبر کرنے والے شیخی خوروں کو اللہ تعالی پسند نہیں فرماتا، اور اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کر، اور اپنی آواز پست کر، یقیناً آوازوں میں سب سے بدتر آواز گدھوں کی آواز ہے۔(۵)

---

(۱) سورة الحجرات: ۱۰، أحسن البيان مع ترجمه جوناگڑھی، ص: ۱۲۱۰.

(۲) شرح أربعين نووی، ص: ۱۸۷-۱۹۲.

(۳) سوره آل عمران: ۱۱۰، أحسن البيان مع ترجمه جوناگڑھی، ص: ۱۹۳.

(۴) صحيح مسلم: ۴۹، كتاب الايمان، باب بيان كون النهي عن المنكر من الايمان.

(۵) سوره لقمان: ۱۸-۱۹، أحسن البيان مع ترجمه جوناگڑھی، ص: ۹۶۷، ۹۶۸.

۳- عدل وانصاف کا معاملہ اپنانا: مذہب اسلام، یہ وہ دین عدل ہے جس نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی اور غیر مسلم سب کے ساتھ عدل وانصاف کا معاملہ کریں، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:﴿يا أيها الذين آمنوا كونوا قوامين لله شهداء بالقسط ولا يجرمنكم شنآن قوم على ألا تعدلوا اعدلوا هو أقرب للتقوى﴾ ''اے ایمان والو! تم اللہ کی خاطر حق پر قائم ہو جاؤ، راستی اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ، کسی قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پر آمادہ نہ کر دے، عدل کیا کرو جو پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے''۔(۱)

۴- نیکی واحسان کا معاملہ اختیار کرنا: اسلام ایسا مذہب ہے جو بر واحسان اور حسن سلوک کے ساتھ پیش آنے کی تعلیم دیتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:﴿إن الله يأمر بالعدل والإحسان وإيتاء ذي القربى وينهى عن الفحشاء والمنكر والبغي يعظكم لعلكم تذكرون﴾ اللہ تعالی عدل کا، بھلائی کا اور قرابت داروں کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے، اور بے حیائی کے کاموں، ناشائستہ حرکتوں اور ظلم و زیادتی سے روکتا ہے۔ وہ خود تمہیں نصیحتیں کر رہا ہے کہ تم نصیحت حاصل کرو۔(۲)

۵- اکل حلال کو اپنانا اور کسب حرام سے اجتناب کرنا: آپ ﷺ نے فرمایا: "إن الله طيب لا يقبل إلا طيبا" اللہ پاک ہے اور پاک چیزوں کو پسند کرتا ہے۔(۳) نیز اللہ تعالی نے فرمایا:﴿يا أيها الذين آمنوا كلوا من طيبات ما رزقناكم﴾ ''اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں دے رکھی ہیں انہیں کھاؤ، پیو''۔(۴)

۶- تنگ دستی میں اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرنا: جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "من نفس عن مؤمن كربة من كرب الدنيا نفس الله عنه كربة من كرب يوم القيامة، ومن يسر على معسر يسر الله عليه في الدنيا والآخرة، ومن ستر مسلما ستره الله في الدنيا والآخرة والله في عون العبد ما كان العبد في عون أخيه". (۵)

(۱) سورة المائدة: ۸، أحسن البيان مع ترجمه جوناگڑهی، ص: ۲۹۲.

(۲) سورة النحل: ۹۰، أحسن البيان مع ترجمه جوناگڑهی، ص: ۷۶۴.

(۳) صحيح مسلم: ۱۰۱۵، كتاب الزكاة، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب وتربيتها.

(۴) سورة البقرة: ۱۷۲، أحسن البيان مع ترجمه جوناگڑهی، ص: ۱۱۰.

(۵) صحيح مسلم: ۲۶۹۹، كتاب الذكر والدعاء، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن وعلى الذكر.

مفہوم حدیث: اس حدیث میں آپ ﷺ نے معاشرے میں رہنے والوں کے لیے چار چیزوں کی طرف رہنمائی فرمائی ہے: (۱) اگر تم مسلمان بھائی کی تکلیف دور کرو گے تو اللہ تعالی تمہاری تکلیف دور کرے گا۔ (۲) تنگ دست پرآسانی کرو گے تو اللہ تم پرآسانی کرے گا۔ (۳) اگر تم مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کرو گے تو اللہ تعالی تمہاری پردہ پوشی کرے گا۔ (۴) اگر تم مسلمان بھائی کی مدد کرو گے تو اللہ تعالی تمہاری مدد کرے گا۔

۷-عورتوں کو دینی تعلیم وتربیت سے بہرور کرانا: اسلام یہ چاہتا ہے کہ اسلامی معاشرے میں خاتون دین واخلاق کا مجسمہ ہو، تاکہ بھلائی کا حکم دے اور برائی سے روکے، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے ﴿و المؤمنون و المؤمنات بعضهم أولياء بعض يأمرون بالمعروف و ينهون عن المنكر﴾ مومن مرد وعورت آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، وہ بھلائیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔(۱)

کیوں کہ اسلامی تعلیمات کی رو سے عورت اسی وقت معاشرے کے لیے مفید ہو سکتی ہے۔ جب وہ دین واخلاق میں اونچا مقام رکھتی ہو، ورنہ اس کی بداخلاقی و بدکرداری پورے معاشرے کو جہنم بنا سکتی ہے۔

۸-آج معاشرے میں ہرایک کو اپنی ذمہ داری کا لحاظ اور حفاظت کرنے کی ضرورت ہے، کیوں کہ آپ ﷺ نے ہر ایک کو اپنی ذمہ داری کا پاس ولحاظ رکھنے کی یاد دہانی کرائی ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "فكلكم راع وكلكم مسؤول عن رعيته" تم میں سے ہرایک ذمہ دار ہے اور ہرایک سے اپنی ذمہ داری کے متعلق باز پرس ہوگی۔(۲)

یہ ہیں اسلامی معاشرے کے چند مطلوبہ اوصاف، ان کے علاوہ بھی بہت سے اوصاف ہیں جن کا احاطہ کرنا قدرے مشکل کام ہے۔

اخیر میں اللہ تعالی سے دعا کرتا ہوں کہ تمام مسلمانوں کو اسلام کی روشن اور سچی تعلیمات سے آشنا ہونے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے، آمین یارب العالمین۔

☆☆☆

(۱) سورة التوبة: ۷۱، أحسن البيان مع ترجمه جوناگڑھی، ص: ۴۹۱.

(۲) صحيح بخاری: ۵۲۰۰، كتاب النكاح، باب المرأة راعية في بيت زوجها.

ادبیات

ادب کی جادو نگاریاں جب کسی قلم کش میں ہوں نمایاں
نہ کیوں ہو اس کی کتاب شیریں کا لازماً ہر ورق درخشاں
(فضیل احمد ناصری)

دستور نعت خواں

نعت خوانی: آداب وحدود

احسن جمیل انصار احمد
فضیلت سال دوم

نعت عربی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی لسان العرب میں کسی کا وصف بیان کرنا اور اس میں مبالغہ کرنا بتلایا گیا ہے۔ ابن الاثیر نے فرمایا: نعت کسی چیز کا وصف اچھائی کی بنا پر بیان کرنا ہے، اسے برائی کے وصف میں استعمال نہیں کیا جاتا ہے سوائے بہ تکلف استعمال کے جیسے ''نعت سوء''. جب کہ ''وصف'' اچھے اور برے دونوں میں استعمال ہوتا ہے۔(۱)

اردو میں نعت بحیثیت اصطلاح اس کلام کو کہیں گے جس کا موضوع اور مضمون آپ ﷺ کے گرد چکر لگاتا ہو، جس میں آپ کی ذات، صفات یا آپ سے متعلق چیزوں کی تعریف وتوصیف ہو یا ان سے اظہار عقیدت ومحبت ہو، گویا رسول اللہ ﷺ کی محبت میں پیدا ہونے والے جملہ جذبات کی ترجمانی کا نام نعت ہے۔ بہترین نعت وہ ہے جو سامع یا قاری کو مقصد نبوت کے قریب لائے، نعت نثر بھی ہو سکتی ہے اور نظم بھی، لیکن اردو زبان میں. جب لفظ نعت لکھا یا بولا جاتا ہے تو اس سے منظوم کلام مراد ہوتا ہے۔(۲)

نعت گوئی: آغاز وارتقا:

نعت گوئی ایک مستقل صنف کی حیثیت سے بہت بعد میں متعارف ہوئی، ہاں! عہد نبوی ﷺ میں کچھ ایسے نمونے ملتے ہیں جنہیں نعت کے ہم شکل کہا جا سکتا ہے، اس وقت نعت کا مقصد کفار شعراء کے ہجو کا جواب آپ ﷺ کی مدح سے دینا اور آپ ﷺ کا دفاع کرنا تھا۔ نبی ﷺ کے زمانے میں جن شعراء نے نبی ﷺ کی تعریف کی اور آپ کا دفاع کیا ان میں حسان بن ثابت، حمزہ بن عبدالمطلب، سراقہ بن جعشم، عبداللہ بن رواحہ، کعب بن زہیر، کعب بن مالک رضی اللہ عنہم اور ابوطالب وغیرہم ہیں، ان کے بعد بہت سارے لوگوں نے نبی ﷺ کی مدح میں قصیدے لکھے اور یہی مدحیہ قصیدے رفتہ رفتہ ترقی پاتے گئے اور انہیں نعت کا نام دیا گیا پھر صنف نعت کے اندر عربی، فارسی اور اردو کے شعرانے طبع آزمائی کی اور بہترین نعتیں بھی کہیں، یہاں تک کہ زمانے کے ساتھ ساتھ اس میں انحراف پیدا ہونے لگا اور اس میں غلو، موسیقی اور نازیبا کلمات بھی

(۱) لسان العرب: ۲/۹۹، ۱۰۰ (۲) نعت گوئی کا موضوعاتی مطالعہ، از ڈاکٹر حبیب الرحمٰن رحیمی، ص: ۳۶۔

استعمال ہونے لگے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے یہاں نبی ﷺ کی مدح کا مقصد:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے جن شعراء نے نبی ﷺ کی شان میں مدحیہ قصائد کہے ہیں ان کے درپیش عام طور پر دو مقاصد ہوتے تھے:

ایک مقصد تو یہ ہوتا تھا کہ بنا کسی خوف وطمع اور غرض کے محض آپ ﷺ سے قلبی لگاؤ کی بنیاد پر آپ ﷺ کی صفات کاملہ اور اخلاق عالیہ کو بلا نقص ومبالغہ بیان کرنا اور آپ کی مدح کرنا تھا، جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے اپنے بعض حالات وواقعات کو بیان کرتے ہوئے نبی ﷺ کا ذکر کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: إن أخا لكم لا يقول الرفث يعني بذلك ابن رواحة، قال:

فينا رسول الله يتلو كتابه إذا انشق معروف من الفجر ساطع

أرانا الهدى بعد العمى فقلوبنا به موقنات أن ما قال واقع

يبيت يجافي جنبه عن فراشه إذا استثقلت بالمشركين المضاجع (۱)

تمہارے بھائی -آپ کی مراد عبداللہ بن رواحہ سے تھی- نے کوئی لغو بات نہیں کہی ہے. جب کہ اس نے کہا: ہم میں اللہ کے رسول ہیں جو اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اس وقت. جب کہ فجر کی روشنی پھوٹ کر پھیل جاتی ہے، انھوں نے ہمیں گمراہی کے بعد ہدایت کا راستہ دکھلایا، پس ہمارے دل اس بات پر یقین کرتے ہیں کہ آپ نے جو کہہ دیا ہو کر رہے گا، آپ رات گزارتے ہیں تو آپ کا پہلو بستر سے (تہجد وعبادت) کی وجہ سے جدا رہتا ہے، جب کہ کافروں کے بوجھ سے ان کے بستر بوجھل ہوئے رہتے ہیں۔

نبی ﷺ کی شان میں مدحیہ قصائد کا دوسرا مقصد مشرکین شعراء کی ہجو کا جواب دینا اور نبی ﷺ کا دفاع کرنا تھا جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث نقل فرمائی ہے، وہ فرماتی ہیں: "استأذن حسان بن ثابت رسول الله ﷺ في هجاء المشركين، فقال رسول الله ﷺ فكيف بنسبي؟ فقال حسان: لأسلنك منهم كما تسل الشعرة من العجين وعن هشام بن عروة عن أبيه قال: ذهبت أسب حسان عند عائشة، فقال: لا تسبه، فإنه كان ينافح عن رسول الله ﷺ" (۲) حسان بن ثابت نے رسول اللہ

(۱) صحیح البخاری، کتاب الادب، باب ہجاء المشرکین (۶۱۵۱) (۲) صحیح البخاری، کتاب الادب، باب ہجاء المشرکین (۶۱۵۰)

ﷺ سے مشرکین کی ہجو کے لیے اجازت طلب کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرا کیا ہوگا (میں بھی تو قبیلہ قریش کا ایک فرد ہوں) تو حسان نے کہا: میں آپ کو ان سے اسی طرح الگ کرلوں گا جیسے گندھے ہوئے آٹے سے بال نکال دیا جاتا ہے، اور ہشام بن عروہ سے روایت ہے وہ اپنے والد (عروہ) سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضرت حسان کو برا بھلا کہنے لگا تو انھوں نے کہا: انہیں برا بھلا نہ کہو کیوں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرتے تھے۔

نعت گوئی: اصول وضوابط:

نعت گوئی کے لیے کسی متعین اصول وضابطہ کا تذکرہ نہیں ملتا، ہاں نعت گوئی کے وقت چند باتوں کا خیال ضروری ہے:

(۱) غلو نہ ہو: موجودہ دور کی نعتوں میں غلو بکثرت پایا جاتا ہے، بسا اوقات اس کی رسائی شرک تک ہو جاتی ہے، ایک مثال ملاحظہ ہو:

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر
اتر پڑا ہے مدینے میں مصطفیٰ ہو کر(۱)

ایک دوسری مثال میں کس طرح اللہ تعالی سے بے نیازی کا اظہار ہے:

اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کیا ہے
جو کچھ مجھے لینا ہے لے لوں گا محمد سے (۲)

اسی غلو سے نبی ﷺ نے اپنی امت کو ڈرایا اور اسی کو گذشتہ اقوام کی ہلاکت کا سبب قرار دیا ہے، فرمایا: "**يا أيها الناس إياكم والغلو في الدين فإنما أهلك من كان قبلكم الغلو في الدين**" (۳) لوگو! دین میں غلو کرنے سے بچو، اس لیے کہ تم سے پہلے لوگوں کو غلو فی الدین نے ہی ہلاک و برباد کر دیا۔

نصاری نے حضرت عیسی علیہ السلام کی شان میں غلو سے کام لیا، یہاں تک کہ انہیں اللہ کا بیٹا قرار دے دیا، آج بھی بعض شعراء نبی ﷺ کی نعت لکھتے وقت غلو سے کام لیتے ہیں اور انہیں الوہیت کے مرتبے تک پہنچا دیتے ہیں۔ جیسا کہ مذکورہ بالا دونوں مثالوں میں اس کی وضاحت موجود ہے، انہیں نہیں معلوم کہ نبی ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے، آپ ﷺ کا ارشاد

---

(۱) میر شمس الدین فیض: حیات اور کارنامے، ص: ۳۳۹، بحوالہ مجلّہ معارف اعظم گڑھ، اگست ۲۰۱۶، ص ۴۰۔

(۲) اردو میں نعتیہ شاعری، ص: ۱۰۵ بحوالہ ایضا۔

(۳) سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب قدر حصی الرمی (۳۰۲۹) اللفظ لہ، مسند احمد: ۳۵۰/۳ (۱۸۵۱) صححہ الالبانی والارناؤط علی شرط مسلم۔

ہے: "لا تطروني كما أطرت النصارى ابن مريم فإنما أنا عبد فقولوا عبد الله ورسوله" (۱) تم مجھے اس طرح نہ بڑھاؤ چڑھاؤ جیسے نصاری نے عیسی ابن مریم کو بڑھایا چڑھایا، میں تو صرف ایک بندہ ہوں، اس لیے تم اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہو۔

(۲) میوزک نہ ہو: نعتوں کے ساتھ میوزک کا رواج بڑی تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے۔ اور اب حالت یہ ہوگئی ہے کہ کسی بھی نعت یا نظم کو میوزک کے بغیر نامکمل سمجھا جاتا ہے، اور ٹی وی چینلز کی وجہ سے اس کو مزید فروغ حاصل ہو رہا ہے، موسیقی تو بذات خود حرام ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "ليكونن من أمتي أقوام يستحلون الحر والحرير والخمر والمعازف" (۲) میری امت میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو زنا، ریشم، شراب اور آلات موسیقی کو حلال تصور کرلیں گے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ موسیقی کو "اسلامی موسیقی" کا نام دے کر اس کی حلت کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ جو چیز حرام ہو اس کے ساتھ لفظ "اسلامی" کیسے جڑ سکتا ہے؟ ہاں! اسلام نے عید (۳) اور شادی کے موقع پر (۴) دف کے ساتھ اشعار پڑھنے کی اجازت دی ہے، اور سفر کے موقع پر اختلاف ہے۔ اسلام نے جو اجازت دی ہے وہ بھی چند شرائط کے ساتھ مشروط ہے، جنہیں شارحین حدیث نے اپنی شروحات کے اندر بیان کیا ہے۔ اس لیے نعت یا نظم کے ساتھ دف وغیرہ کی موسیقی استعمال کرنا اور پھر اس کے ساتھ لفظ "اسلامی" چسپاں کرنا درست نہ ہوگا بلکہ اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

(۳) دوسرے انبیاء کی تنقیص نہ ہو: نبی ﷺ خاتم النبیین ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے، آپ سے پہلے بہت سارے انبیاء اس دنیا میں تشریف لائے، ان انبیاء و رسل میں بعض کی اپنی خصوصیات ہیں جن کے ذریعے وہ دوسروں سے ممتاز ہیں، اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض منهم من كلم الله ورفع بعضهم درجات وآتينا عيسى ابن مريم البينات وأيدناه بروح القدس﴾ (۵) یہ رسول ہیں جن میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، ان میں بعض وہ ہیں جن سے اللہ تعالی نے بات چیت کی ہے اور بعض کے درجے بلند کیے ہیں، اور ہم نے عیسی ابن مریم کو معجزات عطا فرمائے اور روح القدس (جبریل امین) سے ان کی تائید کی۔

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ واذکر فی کتاب مریم اذ انتبذت من اہلہا (۳۴۴۵)
(۲) ایضا، کتاب الاشربۃ، باب ماجاء فیمن یستحل الخمر ویسمیہ بغیر اسمہ (۵۵۹۰)
(۳) ایضا، کتاب العیدین، باب سنۃ العیدین لاہل الاسلام (۹۵۲) وباب اذا فاتہ العید یصلی رکعتین (۹۸۷)
(۴) ایضا: کتاب النکاح، باب ضرب الدف فی النکاح والولیمۃ (۵۱۴۷)
(۵) سورۃ البقرۃ: ۲۵۳۔

ہمارے نبی ﷺ بنی آدم کے سردار ہیں (جن میں انبیاء بھی شامل ہیں) جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "أنا سید ولد آدم ولا فخر" (۱) لیکن انبیاء کرام کے ادب کا تقاضا ہے کہ بعض کو بعض متعین انبیاء پر فوقیت نہ دی جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "لا تفضلوا بین أنبیاء الله" (۲) اللہ کے نبیوں کے درمیان بعض کو بعض پر فضیلت نہ دو۔

انبیائے کرام کے ادب کا لحاظ کرتے ہوئے نعت گوئی کے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ نبی ﷺ کی مدح اس انداز سے نہ ہو کہ دوسرے انبیاء کی بے ادبی ہو۔

(۴) واقعات کی صحت ملحوظ ہو: نعت کے مضامین میں ایک مضمون نبی ﷺ کی سیرت کو بیان کرنا اور آپ کی زندگی میں پیش آنے والے واقعات کا بیان بھی ہے، نبی ﷺ کی طرف منسوب واقعات صحیح بھی ہیں اور غلط بھی۔ شعراء حضرات کی ایک جماعت عام طور پر کسی واقعے کی صحت وعدم صحت کے متعلق زیادہ تفتیش نہیں کرتی۔ انہیں چاہیے کہ وہ اس سے بچیں اور نبی ﷺ کی اس وعید سے بچیں: "کفی بالمرء کذبا أن یحدث بکل ما سمع" (۳) آدمی کے جھوٹے ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ ہر سنی سنائی بات کو بیان کر دے۔ انہیں چاہیے کہ وہ تحقیق شدہ کتابوں سے واقعات وغیرہ کے متعلق اطمینان حاصل کر لیں پھر اس کے بعد ہی انہیں اپنی نعتوں کے اندر بیان کریں۔

(۵) مناسب الفاظ کا استعمال ہو: نبی ﷺ کی مدح میں مناسب الفاظ کا استعمال ضروری ہے ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ لفظ شرعی نقطہ نظر سے صحیح نہ ہو یا لغوی اعتبار سے کچھ تنقیص کے پہلو پر بھی مشتمل ہو جیسے اردو نعتوں کے اندر رسول اللہ ﷺ کے لیے "عشق" اور "شہنشاہ" وغیرہ کے الفاظ بہت مستعمل ہیں۔ لفظ "عشق" شہوت کے ساتھ محبت کے معنی میں ہے۔ (۴) اور "شہنشاہ" کا لفظ استعمال کرنے سے خود آپ ﷺ نے منع فرمایا: "أخنی الأسماء یوم القیامة عند الله رجل تسمی ملك الأملاك" (۵) قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے برا نام اس شخص کا ہوگا جس کا نام شہنشاہ ہو۔ اس لیے نعت کے اندر ایسے ہی الفاظ کا استعمال کرنا چاہیے جو مناسب ہوں اور نبی ﷺ کے شایان شان ہوں۔

اللہ رب العالمین ہمیں ہر طرح کی افراط و تفریط سے بچائے اور اعتدال کی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔☆

---

(۱) صحیح مسلم: کتاب الفضائل، باب تفضیل نبینا محمد علی جمیع الخلائق (۶۰۷۹)
(۲) صحیح بخاری: کتاب أحادیث الانبیاء، باب قول اللہ وان یونس......الخ (۳۴۱۴)
(۳) مقدمہ صحیح مسلم: باب النہی عن الحدیث بکل ما سمع (۷)
(۴) شرح العقیدۃ الطحاویۃ، ص: ۱۶۵۔
(۵) صحیح البخاری: کتاب الأدب، باب أبغض الأسماء الی اللہ (۶۲۰۵)

صنف خنداں

اردو ادب میں طنز و مزاح

محمد پرویز عالم تفضّل حسین
فضیلت سال آخر

ہم جس معاشرے میں رہتے ہیں وہ پوری طرح مصائب و مشکلات اور پریشانیوں سے گھرا ہوا ہے۔ عجیب بات کہ ہمیں ان مصائب، ذہنی کشمکش اور دل گرفتگیوں سے کسی بھی صورت میں نجات ممکن نہیں۔ ایسے حالات میں مزاحیہ فقرہ، جملہ، کوئی پرتکلف واقعہ یا کوئی ظریفانہ شعر اچانک اس فضا کو معطر کر دیتا ہے اور تھوڑے وقت کے لیے ہماری دماغی کدورت دور ہو جاتی ہے، نیز کچھ لمحوں کے لیے ہی سہی ہم اس صورت حال سے نجات پا جاتے ہیں۔

مزاح اسی مذکورہ صورت حال کے ادبی اظہار کا نام ہے۔

مزاح کے اولین نقوش:

اگر تاریخی پس منظر سے دیکھا جائے تو دنیا کے بڑے بڑے ادب میں طنز و مزاح کی روایت، عناصر و نمونے عہد قدیم ہی سے موجود ہیں، بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ جب سے انسان نے بولنا سیکھا ہے تب سے طنز و مزاح بھی موجود ہے۔

اردو میں مزاح کے ابتدائی نقوش اس وقت ابھرتے نظر آتے ہیں. جب یہ زبان اپنی شناخت پیدا کرنے میں کامیاب ہو چکی تھی اور طفولیت سے پختگی کی طرف بڑھ رہی تھی اور اس کے بولنے والے بھی شعور کی منزلیں طے کر رہے تھے۔ یہ ادب کا ابتدائی یا دکنی دور تھا. جب اس میں کہیں کہیں مزاح جھلکنے لگا تھا۔(۱)

اردو زبان میں طنز و مزاح:

اردو ادب میں طنز و مزاح کی روایت کو ہم دو ادوار میں تقسیم کر سکتے ہیں:

پہلا: آزادی سے پہلے کا دور

دوسرا: آزادی اور تقسیم کے بعد کا دور

آزادی سے قبل کا دور:

آزادی سے قبل طنز و مزاح کم و بیش ہر قلم کار کے یہاں موجود تھا، جس کا نمونہ ان کی تحریروں میں ملتا ہے، طنز و مزاح

(۱) اردو میں نثر نگاری کا سیاسی اور سماجی پس منظر، ص: ۶۷-۱۵۱۔

کے اولین نمونے ابتدائی دور کے شاعروں جیسے ولی دکنی کے یہاں ملتے ہیں، واعظ اور زاہد سے چھیڑ چھاڑ اور طنز ان کے اکثر اشعار میں موجود ہے۔اس کے علاوہ جعفر زٹلی کی شاعری اس زمانے کے زوال پذیر معاشرے کی نشان دہی کرتی ہے، اس کے بعد سودا کا نام ہے، جنھوں نے اپنے لیے ایک الگ راستہ نکالا، نظیر اکبرآبادی کی شاعری میں طنز و مزاح بڑی خوبصورتی سے ایک دوسرے میں سموئے ہوئے ہیں، ان کے یہاں چبھتا ہوا طنز اور دھیما دھیما مزاح ایک دوسرے میں گھل مل گیا ہے۔(۱)

غالب سے پہلے رجب علی بیگ سرور نے ''فسانۂ عجائب'' میں کانپور کی برسات کا بڑے خوبصورت طنزیہ اور مزاحیہ انداز میں ذکر کیا ہے، اس کے بعد مزاح نگاروں کی صف میں سب سے اہم نام غالب کا آتا ہے۔

۱۸۷۷ء میں منشی سجاد حسین نے لکھنؤ سے ''اودھ پنچ'' اخبار جاری کیا جو ۱۹۱۲ء تک جاری رہا، اودھ پنچ نے اردو ادب میں طنز و مزاح کی روایات کو نیا موڑ دیا، لیکن اس کے لکھنے والوں پر مغربی اثر کی گہری چھاپ دکھائی دیتی ہے۔

اودھ کا پہلا دور ۱۹۱۲ء میں ختم ہوا۔اسی زمانے میں ریاض خیرآبادی نے گورکھپور سے ''اخبار فتنہ'' اور ''عطر فتنہ'' جاری کیا۔الغرض ان رسالوں نے طنز و مزاح کی روایت کو مضبوط کیا۔(۲)

آزاد کے بعد کا دور:

تقسیم ہند کے المیے کے بعد اردو ادب میں مختلف اصناف میں موضوعات، اسلوب مواد اور برتاؤ کے اعتبار سے زبردست تبدیلیاں رونما ہوئیں، اس حادثہ کے نتیجے میں آبادی کا ایک بڑا حصہ یہاں سے ہجرت کر گیا۔اور اس دوران پھوٹ پڑنے والے فسادات اور آزادی کے بعد جاری رہنے والے اس سلسلہ نے بےیقینی اور مایوسی میں مزید اضافہ کر دیا۔

اردو طنز و مزاح میں مذکورہ مسائل کے علاوہ سماجی بے اعتدالیوں اور ہمہ گیر بدعنوانیوں سے برسر پیکار عام آدمی کی بےبسی اور اس کی زندگی کے مضحکہ خیز پہلوؤں کی عکاسی بھی ملتی ہے۔

ہندوستان کی آزادی کے بعد اس ملک کی سب سے بڑی اقلیت یعنی مسلمان مختلف مسائل کی زد پر رہے۔اردو ادب میں ان ہنگامہ آرائیوں کی پرچھائیاں بہ آسانی تلاش کی جا سکتی ہیں۔اردو کا بیشتر طنز و مزاحیہ ادب انشائیہ اور مضمون نگاری کے فارم میں لکھا گیا، جہاں ادیبوں نے خیال آرائیاں، تاثرات کا بیان اور کسی موضوع کے تحت انشاء پردازی کے کمالات دکھانے ہی پر اکتفا کیا۔جزئیات کا بیان اور نفس موضوع کو وسعت اور گہرائی کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش نہیں کی۔آزادی

(۱) اردو ادب ''ادبی تنقید'' بی اے سال سوم، ص: ۱۴۱-۱۴۲۔

(۲) اردو ادب ''ادبی تنقید''، ص: ۱۴۲۔

کے بعد تحریر کیے گیے مزاحیہ کالموں میں طنز نگاروں نے سیاسی اور ثقافتی پہلوؤں کو نمایاں کیا اور بدلتے ہوئے حالات میں رونما ہونے والے ردعمل کو مختلف موضوعات کے حوالے سے پیش کیا۔ان ادیبوں میں فکرتونسوی، ابراہیم جلیس، احمد جمال پاشا، مجتبیٰ حسین، یوسف ناظم وغیرہ قابل ذکر ہیں۔(۱)

مزاحیہ ادب کا جدید دور:

''اودھ پنچ' اخبار کے بعد جدید دور شروع ہوتا ہے۔اس زمانے میں کئی لکھنے والے پیدا ہوئے جیسے مہدی افادی، سجاد حیدر یلدرم، خواجہ حسن نظامی، ظفر علی خان، ابوالکلام آزاد وغیرہ۔ان میں سے حسن نظامی نے طنز و ظرافت کی طرف خاص توجہ دی، ان کے علاوہ دیگر لوگوں میں نیا انداز ملتا ہے۔

اس کے بعد رشید احمد صدیقی، پطرس بخاری، مرزا فرحت اللہ بیگ، ابن انشاء، کنہیا لال کپور، ملا رموزی اور شفیق الرحمٰن وغیرہ ماہرین فن کے نام ملتے ہیں۔ملا رموزی کے یہاں عام طور پر سیاسی واقعات کی طرف اشارے ملتے ہیں، وہ ہلکے پھلکے انداز کے مزاحیہ جملوں میں معاشی اور اخلاقی حالت پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔

پطرس بخاری انگریزی کے اچھے ادیب تھے۔وہ ہنسانے کی کوشش نہیں کرتے، بلکہ واقعات کے تسلسل اور کردار کی حرکات اس طرح فطری انداز میں دکھاتے ہیں کہ مزاح کا پہلو خود بخود پیدا ہو جاتا ہے۔(۲)

ملک کی تقسیم اور آزادی کے بعد جہاں سماجی اور سیاسی حالات بدلے وہیں شعر و ادب کے موضوعات میں نمایاں تبدیلیاں رونما ہوئیں۔حصول آزادی کے بعد قتل و غارت گری اور تباہی کا بازار گرم ہوا۔ان حالات کا شعر و ادب پر بھی گہرا اثر پڑا، اور اچھے خاصے سنجیدہ شاعر و ادیب طنز نگار بن گئے۔کبھی طنز کی تلخی اور کبھی مزاح کی ہلکی سی چاشنی ان کی تحریروں میں داخل ہونے لگی۔

اردو نثر میں مزاح کا جدید دور:

بیسویں صدی میں طنز و مزاح کا بڑا سرمایہ نثر میں ملتا ہے۔شاعری کی طرف بہت کم توجہ دی گئی۔گذشتہ بیس برسوں کے دوران مشتاق احمد یوسفی نے طنز و مزاح کو ایک نئی روح اور ایک نیا اسلوب و انداز دیا۔

ہر دور کی طرح آج کے ادیب اور شاعر خصوصا مزاح نگار حقیقی زندگی اور اس کے تہذیبی سرمایے سے اپنا مواد لیتے

(۱) آزادی کے بعد اردو زبان و ادب، ص:۲۱۳-۲۱۸۔

(۲) اردو ادب میں طنز و مزاح، ص:۲۵۲-۲۹۸۔

ہیں۔ اپنے مشاہدے اور تجربے سے اپنے لیے موضوع کا انتخاب کرتے ہیں۔ آج کی تہذیبی زندگی کا میدان مختلف قسم کی سرگرمیوں کی وجہ سے بے حد وسیع ہو گیا ہے۔ سیاسی اور سماجی زندگی میں اتنی تبدیلیاں ہو گئی ہیں کہ آج کا ادیب کسی ایک پہلو کو نظرانداز نہیں کر پاتا، وہ ان بدلتی ہوئی قدروں کا گہری نظر سے جائزہ لیتا ہے اور محض طنز سے کام نہیں لیتا بلکہ مزاح کی چاشنی کے ساتھ زندگی کی تلخ حقیقتوں کو بھی پیش کرتا ہے۔(۱)

اردو شاعری میں مزاح کا جدید دور:

اردو شاعری میں طنز و مزاح کے جدید ترین دور کی خصوصیت وہ نئی طنزیہ و مزاحیہ روشیں ہیں جو کچھ عرصے سے اردو شاعری میں رائج ہو گئی ہیں، نئے دور میں طنز و مزاح کی پہلی روز زندگی اور سماج پر بھرپور طنز کی صورت میں نمودار ہوئی ہے۔ طنز و مزاح کی اس رو کا ایک اچھا نمونہ ضمیر جعفری کی نظم ''عورتوں کی اسمبلی اور وزارت'' ہے۔ اس نظم میں بظاہر تو ایک طرح کی مزاحیہ اسمبلی کا منظر پیش کیا گیا ہے لیکن دراصل اس کا سہارا لے کر نسوانی فطرت کے بعض مخصوص رجحانات پر طنز کیا گیا ہے۔(۲)

اس دور کی دوسری اہم رو تازہ واقعات و حالات ہیں جن واقعات و حالات نے نیا لہجہ ضرور بخشا ہے، دور جدید میں طنز و مزاح کی تیسری رو تصویری مناظر یا گہرے مشاہدے کی صورت میں ظاہر ہوئی ہے۔ اس رو کی خوبی یہ ہے کہ یہ انتہائی خلوص سے محض تصویریں پیش کرتی چلی جاتی ہے اور کسی چیز پر بھی نکتہ چینی کی موہوم سی کوشش تک نہیں کرتی۔ تصویر کی مضحکہ خیز صورت کا احساس دلانے میں راجہ مہدی علی خان پیش پیش ہیں۔ ان کی نظم ''اس سے اور اس سے'' اس کی بہت اچھی مثال ہے۔(۳)

کسی بھی زبان کے ادب میں اعلی درجے کا مزاح اس وقت تک نہیں ہوسکتا. جب تک اس زبان کے بولنے والے اپنے ماحول کی خصوصیات اور تضادات اور اپنے سماج کے بارے میں اتنا شعور و آگہی حاصل نہ کرلیں کہ اس کی کمزوریوں اور ناہمواریوں سے محظوظ ہوسکیں حتی کہ اپنی ذات پر ہنس سکیں لہٰذا اردو ادب میں مزاحیہ کردار بھی ان پیچ و خم سے گذرا اور رفتہ رفتہ دور جدید کی رو میں ڈھل گیا۔

☆☆☆

---

(۱) اردو ادب ''ادبی تنقید''، ص:۱۴۴۔

(۲) اردو ادب میں طنز و مزاح، ص:۳۱۸۔

(۳) اردو ادب میں طنز و مزاح، ص:۱۴۲۔

تاریخ

یادِ عہدِ رفتہ میری خاک کو اکسیر ہے
میرا ماضی میرے استقبال کی تفسیر ہے
(اقبال)

تاریخ آب رواں

نہرسوئز: ایک تاریخی جائزہ

تبریز عالم عبدالوحید
فضیلت سال آخر

براعظم افریقہ کے شمال مغرب اور براعظم ایشیا کے جزیرہ نما سینا میں واقع قدیم ترین ملک مصر(Egypt) ہے، جس کا رقبہ ''دس لاکھ ایک ہزار چار سو پچاس'' مربع کلو میٹر ہے۔ مصر کی سرحدوں کو دیکھا جائے تو مغرب میں لیبیا، جنوب میں سوڈان، مشرق میں بحیرۂ احمر، شمال مشرق میں فلسطین اور شمال میں بحیرۂ روم ہیں، آبادی کے لحاظ سے مصر دنیا کا پندرہواں اور افریقہ کا دوسرا سب سے بڑا ملک ہے۔ یہاں کی آبادی نو کروڑ اٹھائیس لاکھ ہے، جس کی اکثریت دریائے نیل کے قریب رہتی ہے۔ اسی علاقے میں مصر کی قابل کاشت زمین بھی پائی جاتی ہے۔ مصر ہی کے اندر ایک ایسی نہر ہے جسے نہرسوئز کے نام سے جانا جاتا ہے۔ مصر کے بحری تجارت کا انحصار اسی نہر پر ہے، اور وہاں کے لوگوں کے لئے یہ نہر کسی نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں ہے۔(۱)

نہرسوئز کی مختصر تاریخ:

نہرسوئز مصر کی ایک سمندری گزرگاہ ہے جو بحیرۂ روم کو بحیرۂ قلزم سے ملاتی ہے، اس کے اور بحیرۂ روم کے کنارے پر پورٹ سعید اور بحیرۂ قلزم کے کنارے پر سوئز شہر موجود ہے۔(۲) بحیرۂ احمر یا بحیرۂ قلزم بحر ہند کی ایک خلیج ہے جو آبنائے باب المندب اور خلیج عدن کے ذریعہ بحر ہند سے منسلک ہے۔ اس کے شمال میں جزیرہ نما سینا، خلیج عقبہ اور خلیج سوئز واقع ہیں جو نہر سوئز سے ملے ہوئے ہیں۔ انیسویں صدی تک یورپی اسے خلیج عرب بھی کہتے تھے۔ تاریخ میں پہلی بار بحیرۂ احمر میں سفر کرنے کی کوشش مصریوں نے کی، بائبل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کہانی میں ایک کنیز کے بیٹے کی جانب سے اسرائیلیوں کو آزادی دلانے کے لئے بحیرۂ احمر کو عبور کرنے کی کوششوں کا ذکر ہے۔ اہل یورپ نے پندرہویں صدی میں بحیرۂ احمر میں پہلی بار دلچسپی کا اظہار کیا۔ ۱۷۹۸ء میں فرانسیسی جنرل نپولین بوناپارٹ نے مصر پر حملہ کرکے بحیرۂ احمر پر قبضہ کرلیا، اسی دور میں

---

(۱) مصر تاریخ کے آئینے میں www.ahl-lul-bait.com ، آشیان www.urdu.tebyan.net/مصر کا تاریخ وجغرافیہ ، Egypt- Wikipedia /m.dunya.com

(۲) ماھی قناۃ السویس mawdoo3.com/نہرسوئز آزاد معارف وکیپیڈیا

ایک انجینئر جس کا نام ڈی لیسپ تھا اس نے بحیرۂ احمر اور بحیرۂ روم کو ملانے کے لئے ایک نہر کی تعمیر کی جس کا منصوبہ عثمانیوں نے بنایا تھا مگر اسے بنا نہ سکے تھے۔(۱)

اس مختصر ترین آبی گزرگاہ کی تعمیر سے دنیا کی تجارت، جہازوں کی آمد و رفت اور نقل و حرکت کو ایک نیا موڑ مل گیا، ہندوستان اور انگلینڈ کا بحری فاصلہ ۴۰۰۰ میل کم ہو گیا اور ساتھ ہی وقت کی بے پناہ بچت بھی۔ واضح ہو کہ فرانسیسی انجینئروں کے ذریعہ اس نہر کی تعمیر سے قبل یورپ سے آنے والے بحری جہاز براعظم افریقہ کا چکر لگا کر آنے کے لئے مجبور تھے جس میں وقت و وسائل کا ناقابل برداشت ضیاع ہوتا تھا۔(۲) یہ نہر ایک سو ایک میل طویل اور کم از کم تین سو میٹر چوڑی ہے۔(۳)

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دنیا کی ایسی کوئی آبی شاہراہ پیش نہیں کی جا سکتی جس نے مشرق و مغرب کی تجارت، سیاست اور میل جول پر اتنا گہرا اثر ڈالا ہو جتنا کہ نہر سوئز نے ڈالا ہے۔(۴)

قدیم نہر سوئز:

مؤرخین لکھتے ہیں کہ کم و بیش دو ہزار سال قبل مسیح میں بھی دریائے نیل اور خلیج سوئز کو ملانے کے لئے ایک نہر کھودی گئی تھی جو بالواسطہ بحیرۂ روم اور بحیرۂ احمر کو ملاتی تھی اور یہی وہ نہر تھی جو مشرق و مغرب کے درمیان سب سے پہلا معلوم بحری راستہ مانی گئی، کہتے ہیں کہ اس نہر کو کامیاب بنانے کے لئے دریائے نیل کے اتار چڑھاؤ کا پورا پورا ریکارڈ رکھا جاتا تھا۔ مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ اس کے کئی صدیوں بعد عربوں کے دور حکومت میں ایک مسلمان سائنسداں الفرغانی نے نیل کے سیلاب کی پیائش کے لئے ایک ''نیل پیا'' ایجاد کیا تھا جو آج بھی سائنس کی دنیا میں (Nilometer) کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ایک اور روایت کے مطابق سیٹی اول فرعون مصر جو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے والے فرعون کا دادا تھا اس نے بحیرۂ قلزم سے ایک نہر نکلوا کر دریائے نیل میں ملا دی تھی اور اس کے جانشینوں میں سے کئی ایک نے اس پرانی نہر کی مرمت و تجدید جاری رکھی لیکن کامیابی نہ ملی۔(۵) بالآخر اٹھارہویں صدی کے اخیر میں نپولین بونا پارٹ نے بحیرۂ روم اور بحیرۂ قلزم کو ایک ایسی نہر سے ملانے کی تجویز دی جس میں جہاز رانی ہو سکے۔ چنانچہ انیسویں صدی کے وسط میں ایک فرانسیسی انجینئر ڈی لیسپ نے نہر

(۱) نہر سوئز www.hamariweb.com

(۲) ماہنامہ السراج جنوری۔فروری ۲۰۱۱ء

(۳) www.hamariweb.com

(۴) جدید دور، تاریخ عالم www.ushineworld.com

(۵) نہر سوئز www.alborsanews.com / www.urdutehzb.com

کی اسکیم تیار کی جس وقت مصر کے والی سعید پاشا خدیو تھے۔ سعید پاشا کے انجینئر ڈی لیسپ سے دوستانہ تعلقات تھے سو اس نے نہر کے لئے ایک کمپنی بنانے کی تجویز منظور کرالی۔(۱) اس کمپنی میں تقریباً نصف حصہ فرانس اور باقی خدیو محمد سعید پاشا کا تھا، نہر کی کھدائی ۲۵ ستمبر ۱۸۵۹ء کو شروع ہوئی اور تقریباً دس سال بعد ۱۷ نومبر ۱۸۶۹ء میں تکمیل کے بعد افتتاح ہوا جس میں خدیو محمد اسماعیل پاشا نے ملکہ نپولین کا استقبال کیا۔ نہر سوئز ایک سو آٹھ میل لمبی اور ایک قول کے مطابق ایک سو ایک میل لمبی اور ۴۲ فٹ گہری ہے۔ اس نہر میں سے ایک وقت میں صرف ایک ہی بڑا جہاز گزر سکتا ہے اور وہ بھی تقریباً آٹھ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے۔(۲)

برطانیہ نے اپنے مشرقی مقبوضات کو ہاتھ میں رکھنے کے لئے اس بحری گزرگاہ میں بیحد دلچسپی لینی شروع کر دی اور آخرکار وزیر اعظم ''لارڈ ڈیکسرائیلی'' نے ۱۸۷۵ء کے زمانے میں سعید پاشا کے جانشین اسماعیل پاشا سے نہر سوئز میں حکومت کے چالیس پونڈ کے حصے کو برطانوی حکومت کے لئے خرید لیا۔ یہ رقم ایک یہودی سرمایہ کار خاندان ''روتھ شیلڈز'' نے ادا کی۔ تجارت چونکہ عالمی بیوپاریوں کے سرمایے سے چلتی ہے اس لئے برطانیہ، جرمنی، ہنگری، آسٹریا، ہالینڈ، اسپین اور روس نے ۲۹ اکتوبر ۱۸۸۸ء میں خلافت عثمانیہ کے ساتھ ایک معاہدہ کیا جسے استنبول معاہدہ کہا جاتا ہے۔ اس کے تحت نہر سوئز ایک عالمی گزرگاہ قرار پا گئی جس کی ملکیت پوری دنیا کی ہوگئی اور طے پایا کہ اس میں جنگ اور امن دونوں صورتوں میں جہاز گزرتے رہیں گے۔ یہ نہر مصر کی سرزمین سے گزرتی ہے لیکن اس کی دیکھ بھال کی ذمہ داری برطانیہ کو سونپ دی گئی۔

مصر میں جمال عبدالناصر کی حکومت آئی تو اس کا جھکاؤ سوویت یونین کی جانب ہو گیا۔ مصر دریائے نیل پر ''اسوان بند'' بنانا چاہتا تھا لیکن امریکہ اور برطانیہ نے امداد روک دی۔ جمال عبدالناصر نے سوئز نہر کو قومی ملکیت میں لے لیا تا کہ اس کی آمدنی سے بند کی تعمیر ہوسکی، برطانیہ اور فرانس نے اس فیصلہ کے خلاف اسرائیل سے مل کر ۱۹۵۶ء میں حملہ کر دیا، یروشلم اور نہر سوئز اس کے قبضے میں چلے گئے۔ پورا علاقہ جنگ کے خوف میں ڈوب گیا ۱۹۶۷ء کی جنگ جس کی وجہ سے نہر سوئز کو بند کر دیا گیا اور پھر آٹھ سال بعد ۱۹۷۵ء میں یہ دوبارہ کھول دی گئی۔ آج اسے کھولے ۴۲ سال گزر چکے ہیں اور پوری دنیا کے ترقی یافتہ ممالک اس سے اپنی تجارتی سلطنت میں اضافہ کرتے ہیں۔(۳)

---

(۱) السخرة فی حفر قناة السویس، ص:۲
(۲) نہر سوئز کے اس پار سے اقتباس www.urdutehzeb.cim / روزنامہ دنیا
(۳) نہر سوئز www.clickurdublogspot.com/daleel.pk

جدید نہر سوئز:

نئی نہر سوئز کا افتتاح ۶ راگست ۲۰۱۵ء کو ہوا، یہ نہر سوئز ۷۲ کلو میٹر لمبی ہے، جسے کھودنے میں صرف ایک سال لگا ہے۔ جبکہ انیسویں صدی میں پہلی نہر سوئز کھودے جانے میں دس سال لگے تھے۔

نئی نہر سوئز کے پروجیکٹ پر مصر نے ساڑھے آٹھ ارب ڈالر صرف کئے ہیں، پروجیکٹ کا مقصد جہازوں کی دوطرفہ آمدورفت کو یقینی بنانا ہے۔ یعنی جہاز جنوب سے شمال کی طرف پرانی نہر سے سفر کریں گے اور شمال سے جنوب کی طرف نئی نہر سے، توقع ہے کہ اس طرح نہر سوئز کے استعمال سے مصر کو ملنے والی آمدنی ۲۰۲۳ء تک ڈھائی گنا بڑھ کر تیرہ ارب ڈالر ہو جائے گی۔(۱)

اس پروجیکٹ کی تکمیل کو مصر نے ایک تاریخی کامیابی قرار دیا اور صدر عبدالفتاح السیسی کے اس کارنامے کو لوگوں نے خوب سراہا ہے، صدر عبدالفتاح السیسی کا مقصد یہ تھا کہ اس کے ذریعہ مصر کی معیشت کو بہتر بنایا جا سکے گا۔ ۲۰۱۱ء سے مصری معیشت کو مشکلات کا سامنا تھا، اس لئے اس کی درستگی کے منصوبے کو عمل میں لایا گیا۔ السیسی کے اس کارنامے کی وجہ سے لوگ انہیں جمال عبدالناصر سے تشبیہ دیتے ہیں، جنہوں نے ۱۹۵۶ء میں نہر سوئز کو برطانیہ اور فرانس کے زیر کنٹرول سے قومی تحویل میں لے لیا تھا، نہر سوئز کی وجہ سے جمال عبدالناصر کو انتہائی شہرت ملی تھی، اور السیسی کے حامیوں کے مطابق یہ بھی انہیں کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔(۲)

خلاصہ کلام:

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ نہر سوئز یہ ایک فعال آبی گزرگاہ ہے جس سے پوری دنیا کے لوگ فائدہ حاصل کرتے ہیں، اس مختصر آبی گزرگاہ سے دنیا کی تجارت اور جہازوں کو ایک نیا موڑ اور نقل مکانی میں سہل اور آسان راستہ مل گیا اور وقت کی بھی بہت زیادہ بچت ہوگئی۔ یہ آبی گزرگاہ مصر کے لئے عظیم نعمت سے کم نہیں ہے کیونکہ اس کی معیشت میں اس نہر کا بہت بڑا کردار رہا ہے، اور اب تو نئی نہر سوئز کی تعمیر سے مصر کی معیشت میں دو گنا اضافہ بلکہ اس سے بھی زیادہ کا قوی امکان ہے جو مصر کے سنہرے مستقبل میں مدد ومعاون ثابت ہوگا۔

☆☆☆

(۱) تعرف علی تاریخ قناة السویس من البدایة للنهایة alborsanews.com, unitednews.com2-3-2017

(۲) www.suchtv.pk7-8-2015 نہر سوئز کے توسیعی منصوبے کا افتتاح/

urdu.geo.tv7-8-2015 مصر میں نئی نہر سوئز کا افتتاح کر دیا گیا

مقامات آہ وفغاں

ٹیپو سلطان کی خدمات اوران سے چشم پوشی کا مظہر

محمد رضوان علی محمد ایوب علی
کلیۃ الشریعۃ ،سال اول

مختصر حالات زندگی

ٹیپو سلطان ۱۰؍نومبر ۱۷۵۰ء کو ہندوستان کے موجودہ شہر بنگلور سے ۲۱ میل دور شمالی بنگلور کے نواحی گاؤں یوسف آباد میں پیدا ہوئے۔ٹیپو سلطان کی والدہ کا نام فاطمہ فخر النساء تھا، جو کاڈپا کے قلعے کے گورنر میر محی الدین کی بیٹی اور ٹیپو سلطان کے والد حیدر علی کی دوسری بیوی تھیں۔ٹیپو سلطان کا تعلق عربی النسل قریشی خاندان سے تھا۔ سلسلۂ نسب ٹیپو سلطان بن حیدر علی بن فتح محمد بن محمد علی بن ولی محمد بن محمد بہلول بن حسن بن ابراہیم بن عبدالغنی بن احمد بن محمد بن حسن بن یحییٰ المتوفی ۷۸۴ھ ہے۔ اس خاندان کو حوادث زمانہ نے مکہ مکرمہ سے بغداد، افغانستان، پنجاب، دہلی ہوتے ہوئے گلبرگ تک پہنچا دیا تھا۔حیدر علی نے اپنے بیٹے کا نام ''بزرگ مستان شاہ ٹیپو'' کے نام پر''ٹیپو'' رکھا۔اور ٹیپو کے نام کا ایک حصہ فتح علی بھی ہے جو اس کے والد اور دادا سے منسوب ہے،اس لئے انہیں فتح علی ٹیپو سلطان کہا جاتا ہے۔

تعلیم وتربیت:

ٹیپو سلطان کے والد محترم نے خود ناخواندہ ہونے کے باوجود بیٹے کی تعلیم وتربیت کے لئے اعلیٰ درجے کا استاد مقرر کیا، چونکہ ٹیپو سلطان فطری طور پر ذہین وفطین تھے اس لئے انہوں نے بہت کم عرصے میں ہندی، اردو، عربی، فارسی، انگریزی اور دیگر علاقائی جیسی زبانوں پر عبور حاصل کرلیا۔اور تھوڑے ہی عرصے میں اس نے قرآن مجید، حدیث شریف اور اسلامی فقہ کی بھی تعلیم مکمل کرلی، اس کے علاوہ اس کے والد نے ان کی حالت کے مطابق شمشیر زنی، نیزہ بازی، نشانے بازی، شہسواری اور دیگر جنگی امور میں بھی تربیت دی، یہی وجہ ہے کہ وہ تعلیم کے ساتھ ساتھ فنون حرب میں بھی یکتائے روزگار اور کامل تھے۔

جنگی کارنامے:

ہندوستان کی تحریک آزادی میں مسلمانوں کا حصہ قدرتی طور پر بہت ممتاز اور نمایاں رہا ہے، انہوں نے جنگ آزادی میں قائد اور رہنما کا پارٹ ادا کیا ہے جس کی وجہ یہ تھی کہ انگریزوں نے جب ہندوستان پر قبضہ کرنا شروع کیا اور رفتہ رفتہ ایک

ایک صوبہ ان کے زیرنگیں آنے لگا تو اس وقت مسلمان ہی ہندوستان کے حکمراں تھے۔ سب سے پہلے اس خطرے کو ٹیپو سلطان نے ہی محسوس کیا کہ انگریز اسی طرح ایک ایک صوبہ ہضم کرتے رہیں گے اور پھر پورے ملک پر قابض ہو جائیں گے۔

چنانچہ انہوں نے انگریزوں سے جنگ کا فیصلہ کیا اور اپنے پورے ساز وسامان، وسائل اور فوجی تیاریوں کے ساتھ ان کے مقابلے میں میدان میں آگئے، سارے ہندوستان میں میسور ہی ایک ایسی ریاست تھی جس نے انگریزوں کے خلاف کئی جنگیں لڑیں، یہی وجہ ہے کہ ٹیپو سلطان ابھی ۱۵/برس کے ہی تھے کہ انہوں نے اپنے والد کے ساتھ انگریزوں کے خلاف میسور کی پہلی لڑائی لڑی، جس میں انہوں نے شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ پھر اس کے بعد وہ مختلف جنگوں میں خود قائد کی حیثیت سے شریک ہوئے اور انگریزوں کے خلاف اپنی مہم کو جاری رکھا، جب انہوں نے سلطنت کی باگ ڈور سنبھالی تو انگریزوں کے خلاف چار بڑی جنگیں لڑیں جن میں سے دو تو ایسی تھیں کہ جس نے انگریزوں کو شکست خوردہ کر دیا۔ بقیہ میں اپنوں کی کارستانیوں کی وجہ سے کامیابی نہ ملی۔

ایسٹ انڈیا کمپنی جان چکی تھی کہ اگر ٹیپو سلطان کو اپنے ارادوں میں کامیاب ہونے دے دیا جائے تو پھر ہندوستان پر قبضہ ہرگز ممکن نہیں ہوسکتا، اس لئے اس نے عین موقع پر اپنی بقا اور ہندوستان پر قابض ہونے کے لئے نظام اور مرہٹوں سے اتحاد کر لیا۔ ٹیپو سلطان نے بھی ترکی، ایران، افغانستان اور فرانس سے مدد حاصل کرنے کی کوششیں کیں، مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ میسور کی آخری جنگ کے دوران جب سرنگا پٹنم کی شکست یقینی ہو چکی تھی تب ٹیپو سلطان نے محاصرہ کرنے والے انگریزوں کے خلاف بھرپور مزاحمت کی اور قلعے کو بند کروالیا۔ لیکن غدار ساتھیوں نے دشمن کے لئے قلعے کے دروازے کھول دیئے اور قلعے کے میدان میں زبردست جنگ چھڑ گئی۔ بارود کے ذخیرے میں آگ لگ جانے کے باعث مزاحمت کمزور ہوگئی۔ اس موقع پر فرانسیسی افسر نے ٹیپو سلطان کو ''چتر درگا'' بھاگ جانے اور اپنی جان بچانے کا مشورہ دیا، مگر ٹیپو سلطان راضی نہ ہوئے اور ۴/مئی ۱۷۹۹ء کو میدان جنگ میں دشمن سے لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔

خدمت خلق اور مذہبی رواداری:

جب حیدر علی کی ۱۷۸۲ء میں وفات ہوئی تو ٹیپو سلطان نے سلطنت کی باگ ڈور سنبھالی اور ایک قلیل مدت میں مختلف الجہات اصلاحات سے سلطنت کو صحیح معنوں میں تعمیری، زرعی، صنعتی، فوجی، تہذیبی، تمدنی اور دیگر شعبوں میں خود کفیل بنا دیا۔ نئے قوانین وضوابط کے تحت فوج منظم کی، اور دو کاموں پر خاص توجہ دی، ایک جانب ملک کی صنعت وحرفت پر توجہ دی تو دوسری جانب اپنی پوری توجہ اتحاد بین المسلمین اور اتحاد بین الاقوام الہند پر مرکوز کر دی۔ سلطان کے یہی عزائم وارادے تھے جنہوں

نے ایسٹ انڈیا کمپنی کو سلطان کا مخالف بنا دیا اور اسی مخالفت نے اس کو تمام عمر جنگوں میں مصروف رکھا مگر اس کے باوجود سلطان میسور نے صنعت وحرفت و دیگر فنون میں جو ترقی دی وہ میسور کو کبھی دوبارہ حاصل نہ ہو سکی۔ ٹیپو سلطان کو جوں ہی کبھی جنگ سے مہلت ملی تو وہ اس میں اپنے زیر اقتدار علاقوں میں اقتصادی، سیاسی، انتظامی جیسے دیگر کاموں میں الجھے رہے۔

ٹیپو سلطان نے تخت نشینی کے بعد اپنی رعایا کے متعلق جو پہلا سرکاری فرمان جاری کیا اس میں بلا تفریق مذہب وملت اپنی رعایا کی اخلاقی اصلاح، ان کی خوشحالی، معاشی و سیاسی ترقی، عدل وانصاف، جاگیرداروں اور زمینداروں کے ظلم وستم سے نجات، مذہبی ولسانی وطبقاتی عصبیت کا خاتمہ اور دفاع وطن کے لئے جان کی بازی لگا دینے کا عزم تھا۔

ٹیپو سلطان نے قدیم طرز حکمرانی کو یکسر بدل دیا اور سلطنت کے امور سے عوام کو زیادہ سے زیادہ حصہ دینے کا منصوبہ بنایا، جمہوری تقاضوں کے پیش نظر اس نے ایک مجلس شوری قائم کی جس کا نام ''مجلس غم نہ باشد'' تھا اور دو نئے آئین بنائے، ایک فوج کے لئے جس کا نام ''فتح المجاہدین'' تھا اور دوسرا عوام کے لئے جس کا نام ''ملکی آئین'' تھا۔ سرنگا پٹنم میں ''جامع الامور'' نام سے ایک یونیورسٹی قائم کی جہاں بیک وقت دینی و دنیاوی دونوں طرح کی تعلیم دی جاتی تھی اور حکومت کی طرف سے مختلف علوم وفنون کے ماہرین کو کثیر مشاہروں پر یہاں مقرر کیا جاتا تھا۔ سلطان ہی غالباً ہندوستان کا پہلا میزائیل مین تھا جس نے طغرق نامی راکٹ بنایا اور اسے انگریزوں کے خلاف استعمال کیا۔ اس نے ایک فرانسیسی انجینئر کی مدد سے توپ کا کارخانہ بھی کھولا۔ سلطان نے عصبیت کو مٹانے، ہندو مسلم نا اتفاقی ختم کرنے، غیر ملکی استعمار پرستی کے خلاف مسلمانوں اور ہندوؤں کو ایک لڑی میں پرونے پر زور دیا، یہی وجہ ہے کہ ہر محکمے میں ہندوؤں اور مسلمانوں کو مساوی بنیادوں پر ملازمتیں دیں اور دونوں مذہبوں کے وزرا کی تعداد بھی برابر تھی جو تاریخ کے سنہرے اوراق میں محفوظ ہے۔

حق پرستی اور رواداری ٹیپو سلطان کی نمایاں خصوصیت تھی۔ قلعہ ڈنڈیکل پر۔ جب انہوں نے حملہ کیا تو حکم دیا کہ قلعہ ڈنڈیکل پر پچھلی جانب سے حملہ نہ کیا جائے کیونکہ اس طرف راجہ کا مندر ہے۔ مسلم اور ہندوؤں میں بلا رورعایت انصاف کرنا سلطان کا خاصہ تھا، ظالم کے علاوہ کسی کو تکلیف دینا انہیں سخت ناپسند تھا، ترخیایلی مندر کے ساتھ ایک بہت بڑی جاگیر وقف کرنا سلطان کی مذہبی رواداری کی روشن دلیل ہے، اس جیسی دیگر مثالیں تیپخور، میسور، ارکاٹ اور دیگر علاقوں میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

ٹیپو سلطان کی خدمات سے چشم پوشی:

یہ تھی مختصر سی حالات زندگی اس عظیم فرماں روا شیر میسور ٹیپو سلطان کی جس کی ہر بات یہ بتا رہی ہے کہ حب الوطنی،

آزادیٔ وطن، رواداری ـــــ ظلم وعصبیت ان کی زندگی کا عظیم مقصد تھا۔اور ہندوستان ان کی قربانیوں کا مرہون منت ہے، لیکن آج ان کی خدمات کو فراموش کر کے ان پرطرح طرح کے الزامات عائد کئے جارہے ہیں۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ مؤرخوں نے ٹیپوسلطان کی خدمات کا حق ادا نہ کیا،حق ادا کرنا تو کیا،ان کے ساتھ انصاف بھی نہیں کیا۔

''ٹیپو سلطان کی حالات زندگی پر سب سے پہلے مستشرقین نے توجہ دی،لیکن اس سے ان کا مقصد ٹیپو سلطان کی خدمات اور شخصیت کو بیان کرنا نہ تھا۔ بلکہ اپنی دشمنی،تعصب،تنگ نظری، ملک گیری، اقتدار ودولت کی ہوس میں ایسے معاندانہ رنگ میں پیش کرنا تھا کہ ان کی شخصیت کسی تحریک کا مرکز نہ بن سکے،اوران پرایسے ایسے الزامات تراشے جو قیاس بھی نہیں کئے جا سکتے تھے۔لیکن۔جب ہندوستانی مؤرخین نے ان کی حالات زندگی کوتفصیل سے لکھنا شروع کیا تو صورت حال بدل گئی اورحریت کے اس جانباز سپاہی کا اصل چہرہ منظرعام پرآ گیا''۔

''انگریزی حکومت کے وقت میں انگریزی منصرم آفیسر، ماہرتعلیم،مؤرخ اور ماہرا ثریات نے اس طرح کے غیرحقیقی خیال، مذہبی فکراور دستورکوفروغ دیا جس سے ہندوؤں اورمسلمانوں میں علاحدگی اورمنافرت پیدا ہوگئی۔انگریزی حکومت کی فرقہ پرست الگاؤ کی پالیسی پرچلتے ہوئے ان فرقہ پرست طاقتوں نے اپنے تعلیمی ماہرین کے ذریعہ افواہ پھیلا دی کہ قرون وسطی کے مسلم حکمرانوں نے ہندومندروں کوڈھا دیا تھااورزبردستی بڑی تعداد میں ہندوؤں کا مذہب تبدیل کرایا تھا''۔

اسی طرح کے اورکئی الزامات لگائے جس کی وجہ سے برادران وطن غیرملکی زہر کے زیر اثر آ گئے،اورٹیپو سلطان پر تہمتوں کا انبار لگا کراور دیگرمسلم حکمرانوں کومسلم مخالف بتا کرتاریخ میں لیپا پوتی کرنے کی کوشش شروع کی۔۔جب ۱۹۹۰ء میں بھگوان گدوانی کی کتاب''دی سورڈ آف ٹیپوسلطان''(جس میں مصنف نے ٹیپوسلطان کی خدمات، مذہبی رواداری اور شخصیت کا ذکر کیا ہے) کوہندوستانی ٹیلی ویژن (D.D. National) نے ایک ڈرامہ سیریل میں ڈھالا اوراس ڈرامے کی کئی ایک قسطیں پیش کی گئیں تواس ڈرامے نے بنیاد پرست ہندوؤں کے جذبات کومشتعل کر کے رکھ دیا۔انہوں نے احتجاج کرنا شروع کر دیا،گلیوں اور بازاروں میں مظاہرے ئے،بھوک ہڑتالیں ہوئیں اورحکومت سے درخواست کی کہ اس ڈرامے کوٹیلی ویژن پر دکھانا بند کیا جائے،لیکن حکومت ہند نے اس احتجاج کا کوئی نوٹس نہ لیا۔ ہندوستان کی سپریم کورٹ نے وہ رٹ درخواست مسترد کردی جس میں احتجاج کرنے والوں نے یہ استدعا کی تھا کہ اس ڈرامے کی اقساط ٹیلی ویژن پر دکھانا بند کی جائیں۔پھرڈرامے کی بقیہ قسطیں برابر دکھائی جاتی رہیں۔

اسی طرح ۲۰۱۴ء میں بی جے پی کے برسراقتدار آنے کے بعد ۱۰رنومبر ۲۰۱۵ءکوٹیپوسلطان کی ۲۵۱ویں یوم پیدائش پر

کرناٹک کی کانگریسی حکومت نے ان کی سالگرہ منانے کا اعلان کیا تو ہندوؤں کے خیمے میں آگ لگ گئی اور جو من میں آیا اس عظیم مجاہد آزادی کی شان میں بولنا شروع کر دیا، ریاست کے ''مدیکیری'' علاقہ میں ایک مسلم تنظیم اور وشو ہندو پریشد کے بیچ پرتشدد جھڑپیں ہوئیں جس میں ایک مسلم کی موت بھی ہوئی۔ ہندوتوا کے ساتھ کچھ ٹی وی چینل بھی قدم سے قدم ملاتے ہوئے یہ سوال کرنے لگے کہ آخر ٹیپو سلطان کی خدمات ہی کیا ہیں جس سے ان کی سالگرہ منانے کی ضرورت پیش آ گئی۔

قارئین کرام! دیکھئے کیسے ٹیپو سلطان کی خدمات سے چشم پوشی کی جا رہی ہے اور ان کی خدمات پر سوال کھڑا کیا جا رہا ہے؟ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ سلطان نے ہمیشہ تعصب کے بغیر مذہبی رواداری، ترقی اور آپسی اتحاد کا کام کیا اور کبھی بھی مذہبی منافرت کو فروغ نہیں دیا ''انہوں نے جو ''کرگ'' کے ہندو'' منگلور'' کے عیسائی اور ''مالا بار'' کے نائروں کا صفایا کیا تو صرف اس لئے کہ وہ انگریزوں سے مل کر اس کی ریاست کو ختم کرنا چاہتے تھے اور اس نے ''مالا بار'' ''موپلاؤ'' اور ''مہادوی'' کے مسلمانوں کو بھی نہیں چھوڑا کیونکہ ان کا برتاؤ بھی اسی طرح کا تھا''۔

اس لئے ان کی مذہبی رواداری اور سماجی آہنگی پر سوال کرنا گویا تاریخ سے نابلد اور حقائق سے ناآشنا ہونا ہے۔ گاندھی جی نے ۱۹۳۰ء میں ''ینگ انڈیا'' کے صفحہ ۳۱ پر ٹیپو کی فراخ دلی، مذہبی پالیسی کی تعریف کچھ اس طرح کی ہے: ''ٹیپو نے ہندو مندروں کو بھرپور عطیات دیئے اور آج بھی ٹیپو کے محل کے پاس شری وینکٹ رمن، شری نواس اور شری رنگ ناتھ کے مندر ٹیپو کی مذہبی رواداری کی پہچان کے طور پر موجود ہیں۔

مآخذ و مراجع

۱- تلخیص از کتاب سیرت ٹیپو سلطان، ص ۱۲۱ تا ۱۶۴۔
۲- اورنگ زیب اور ٹیپو سلطان مذہبی حکمت عملی کا جائزہ، ص: ۲۰۔
۳- ٹیپو سلطان، ص: ۶ تا ۸۔
۴- دی اسورڈ آف ٹیپو سلطان http://urm.wikipedia.org>wiki>
۵- سیرت ٹیپو سلطان شہید، ص: ۳۴۵۔

☆☆☆

تحریکات

خدایا کاش پیدا ہو کوئی ساقی نشیمن میں
کہ جس کے جام کے قطروں سے ہر گوشہ سنور جائے
(راشد حسن مبارکپوری)

شورش صرصر عصیاں

حزب اللہ: عقائد وعزائم

قطب الدین نجاب الدین
فضیلت سال آخر

عالمی انتہا پسند تنظیم ''حزب اللہ'' کی حقیقت حال سے ناواقفیت کی بنا پر بہت سارے حضرات ہنوز دھوکے میں ہیں، حتی کہ کچھ ناواقف سنی مسلمان اس تنظیم کے سربراہ حسن نصر اللہ کو مسلمانوں کا ہیرو قرار دیتے ہیں۔ یقیناً یہ بہت بڑی جہالت کی بات ہے، جس کا سبب اس تنظیم کی اصلیت، اس کے عقائد وعزائم اور ان کی تاریخی حیثیت سے ناواقفیت ہے جو کہ بے گناہ سنی مسلمانوں کے خون سے آلودہ ہے۔ ذیل کے مضمون میں اس کا مختصر جائزہ لینے کی سعی کی گئی ہے۔

حزب اللہ تنظیم کا آغاز:

خمینی انقلاب (۱۹۷۹ء) کے ٹھیک تین سال بعد یعنی (۱۹۸۲ء) میں لبنان کے اندر خمینی کے ایما پر ایک ایران نژاد لبنانی شہری ملا محمد حسن فضل اللہ نے بظاہر اسرائیل کی سرکوبی کے لئے ''حزب اللہ'' نام سے ایک جماعت کی تشکیل کی، جس کا موجودہ قائد ملا حسن نصر اللہ ہے۔ اور ۱۹۸۵ء میں سیاست کے میدان کارزار میں باقاعدہ شامل ہوگئی۔(۱)

یہ تنظیم ایرانی کمک پر پلنے والی تنظیم ''حركة امل الشيعه'' کے بطن سے پیدا ہوئی، شروع میں اس کا نام اس کی مادر کے نام پر ''امل الشيعه'' رکھا گیا۔ تاکہ یہ پوری امت اسلامیہ میں مقبول جماعت بن سکے، چوں کی اس کی مادر ''حرکۃ امل الشیعہ'' لبنان کی سیاست میں صرف شیعہ افراد تک محدود ہوکر رہ گئی تھی اور نئی تنظیم ''امل الاسلامیہ'' کا مقصد لبنان کے ساتھ ساتھ پورے عالم اسلام میں شیعہ مذہب کی نشر واشاعت تھا، اس لئے اس تنظیم نے جنگجو مجاہدوں کا روپ دھار لیا، جس کا مقصد امت کا دفاع اور امت اسلامیہ کے مقدس مقامات کا تحفظ ہے، لیکن ''حرکۃ امل الشیعہ'' کی وحشیانہ معاشرتی بدکرداری اور گھناونے جرائم کی وجہ سے اس کی نومولود تنظیم ''امل الاسلامیہ'' کو امت اسلامیہ کے دفاع جیسا اہم فریضہ سونپنا ممکن نہ تھا

(۱) ایران، اخوان اور فیصلہ کن طوفان، ص: ۶۷-۶۹

کیوں کہ ایسی صورت میں اس کی ناکامی یقینی ہو جاتی۔ لہٰذا اس خدشے کے پیشِ نظر ایک اور نئی جماعت ترتیب دی گئی جسے آج ''حزب اللہ'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔(۱)

''حزب اللہ'' تنظیم کو قائم کرنے والے لیڈران کون ہیں؟

ایران کے درج ذیل قائدین کے ذریعہ یہ تحریک ''حزب اللہ'' کے نام سے قائم کی گئی۔

(۱) محمد حسن فضل اللہ، اس کا لقب ''لبنان کا خمینی'' ہے	(۲) صبحی الطفیلی (۱)☆
(۳) حسن نصر اللہ	(۴) ابراہیم الامین
(۵) عباس موسوی	(۶) محمد یزبک
(۷) نعیم قاسم	(۸) زہیر کنج (۲)

''حزب اللہ'' عالمِ اسلام کے مختلف ممالک میں:

حزب اللہ نے خلیجی ممالک اور جزیرۂ عرب میں اپنی ذیلی برانچیں قائم کی ہیں جن کا منہج اور عقیدہ بعینہٖ حزب اللہ جیسا ہے، ان لوکل برانچوں میں سے چند کا ذکر درج ذیل ہیں۔

بحرینی حزب اللہ:

ایران میں شیعہ انقلاب کی کامیابی کے ساتھ ہی بیرونی ممالک میں متعدد شاخیں قائم کی گئیں جو ایرانی نظام کے ماتحت تھیں، ان کا مقصد مختلف ممالک میں شیعہ کے ذریعہ سے ایرانی اثر ورسوخ میں اضافہ کرنا تھا۔ چنانچہ اسّی کی دہائی میں بحرین کی تحریک آزادی کے قائدین اور ایرانی انٹیلی جنس افسروں کا اجتماع ہوا، جس میں تحریک آزادی کا عسکری ونگ قائم کرنے پر اتفاق رائے کیا گیا، اس ونگ کا نام ''حزب اللہ البحرین'' رکھا گیا اور اس کا ذمہ دار محمد علی محفوظ کو اور سربراہ عبدالامیر الجمری کو بنایا گیا۔ اس کے بعد علی سلیمان نے اس کی قیادت سنبھالی۔(۳)

---

(۱) شیخ صبحی طفیلی بعد میں اس تنظیم سے الگ ہو گئے تھے اور انہوں نے بہت حد تک حزب اللہ کی حقیقت کو آشکار کیا ہے۔ یوٹیوب پر ان کے متعدد ویڈیوز موجود ہیں۔

(۲) امل والمخیمات الفلسطینیة، مؤلف عبداللہ الثریب ص: ۱۷۹

(۳) الحرکات والجماعات السیاسیة فی البحرین لفلاح المدیرس ص: ۹۹-۱۰۴

حجازی حزب اللہ:

۱۹۷۹ء میں خمینی انقلاب کے قیام کے شروع ہونے اور اس کے غلبے کے فوراً بعد ایرانی حکمرانوں نے اپنے سعودی ایجنٹوں کو سعودی حکومت کے خلاف بغاوت کا حکم دے دیا، ایرانی حکومت کی اس تحریک پر ۱۴۰۰ شیعوں نے بغاوت کر دی، اس بغاوت میں کچھ اس طرح نعرے لگائے گئے ''ہم حسینی مذہب کے پیروکار ہیں' ہمارا قائد خمینی ہے، سعودی حکومت کو ختم کر کے دم لیں گے''۔

پھر جیسے ہی سعودی شیعہ اور ایرانی حکومت میں تعلقات مضبوط ہوئے اور خمینی انقلاب کے اثرات ظاہر ہونے شروع ہوئے تو سعودی شیعہ کو حسن الصفار کی قیادت میں ایک تنظیم بنانے کا حکم دیا گیا ''**منظمة الثورة الإسلامية لتحرير جزيرة العرب**'' بعد میں اس کا نام ''**منظمة الثورة الإسلامية في جزيرة العرب**'' ہو گیا۔ اس تنظیم کا ہیڈ کوارٹر ایران میں تھا پھر کچھ عرصہ تک دمشق میں رہا اور آخر لندن میں قائم کر کے اس کا جنرل سکریٹری توفیق السیف کو بنایا گیا۔(۱)

کویتی حزب اللہ:

کویتی حزب اللہ اسّی کی دہائی میں حزب اللہ کی تاسیس کے بعد قائم کی گئی، اس شاخ کی بنیاد کویتی شیعہ کے ان طلباء نے رکھی جو ایران شہر ''قم'' کے حوزہ دینیہ میں تعلیم حاصل کر رہے تھے، ان تنظیم کے بانیان اور اہم ترین لیڈر میں محمد باقر المہدی، عباس بن نخی، عدنان عبد الصمد اور ڈاکٹر عبد المحسن جمال وغیرہ شامل ہیں۔(۲)

یمنی حزب اللہ:

یمن میں حزب اللہ کی علاقائی برانچ کا نام یمنی حزب اللہ رکھا گیا لیکن حزب اللہ کے گھناونے جرائم، قتل وغارت اور دہشت گردی کی وارداتوں کی وجہ سے یمن کے مسلم معاشرے میں اس کو پذیرائی نہ مل سکی۔ لہٰذا اس برانچ کا نام تبدیل کر کے ''الشباب المومن'' رکھا گیا تاکہ عوام میں مقبول ہو سکے۔ یہ تنظیم نوے کی دہائی میں قائم کی گئی۔(۳)

---

(۱) حزب اللہ کون ہے؟ ص: ۳۲

(۲) الوطن العربی، اکتوبر ۲۰۰۶ء، الحرکة الشیعیة فی الکویت، ص: ۳۰-۳۱

(۳) حزب اللہ کون ہے؟ ص: ۴۲

حزب اللہ اور اس کے پیروکاروں کے عقائد:

حزب اللہ اور اس کے پیروکاروں کا عقیدہ شیعی ہے، وہ خود کو شیعہ جعفری اثنا عشری قرار دیتے ہیں اور اسی فرقے کے عقائد اپناتے ہیں۔ ان کے اہم ترین عقائد درج ذیل ہیں:

ائمہ کی شان میں غلو:

رافضی شیعہ اہل بیت کی شان میں بے حد غلو کرتے ہیں اور انہیں گناہوں سے معصوم قرار دیتے ہیں، ان کا عقیدہ ہے کہ شیعہ امام غیب کی ہر چیز کو جانتے ہیں اور اثنا عشریہ فرقے کے امام جب چاہیں جو چاہیں غیبی امور معلوم کر لیتے ہیں حتی کہ انہیں اپنی موت کا علم ہوتا ہے۔(۱)

انہوں نے مبالغہ آمیزی میں انتہا کرتے ہوئے اپنے ائمہ کو محمد ﷺ کے سوا تمام انبیاء کرام اور رسولوں سے افضل قرار دیا ہے۔(۲)

ان کا عقیدہ ہے کہ ان کے ائمہ مردوں کو زندہ کرتے ہیں۔(۳)

ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ کو سینوں میں چھپے ہوئے ہر راز کا علم ہے اور اسمائے حسنی سے مراد بھی آپ ہی ہیں جن کو وسیلہ بنا کر دعا کی جائے تو قبول ہوتی ہے۔(۴)

ائمہ کی عصمت اور ولایت کا عقیدہ:

شیعہ اپنے بارہ ائمہ کے معصوم ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں، ان کے نزدیک ان کے ائمہ ہر قسم کے خطا و گناہ سے معصوم ہیں، ان بارہ ائمہ کے یکے بعد دیگرے ولایت کے بھی قائل ہیں اور جو ان کے اس عقیدے کا انکار کرے وہ ان کے نزدیک کافر و گمراہ ہے۔(۵)

---

(۱) اصول الکافی لامام الکلینی (۱/ ۲۵۸)

(۲) مرآۃ العقول فی شرح اخبار آل الرسول لمحمد باقر مجلسی، (۲/۲۹۰)

(۳) حزب اللہ کون ہے؟ مؤلف علی الصادق، ص: ۱۷

(۴) مشارق أنوار الیقین، حفظ رجب البرسی، ص: ۲۸۶

(۵) حزب اللہ کون ہے؟ ص: ۱۹

تحریف قرآن کا عقیدہ:

شیعوں کا بنیادی عقیدہ یہ بھی ہے کہ صحابہ کرام نے قرآن مجید میں تحریف وتبدیلی کی ہے، نیز ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ جو قرآن مجید جبرئیل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس لے کر آئے تھے اس میں ستر ہزار آیات تھیں۔(۱)

صحابہ کرام اور امہات المومنین کے بارے میں عقیدہ:

حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم گالیاں دیتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات ام المومنین عائشہ، اور حفصہ رضی اللہ عنہما کو لعن طعن کرنا ان کے ہاں ثواب عظیم کا باعث ہے۔(۲)

یہ بدبخت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بدکاری کی تہمت لگاتے ہیں۔(۳)

ان کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد تمام صحابہ کرام مرتد وکافر ہو گئے تھے، سوائے سات یا دس صحابہ کے۔(۴)

حزب اللہ کے عزائم:

ایران وشیعیت ورفضیت کی پروردہ یہ انتہا پسند تنظیم ظاہر بات ہے کہ انہیں کے نظریات وعقائد پر قائم ہے، عالم اسلام کی تاریخ میں ہمیشہ سازشی کردار نبھانے والے روافض اس کے سرپرست واراکین ہیں، لہٰذا لازمی طور پر حزب اللہ کے مقاصد وعزائم کو دوسرے الفاظ میں رفضیت کے مقاصد وعزائم سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس پر بظاہر اسرائیل وامریکہ کی مخالفت کا پردہ ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ مذہبی طور پر رفضیت کے عزائم ومقاصد بہت حد تک معلوم ومعروف ہیں۔ ذیل میں مذہبی وسیاسی لحاظ سے حزب اللہ کے اغراض ومقاصد کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔

(۱) شیعوں کو متحد کرنے اور ان کے مردہ جسموں میں جان ڈالنے کے لئے عالمی طور پر سیاسی اقدام۔

---

(۱) اصول الکافی لامام کلینی (۲/۶۳۴)

(۲) احقاق الحق لنور اللہ مرعشی (۱/۳۳۷)

(۳) الصراط المستقیم إلى مستحقی التقدیم لزین الدین العاملی النباطی (۳/۱۶۵)

(۴) حزب اللہ کون ہے؟ ص:۲۰

(۲) عالم عرب میں دنیا کی بڑی طاقتوں خاص کر یہود ونصاری کی مدد سے اہل سنت والجماعت کو صفحۂ ہستی سے مٹانا۔

(۳) قرآن و سنت کو ختم کر کے مصحف فاطمہ اور ائمہ کے اقوال کو مذہبی اور قانونی کی کتاب بنانا اور ان کی تحفیذ عمل میں لانا۔

(۴) حرمین پر قبضہ کرنا اور اپنے مسلک کے مطابق وہاں نظام قائم کرنا۔(۱)

حزب اللہ کی فلسطین نوازی کی حقیقت:

''حرکۃ امل الشیعۃ'' کے بانی موسیٰ الصدر نے فلسطینیوں کے ساتھ جو برا سلوک کیا وہ ناقابل بیان ہے۔ یہ موسیٰ الصدر ہی ہے جس نے کہا تھا: ''اسلحہ مردوں کی زینت ہے اور بے شک ہم انقلابی فوج ہیں اور ہمارا انقلاب کربلا کی ریت میں دفن نہیں ہوا بلکہ ابھی تک زندہ اور جاری ہے''۔(۲)

۱۴۰۵ھ میں رمضان المبارک میں ''امل الشیعۃ'' تنظیم نے بیروت کے فلسطینی کیمپوں پر حملہ کر کے ہر قسم کا مہلک ہتھیار استعمال کرتے ہوئے پورے مہینے جنگ جاری رکھی یہاں تک کہ فلسطینیوں نے دمشق کے حافظ الاسد اور اس کے وکیل نبیہ بری کی تمام شروط قبول نہ کر لیں۔

۲۶/مئی ۱۹۸۵ء کو شیعوں نے نہتے فلسطینیوں کا ایک پناہ گزین کیمپ تباہ کر دیا، اس بربریت میں سیکڑوں بوڑھے مرد وخواتین اور بچے ہلاک ہوئے۔ ان وحشیوں نے غزہ کے ہسپتال میں ایک نرس کو بھی ذبح کر دیا، جس نے اپنے سامنے زخمی فلسطینی کو قتل کرنے پر احتجاج کیا تھا۔

کویت کی خبر رساں ایجنسی اور الوطن اخبار نے ۴/جون ۱۹۸۵ء کے اخبارات میں یہ خبر دی کہ ''امل الشیعۃ'' کے غاصبوں نے نہایت مجرمانہ فعل کا ارتکاب کیا ہے، انہوں نے ''صبرا'' کیمپ کے سامنے ۲۵ دوشیزاؤں کو اٹھا لیا اور ان کے ساتھ بدفعلی کرنے کے لئے اپنے ساتھ لے گئے۔(۳)

۱۸/جون ۱۹۸۵ء کو فلسطینی مظلوم شیعہ کی بھڑکائی ہوئی اس ہولناک جنگ سے باہر نکلے اور خفیہ پناہ گاہوں میں ایک

---

(۱) ایران، اخوان اور فیصلہ کن طوفان، ص: ۲۳-۲۴

(۲) حزب اللہ کون ہے؟ ص: ۷

(۳) حزب اللہ کون ہے؟ ص: ۱۱

ماہ مسلسل خوف و ہراس اور بھوک پیاس کی سختیاں برداشت کرنے کے بعد انہیں اس آزمائش سے نجات ملی۔ اس دوران غذائی قلت کے باعث یہ مظلوم بلیوں اور کتوں کا گوشت کھانے پر مجبور ہوتے رہے، وہ پناہ گاہوں سے نکلے تو ان کے گھر کھنڈرات بن چکے تھے اور مکانات برباد ہو چکے تھے۔ اس دوران تقریباً ۳۱۰۰ر افراد مقتول ہوئے تھے اور پندرہ ہزار افراد ان کیمپوں کو چھوڑ کر محفوظ پناہ گاہوں کی تلاش میں نکل گئے۔ یہ تعداد ان کیمپوں میں پناہ گزیں کا ۴۰ فیصد ہے۔(۱) اللہ تو ان مظلوم مسلمانوں کو دشمنوں سے نجات دے، آمین۔

الغرض حزب اللہ ایک شیعہ تنظیم ہے جو دور حاضر میں سنی مسلمانوں کی سب سے بڑی دشمن جماعت کے روپ میں ابھری ہے، اور تا ہنوز پورے عالم میں سنیوں کے خلاف کارروائیوں میں مصروف ہے۔ یہ جماعت ظاہراً یہود و نصاری کے خلاف علم جہاد بلند کرتی دکھائی دیتی ہے، حالانکہ حقیقت میں شیعہ مذہب کے فروغ اور خمینی کے شیعی انقلاب کو کامیاب بنانے کی کوشش کر رہی ہے۔

اللہ تمام سنی مسلمانوں کو ان کے گندے عقائد وعزائم سے محفوظ رکھے، آمین۔

☆☆☆

حیات انسانی کی ایک ناگزیر ضرورت

’’حیات انسانی ایک جوئے رواں ہے اس کی راہ میں اگر اتار چڑھاؤ کی رکاوٹیں اور نشیب و فراز کی مزاحمتیں نہ آئیں تو رفتہ رفتہ یہ جوئے رواں جمود و تعطل کی جھیل بن جائے، یاد رکھیں۔ جب تک آئینۂ شمشیر کو سنگ فساں پر جلا نہ دی جائے اس میں چمک پیدا نہیں ہوتی۔ چقماق کا جوہر تیاں پتھر کی رگڑ کے بغیر نہیں کھلتا، آغوش بربط میں سونے والے نغموں کو مضراب ہی پیدا کرتی ہے اور نبض کائنات کی حرارت و حرکت آویزش حیات ہی سے قائم ہے، پس جو طاقت عالم کون وفساد میں اپنی حفاظت اور بقا چاہتی ہے اس کے لیے جہاد کی تیاریاں ناگزیر ہیں خواہ یہ جہاد زبان وقلم، جسم وجاں، دولت وثروت سے ہو یا شمشیر سنان کی نوک سے‘‘۔(علامہ صادق سیالکوٹی رحمہ اللہ)

(۱) حزب اللہ کون ہے؟ ص:۹

استشراقیات

کافروں کی مسلم آئینی کا بھی نظارہ کر
اور اپنے مسلموں کی مسلم آزادی بھی دیکھ
(اقبال)

باطل سرگرمیاں

دور حاضر میں اسلام کے خلاف مستشرقین کی سرگرمیاں

عباد الرحمٰن مشرف علی
عالمیت سال اول

یوں تو استشراق کی ابتداء اسلامیات کے مطالعہ کی تحریک سے ہوئی مگر مستشرقین نے عام طور پر اپنی تحقیق ومطالعہ کے لیے جو موضوع منتخب کیا وہ قرآنیات اور سیرت نبوی ہے، خصوصاً اول الذکر پر انھوں نے زیادہ توجہ مبذول کی، مستشرقین کا قرآن یا قرآنی علوم وفنون کی طرف اپنی توجہ کا بیشتر حصہ دینے کا ایک خاص پس منظر اور مقصد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں ان کا تحقیقی قلم مخصوص رخ پر رواں دواں نظر آتا ہے، جس میں ایک خاص قسم کی راگ وسر کی کیفیت پائی جاتی ہے جو ان تمام کے یہاں قدر مشترک ہے۔

استشراق کی لغوی تعریف:

استشراق کا لفظ شرق کے مادہ سے استفعال کے وزن پر ہے، جس کے معنی مشرقی بننے یا مشرقیت حاصل کرنے کے ہیں۔(۱)

استشراق کا لفظ عربی زبان میں مولد (Post Classical) ہے، اس سے اسم فاعل کا صیغہ مستشرق بنتا ہے، اس کا انگریزی ترجمہ Orientalist مستشرق کا ترجمہ نہیں ہے بلکہ یہ عالم شرقیات کا ترجمہ ہے، اسحاق موسی الجوھی کا کہنا ہے کہ مستشرق کوئی لفظ نہیں ہے بلکہ اصل لفظ عالم مشرقیات ہے لیکن چونکہ اس لفظ کا استعمال بہت عام ہو چکا ہے اس لیے اسے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔(۲)

''استشراق'' کا انگریزی ترجمہ "Orientalist" کیا جاتا ہے، لاطینی زبان میں "Orient" کا لفظ کسی شئی کے بارے میں تحقیق کرنے یا سیکھنے کے معنی میں ہوتا ہے۔

جرمن میں "Sich Orientiern" کا معنی کسی شئی کے بارے میں معلومات جمع کرنا ہے۔(۳)

استشراق کی اصطلاحی تعریف:

ڈاکٹر عمر بن ابراہیم رضوان استشراق کی تعریف لکھتے ہیں: "فالاستشراق إذن هي دراسة الغربيين عن

(۱) قرآن اور مستشرقین ص۲۰، مؤلف: محمد جرجیس کریمی۔ (۲) اسلام اور مستشرقین، ص۵، ڈاکٹر حافظ محمد زبیر۔
(۳) اسلام اور مستشرقین ص۷، ڈاکٹر حافظ محمد زبیر۔

الشرق من ناحية عقائده أو تاريخه أو آدابه ۔۔۔۔ إلى غير ذلك"۔

''استشراق سے مراد اہل مغرب کا مشرق کے عقائد و تاریخ اور فنون وغیرہ کا مطالعہ کرنا ہے''۔

استاذ فاروق عمر نوزی استشراق کا معنی و مفہوم معین کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "علم يدرس لغات شعوب الشرق و تراثهم حضاراتهم و مجتمعاتهم و ماضيهم وحاضرهم"۔

استشراق ایک ایسا علم ہے جو مشرق کی زبانوں علمی ورثاء (ورثہ)، تہذیبوں، معاشروں، ماضی اور حال کے بارے میں تحقیق کرنا ہے۔(۱)

مستشرقین کی اصطلاحی تعریف:

اصطلاح میں مستشرق اس مغربی غیر مسلم عالم کو کہا جاتا ہے جس نے مشرقی علوم وفنون کو حاصل کیا۔(۲)

اور مالک بن نبی ''مستشرق'' کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "نعني بالمستشرقين الكتاب الغربيين الذين يكتبون عن الفكر الإسلامي وعن الحضارة الإسلامية"۔

''مستشرقین سے ہماری مراد وہ مؤلفین ہیں جو اسلامی نقطہ نظر اور اسلامی تہذیب کے بارے میں لکھتے ہیں''۔(۳)

مستشرقین کی قسمیں:

علامہ شبلی نعمانی نے مستشرقین کو بنیادی طور پر دو قسموں میں تقسیم کیا ہے جو یہ ہیں:

۱- براہ راست اصلی مآخذ سے استفادہ کرنے والے مستشرقین۔

۲- بالواسطہ مآخذوں سے استفادکرنے والے مستشرقین یعنی جنھوں نے تراجم سے استفادہ کیا ہے۔(۴)

مستشرقین کے مقاصد اور طریقۂ کار:

۱-مستشرقین کا بنیادی مقصد اسلامی تحریک کو بے روح کرنا ہے۔

۲-مسلمانوں کو ذہنی اور فکری طور پر احساس کمتری میں مبتلا کرنا، اس کے لیے بڑے بڑے مرعوب کن ادارے قائم کیے گئے۔

۳-مسلمانوں کے بین الملی اتحاد کو زک پہنچانا، اس کے لیے انھوں نے قومیت کے نعرہ کو بطور حربہ استعمال کیا جو کافی کارگر ثابت ہو رہا ہے۔

---

(۱) اسلام اور مستشرقین ص۲، مصنف ڈاکٹر حافظ محمد زبیر۔ (۲) قرآن اور مستشرقین ص۹، مؤلف: محمد جرجیس کریمی۔
(۳) اسلام اور مستشرقین ص۵-۶، مصنف ڈاکٹر حافظ محمد زبیر۔ (۴) قرآن اور مستشرقین، ص۱۸، مؤلف: محمد جرجیس کریمی۔

اسلام کی عملی اسپرٹ کو بے اثر کر دینا ہے جس کے لیے اسلام اور اس کی تعلیمات پر اوچھے انداز میں اعتراضات کیے جاتے ہیں۔(۱)

۵- مسلمانوں میں اپنے تہذیبی ورثے کی قدر و قیمت سے بے اعتمادی پیدا کرنا ہے۔ ان لوگوں کا دعوی ہے کہ اسلامی تمدن رومیوں کے تمدن سے ماخوذ ہے۔

۶ - مسلمانوں کے ورثے سے اعتماد کو کمزور کرنا اور جو بھی اقدار عقائد اور شاندار روایتیں انھیں ورثے میں ملی ہیں اس کے تئیں شکوک وشبہات پھیلانا تاکہ ان سامراجیوں کے لیے مسلمانوں کو اچھی طرح روندنا اور اپنی ثقافت اور تمدن کا اسیر بنانا آسان ہو جائے۔

۶ - ماقبل اسلام کی قوم پرستی کا احیاء کر کے مختلف ملکوں میں اہل اسلام کے درمیان بھائی چارے کی روح کو کمزور کرنا اور ان کے درمیان اختلافات پیدا کر کے نعرہ بازی اور مظاہرے پر ابھارنا، ایسا ہی وہ تمام عرب ملکوں میں کر رہے ہیں۔(۲)

۷- مسلم محققین اور علماء کی توجہ مثبت اور تعمیری کام سے ہٹا کر منفی اور مدافعتی کام کی طرف پھیرنا، اس کے لیے انھوں نے ایک نفسیاتی حربہ استعمال کیا، مثلا اسلام اور اسلامی تعلیمات پر بیہودہ گوئی کی حد تک اعتراضات کرنا تاکہ وہ جذبات میں آکر کچھ سے کچھ کرنے اور کہنے لگیں۔(۳)

اسلام کے خلاف مستشرقین کے اقدام:

مستشرقین نے اپنی بحوث اور افکار و نظریات کی نشر و اشاعت کے سلسلے میں ہر ممکن طریقے پر عمل کیا ہے۔

مستشرقین کے مصادر و مراجع:

مستشرقین نے اپنی کتابوں اور اپنی تحقیق کے لیے جن مصادر و مراجع پر تکیہ کیا ہے، ان کو درج ذیل قسموں میں بانٹا جا سکتا ہے:

(۱) عربی کتابیں (۲) انگریزی کتابیں (۳) سرکاری رپورٹس اور دستاویزات جو بعد میں کتابی شکل میں شائع ہوئیں (۴) موسوعات علمیہ (انگریزی زبان میں لکھی گئی انسائیکلوپیڈیاز) (۵) علمی و تحقیقی مجلّات و جرائد میں شائع شدہ مقالات۔(۴)

---

(۱) قرآن اور مستشرقین، ص ۱۸-۱۹، مؤلف: محمد جرجیس کریمی۔
(۲) استشراق اور مستشرقین کی نقاب کشائی، ص ۳۱ تا ۳۲، مترجم: جمال احمد مدنی۔
(۳) قرآن اور مستشرقین، ص ۱۹، مؤلف: محمد جرجیس کریمی۔
(۴) رسالہ البلاغ فروری ۲۰۱۷ء۔

مستشرقین کے وسائل وذرائع:

دورحاضر میں مستشرقین کے وسائل وذرائع بہت ہی زیادہ ہیں، یہاں پراہم اہم وسائل وذرائع کو بیان کیاجارہاہے:

۱-اسلامی افکارونظریات،پیغمبراسلام اور کتاب الٰہی کے مختلف موضوعات کے بارے میں کتابیں لکھنا جن میں بیشتر مقالات میں نصوص کے سلسلے میں قصداً تحریف اور تاریخی حقائق کے سمجھنے اوراس سے نتائج اخذ کرنے میں جگہ جگہ غلط بیانی سے کام لیا گیاہے۔

۲-اسلام،مسلمانوں اور بلاداسلامیہ سے متعلق ایسے مجلّات نکالنا جن میں صرف ان ہی کی تحقیقات ہوں۔

۳-عالم اسلام میں عیسائی مشنریاں قائم کرنا تاکہ'' جمعیۃ الشبان المسیحیۃ '' کی مانند اپنی جمعیات، مدارس، دار الایتام اورمہمان خانوں کے ذریعہ بظاہر انسانی افعال واعمال انجام دیں۔

۴-یونیورسٹیوں اورعلمی انجمنوں میں مقالات پیش کرنا، قابل افسوس بات یہ ہے کہ اسلام کے سخت ترین دشمنوں کو قاہرہ، دمشق، بغداد، رباط، کراچی، لاہور، علی گڑھ کی عربی اوراسلامی یونیورسٹیوں میں اسلام کے بارے میں اظہار خیال کے لیے مدعوکیاجاتاہے۔

۵-نیشنل میگزینز میں اپنے مقالات شائع کرنا، حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے ہمارے ملکوں کے بہت سےقوی پرچوں کو خریدلیاہے، چنانچہ دکتورعمر فروخ اور مصطفٰی الخالدی کی کتاب ''التبشیر والاستعمار'' یہ کتاب استعمار کی خدمت کےتئیں مستشرقین اورعیسائی مبلغین کی نشاطات کے باب میں اہم ترین تاریخی دستاویز سمجھی جاتی ہے۔

۶-ظاہر میں عام تحقیقات اورحقیقت میں اپنے منصوبے اور پلاننگ کوقوت واحکام دینے کے لیے کانفرنسوں کا انعقاد کرنااور یہ لوگ ان کانفرنسوں کا انعقاد ۱۷۸۳ء سے اب تک برابر کرتے چلے آرہے ہیں۔

۷-اسلامک انسائیکلوپیڈیا: جس کو انھوں نے مختلف زبانوں میں شائع کیا اوراس کا نیا ایڈیشن بھی شائع کرنا شروع کردیاہے۔(۱)

۸-معاصر مستشرقین نے ذرائع ابلاغ (Mass Media) کوبھی اپنے افکاراورنظریات پھیلانے کا ایک اہم وسیلہ بنالیاہے۔اخبارات، میگزین، ٹی وی، کارٹون اورموویز نے، اسلام کی تصویر کو بگاڑنے میں مغربی پروفیسروں کی صد سالہ تحقیقات سے کہیں زیادہ اہم کردار ادا کیاہے۔مغربی میڈیا کے اسلام مخالف پروپیگنڈا کی وجہ سے آج ایک تہائی امریکیوں کا اسلام کے بارے میں نقطۂ نظر حقیقت پر مبنی ہے۔(۲)

---

(۱) استشراق اور مستشرقین کی نقاب کشائی، ص۳۵ تا ۳۶، مترجم: جمال احمد مدنی۔

(۲) اسلام اور مستشرقین ص ۱۶۳، مصنف: ڈاکٹر حافظ محمد زبیر۔

۹- یورپ اور امریکہ میں موجود کئی ایک یونیورسٹیز میں اس نام سے قائم کیے گئے اسکولز، سنٹرز، انسٹی ٹیوٹس اور ڈیپارٹمنٹس معاصر تحریک استشراق کے نمایاں اسباب ووسائل ہیں۔

1. The oriental institute of the university of Chicago.
2. Center for Middle Eastern studies, Harvard University.
3. Institute for Area study Leiden University.
4. Islamic and Middle Eastern Studies, Edinburgh University.
5. The Americal School of Oriental Research.
6. Royal Asiatic Society of Great Britain and Ireland.
7. Middle East Studies Association of North America.
8. Association for the study of the Middle East and Africa. (۱)

۱۰- یہ اخبارات اور مجلّات "The Islamic Threat" اور "America vs Islam" اور "Should we fear Islam" جیسی شہ سرخیوں کی اشاعت سے اسلام کو مغربی عوام کی نظر میں ایک ممکنہ بیرونی خطرے کے طور پر پیش کرتے ہیں۔(۲)

مستشرقین کے تحقیقی مجلّات:

مستشرقین اپنے نظریات کی اشاعت کے لیے کئی ایک عالمی تحقیقی مجلّات کا سہارا لیتے ہیں۔ان مجلّات میں ایک "The Muslim World" ہے جو ۱۹۱۱ء سے تا حال شائع ہو رہا ہے، اور ایک دوسرا مجلّہ آئی ایس آئی انڈکسڈ "ISI Indexed" ہے جو امریکہ سے شائع ہوتا ہے اور عیسائی مشنریوں کے ہاتھ میں ہے۔

اس کے علاوہ جرمن مستشرقین کا ایک مجلّہ "Islam zeifschrift for Geschiche anddes Islamicchen orients" کے عنوان سے ۱۹۱۰ء سے جرمن سے شائع ہو رہا ہے، یہ بھی آئی ایس آئی انڈکسڈ (ISI Indexed) ہے، ایک مجلّہ "Arabica" کے نام سے ۱۹۵۴ء سے فرانس میں شائع ہو رہا ہے اور یہ بھی آئی ایس آئی انڈکسڈ (ISI Indexed) ہے، ان کے علاوہ ایک اہم مجلّہ "Middle Eastern Studies" ہے جو ۱۹۶۴ء سے انگلینڈ سے شائع ہو رہا ہے اور "ISI Indexed" ہے۔(۳)

اسلام کے متعلق مستشرقین کی غلط فہمیوں اور بدگمانیوں کا ازالہ ایک دینی فریضہ ہونے کے ساتھ ساتھ دعوت وتحریک کا بھی ایک اہم حصہ ہے، اس دعوتی طرز میں ہر فردِ ملت کو حتی الامکان اپنی خدمات پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تمام مسلمانوں کو اس کی توفیق دے۔(آمین) ☆☆☆

(۱) اسلام اور مستشرقین ص ۱۶۹، مصنف: ڈاکٹر حافظ محمد زبیر۔ (۲) اسلام اور مستشرقین ص ۱۷۰، مصنف: ڈاکٹر حافظ محمد زبیر۔
(۳) اسلام اور مستشرقین ص ۱۷۰، مصنف: ڈاکٹر حافظ محمد زبیر۔

سیاسیات

آؤ مل کے گلستاں کو گلستاں کردیں
ہر گل ولالہ کو رقصاں وغزل خواں کردیں
(اسرارالحق مجازؔ لکھنوی)

شگوفۂ اہل زعفراں

یکساں سول کوڈ اور ہندوستانی مسلمان

فیضان احمد کیفی ؔ از احمد کیفی
فضیلت سال دوم

کچھ ماہ قبل ہمارے وطن عزیز ہندوستان میں چہار جانب یکساں سول کوڈ کے نعرے لگائے جا رہے تھے، ہر زبان مسلمانوں پر یکساں سول کوڈ تھوپنے کی وکالت کرتی نظر آ رہی تھی، اور یہ کوئی پہلی مرتبہ نہیں تھا۔ جب ہندوستان میں جبراً یکساں سول کوڈ نافذ کرنے کی کوشش کی گئی ہو، بلکہ متعدد بار ایسی کوششیں کی گئیں لیکن مسلسل صدائے احتجاج اور بھاری نقصان کے پیش نظر خاموش ہونا پڑا۔

یکساں سول کوڈ کا تعارف:

یکساں سول کوڈ یا یکساں شہری قانون سے مراد وہ قوانین ہیں جو کسی مخصوص خطۂ سرزمین پر آباد لوگوں کی سماجی و عائلی زندگی کے لئے بنائے گئے ہوں۔ ان قوانین کے ذریعہ فرد کی شخصی اور خاندانی زندگی کے معاملات نکاح وطلاق، فسخ و ہبہ، وصیت و وراثت جیسے امور حل کئے جاتے ہیں۔(۱)

ان قوانین کے نفاذ میں کسی شخص کے مذہب، اس کی تہذیب اور رسم ورواج کا فرق نہیں کیا جاتا، بلکہ ہر مذہب کے ماننے والے ایک قانون ''یونیفارم سول کوڈ'' کے پابند ہوتے ہیں۔

ہندوستان میں ''یونیفارم سول کوڈ'' کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس ملک میں مسلمانوں کو اپنی مذہبی تعلیمات کے خلاف نکاح وطلاق جیسے معاملات انجام دینے ہوں گے، وصیت اور وراثت کے معاملے میں بھی انہیں مذہبی قانون کے بجائے دوسرے قوانین پر عمل کرنا ہوگا، اسی طرح دوسرے مذہب اور رسم ورواج کے پابند لوگوں کو بھی اپنا مذہب چھوڑ کر نئے قانون پر عمل کرنا ہوگا۔ دراصل ''یونیفارم سول کوڈ'' واضح طور پر ''مسلم پرسنل لا'' سے مختلف ایک قانون ہے جس کے نفاذ کے بعد ''مسلم پرسنل لا'' کی کوئی قانونی حیثیت باقی نہیں رہے گی۔

مسلم پرسنل لا کا مطلب:

مسلم پرسنل لا کے بارے میں ایک بڑی بنیادی غلط فہمی پائی گئی ہے جو مسلسل چلی آ رہی ہے، اور جو لوگ اس میں ترمیم

---

(۱) ماخوذ (ویکی پیڈیا)

وتبدیلی کا مطالبہ کرتے ہیں وہ اسی سوءفہم اور نا آشنائی کی بنا پر کرتے ہیں۔ ایک تو خود لفظ پرسنل ہی غلط فہمی کی بنیاد بن گیا ہے جس سے یہ سمجھا جانے لگا کہ مذہب پرعمل یہ ذاتی معاملہ ہے۔

دوسرے لفظ ''مسلم'' سے پیدا شدہ غلط فہمی یہ ہے کہ دوسری قوموں کے ''پرسنل لا'' کی طرح یہ ''مسلم پرسنل لا'' بھی مسلمانوں کے خاندانی رسم ورواج، عرف وعادت، رہن سہن، معاشی ومعاشرتی حالات کا مجموعہ ہے جو وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ قابل ترمیم واصلاح ہے۔ یہ نقطہ نظر یقیناً صحیح نہیں ہے اس لیے کہ ''مسلم پرسنل لا'' اسلام کے عائلی نظام کا دوسرا نام ہے جو وحی الٰہی سے ماخوذ ہے۔

دستور ہند کو وضع کرنے والوں نے جہاں ایک طرف مسلم پرسنل لا کو قانونی تحفظ دیا وہیں دوسری طرف یونیفارم سول کوڈ کے نفاذ کی بھی ہدایت دیتے گئے۔

دفعہ ۴۴ میں کہا گیا ہے کہ ''ریاست کوشش کرے گی کہ پورے ملک میں شہریوں کے لیے یکساں شہری قانون ہو''۔

پارلیمنٹ میں دفعہ ۴۴ کی خواندگی ہوئی تو اس پر طویل بحث کی گئی، مسلم اراکین پارلیمنٹ نے اس دفعہ میں ترمیم یا اضافہ کا مطالبہ کیا اور متعدد ترمیمیں پیش کیں مگر کوئی قبول نہیں کی گئی، ترمیم کا مطالبہ کرنے والوں کو ''ڈاکٹر امبیڈکر'' نے یہ کہہ کر مطمئن کرنے کی کوشش کی:

''یہ محض حکومت کو اختیار دیا جارہا ہے جس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مذہبی شخصی قوانین کو ختم کردینا ضروری ہوگا خواہ ملک کے مسلمان، عیسائی یا کوئی اور فرقہ اس سے کتنا ہی اختلاف کیوں نہ کرے کسی کو یہ خطرہ نہیں ہونا چاہئے کہ صرف اختیار کے مل جانے سے حکومت اس پرعمل کرنے کے لیے اصرار کرے گی۔(۱) اور دفعہ ۲۵ میں کہا گیا ہے کہ ''۲۵(۱) پبلک آرڈر، اخلاقیات، صحت عامہ نیز باب ۳ میں دی ہوئی دیگر دفعات کے تابع ہر شہری کو مذہبی عقائد پر قائم رہنے، اس پرعمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کی اجازت ہوگی۔'' دفعہ ۲۵ میں دی گئی مذہبی امور کی اس ضمانت سے مذہبی رسوم اور ہندوؤں کے اچھوتوں کے ساتھ امتیازی سلوک کو مستثنیٰ کرنے کی غرض سے دو اور دفعات تشریحی بڑھادی گئیں۔ ''۲۵(۲)(الف) کسی اقتصادی، مالی، سیاسی یا دیگر سیکولر مسئلہ کا تعلق اگر مذہبی رسم سے ہو تو اس پر پابندی عائد کرنا اور اسے ریگولیٹ کرنا''۔ ''۲۵(۲)(ب) سوشل ریفارم کی خاطر پبلک ہندو اداروں کے دروازے تمام ہندوؤں کے لیے کھولنے میں اقدام کرنا۔(۲) دستور کی دفعہ ۴۴ اور ۲۵

Directive Princples in Indian Constitution: Page-193(۱)

Directive Princples in Indian Constitution: Page-193(2)

میں تعارض اور تصادم محض اس لیے پیدا ہو رہا ہے کہ دفعہ (۴۴) کا تعلق مذہبی قوانین سے جوڑا جا رہا ہے حالانکہ اس کا تعلق دراصل دفعہ (۲۵) کی اس استثنائی دفعہ سے تھا جس میں کہا گیا تھا کہ مذہبی رسوم جن کی مذہب میں کوئی اصل نہ ہو حکومت کی مداخلت سے ماورا نہیں ہوں گے گویا غیر مذہبی امور میں ریاستوں کو دفعہ ۴۴ کے ذریعہ (یکساں سول کوڈ) کا اختیار دیا گیا تھا۔

لیکن آج کے دور میں آئین ہند کے دفعہ ۲۵ کو فراموش کر کے کچھ تعصب پرست لوگ اور سیاست داں محض دفعہ ۴۴ کو لاگو کرنے پر اٹل ہیں۔

یکساں سول کوڈ کا نفاذ ہندوستان میں کیوں ممکن نہیں؟

مسلمانوں کو یونیفارم سول کوڈ پر اعتراض ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اکثریتی فرقہ کے امن پسند افراد بھی اسے قبول نہیں کریں گے اس لیے کہ ہندوؤں کی مختلف ذاتیں ہیں اور نکاح وغیرہ کے سلسلے میں ان کے الگ الگ طریقے ہیں، ایسا نہیں ہے کہ ملک کے سارے ہندوؤں کا ایک ہی طریقہ ہو، حد تو یہ ہے کہ وہ اپنے بنیادی عقائد اور عبادات میں بھی یکساں نہیں ہیں، کوئی مورتی پوجا کا قائل نہیں ہے، کوئی قائل ہے، کوئی راون کو برا بھلا کہتا ہے اور کوئی راون کی پرستش کرتا ہے، خود نکاح کے سلسلے میں دیکھیں کہ شمالی ہند میں ماموں اور بھانجی کے درمیان نکاح کا تصور نہیں، لیکن جنوبی ہند میں بہن کا اپنے بھائی پر حق سمجھا جاتا ہے کہ وہ اس کی بیٹی سے نکاح کرے۔ قبائلیوں کے یہاں خاندانی رسم ورواج بالکل مختلف ہیں، آج بھی بعض قبائل میں ایک مرد ایک درجن سے زائد عورت سے نکاح کر سکتا ہے، یہاں تک کہ ابھی بھی ایسی رسمیں پائی جاتی ہیں کہ ایک عورت ایک سے زیادہ مرد کے نکاح میں ہوتی ہے، جس ملک میں مذاہب اور تہذیبوں کا اس قدر تنوع پایا جاتا ہو وہاں ایک ہی قانون تمام طبقوں کے لیے کیسے مناسب ہو سکتا ہے؟؟؟

ہندوستان جیسے ملک کی سالمیت اور قومی یکجہتی اسی بات میں مضمر ہے کہ اس میں تنوع کو برقرار رکھا جائے اور ایسی وحدت پر زور نہ دیا جائے جو اتحاد کو پارہ پارہ کر کے رکھ دے...... مشرقی ملکوں اور مغربی ملکوں میں ایک بنیادی فرق یہ بھی ہے کہ مغرب میں لوگوں کا مذہب سے سنجیدہ اور جذباتی تعلق نہیں ہے جبکہ مشرق امن پسند اور اقدار وروایات کا حامل ہے۔

اللہ رب العالمین وطن عزیز کے شیرازہ کو بکھرنے اور پارہ پارہ ہونے سے بچائے، آمین۔

☆☆☆

عالم اسلام

ہاں دکھادے اے تصور! پھر وہ صبح وشام تو
دوڑ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو
(اقبال)

حالات خونچکاں

عالم اسلام میں پھیلی بغاوت: اسباب وعلاج

محمد بکر ابوبکر
فضیلت سال دوم

آج سے تقریباً سات سال قبل ۱۸ر دسمبر ۲۰۱۰ء کو عرب بہاریہ کے نام پر تیونس سے اٹھنے والی آگ نے آہستہ آہستہ پورے مشرق وسطی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ابھی تک صرف سرزمین فلسطین معرکہ جنگ و جدل اور قتل وغارت گری بنی ہوئی تھی اور اب پورا مشرق وسطی اس کا منظر پیش کرنے لگا ہے۔ اس عرب بہاریہ کی زد میں تیونس، مصر اور لبنان کی حکومتیں آگئیں اور کئی سالوں تک حکومت کرنے والوں، نہایت آن و بان اور شان کی زندگی گزارنے والوں، ظلم وستم کے پہاڑ توڑنے والوں کے تاج اچھال دیئے گئے، ان کا سارا نشہ حکومت اور مال ودولت ریت کے ٹیلے کی طرح ڈھ گیا۔ تیونس کا ظالم اشتراکی حاکم زین العابدین بن علی فرانس بھاگنا چاہا لیکن کامیابی نہ ملنے پر جدہ میں آکر پناہ لی۔ مصری صدر محمد حسنی مبارک نے مصر کے سیاحتی مقام ''شرم الشیخ'' میں پناہ لینے میں عافیت سمجھی۔ لیبیا کا فوجی ڈکٹیٹر جس کو دنیا جنرل قذافی کے نام سے جانتی ہے اور جس نے اسلام کا مذاق اڑایا، حج کی منسوخی کا اعلان کیا اور ''الکتاب الاخضر'' نامی کتاب لکھ کر ہندوستان کے مغلیہ حکمراں اکبر کی طرح نئے دین کی بنیاد ڈالنی چاہی، جس نے اپنی خلافت کا بار بار اعلان کیا، صدام حسین کی طرح لیبیا میں جگہ جگہ اپنا مجسمہ تعمیر کروایا۔ اللہ نے اس کی بھی رسی ڈھیلی کر رکھی تھی لیکن اس کی طنابیں جب کھنچ کھنچ کر ضرورت سے زیادہ لمبی ہوگئیں تو وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچ کر رہا، اس کی ساری رعونت خاک میں مل گئی۔ ظالم حکمرانوں کی طرح وہ تاریخ کا ایک حصہ بن کر رہ گیا۔ یہ سچ ہے کہ جب بھی اس دنیا میں لوگوں نے ظلم و بربریت کا بازار گرم کیا، انسانیت پر مظالم ڈھائے، اپنی جبریت وقہاریت کا ثبوت پیش کیا تو اللہ نے انہیں دنیا سے اس طرح نیست ونابود کیا کہ وہ پوری دنیائے انسانیت کے لئے باعث عبرت بن کر رہ گئے اور ان کا کوئی نام لیوا نہ رہا۔

عرب بہاریہ سے یمن اور شام بھی محفوظ نہ رہے۔ رہی بات یمن کی تو ۲۰۱۰ء کے اواخر میں عرب بہاریہ کی آگ یہاں بھی لگی اور ملک کے اندر عرصہ سے چلی آرہی بدامنی، بے دینی اور صنعاء کی اشتراکی حکومت اور پھر علی عبداللہ صالح کی لمبی کرسی اقتدار نے حوثیوں کو بغاوت پر آمادہ کیا اور نتیجتاً فروری ۲۰۱۲ء آتے آتے حوثیوں کے احتجاج پر علی عبداللہ کو کرسی صدارت چھوڑنی پڑی اور ایک باہمی اتفاق وصلح کے ذریعہ ملک کے سابق نائب صدر عبدالرحمٰن منصور ہادی کو کرسی صدارت پر بٹھا دیا گیا جن کو میڈیا عبدربہ منصور ہادی کے نام سے جانتی ہے، درحقیقت عبدربہ ان کا لقب یا عرفی نام ہے۔ ان کا تعلق عدن کے علاقہ سے ہے جو سعودی عرب کے قریب واقع ہے، مسلکی اعتبار سے وہ شافعی سنی ہیں۔

اب کیا تھا یمن کی سیاسی حالت نے پھر ایک نئی کروٹ لی اور برسوں سے اقتدار پر قابض زیدی جارودی لیڈر علی عبداللہ صالح اپنی کرسی اقتدار کے زوال کے بعد حکومت وقت کے خلاف اپنے ہم مسلک زیدی جارودی حوثی لیڈر عبدالملک سے جاملا (جو بروقت یمن میں اپنے باپ کی جگہ پر حوثی باغیوں کی قیادت کررہا ہے) اور اس نے زیدی جارودیوں کو حکومت اور فوج کے بڑے بڑے مناصب پر قبضہ کرنے اور جمنے کا موقع فراہم کیا اور ان کو عبدربہ کے خلاف ابھارنے لگا۔ ادھر ایران نے بھی حوثیوں کی بھرپور مدد کی اور گولہ بارود، ٹینک اور دیگر جدید جنگی آلات سے مسلح کرکے مضبوط کیا۔ عسکری مضبوطی کے بعد حوثیوں نے علی عبداللہ کی طرح عبدربہ کے خلاف بھی بغاوت کی آواز بلند کرنی شروع کردی اور اپنے عقیدے کے مطابق سنیوں کو ستانا، انہیں تکلیف دینا، ان پر مصائب ومظالم کے پہاڑ توڑنا، ان کی عبادت گاہوں کو ڈھانا، مدارس ومساجد پر قفل لگانا، سعودی حدود پر بار بار حملہ کرنا، سعودی فوجیوں کو مارنا ان کا شیوہ بن گیا۔ ایک وقت وہ آیا کہ وہاں کے صدر عبدربہ کو بھی کرسی اقتدار کو چھوڑنے پر مجبور ہونا پڑا اور انہیں اپنی جان بچانے کے لئے سعودی عرب کا سہارا لینا پڑا۔ جب حوثیوں کی دہشت گردی حد سے تجاوز کرگئی تو مجبوراً سعودی عرب کو اپنی اور سنی مسلمانوں کی حفاظت اور دفاع کے لئے اپنے اتحادیوں کے ساتھ مل کر یمن پر حملہ کرنا پڑا جسے دنیا نے ''عاصفۃ الحزم'' یعنی فیصلہ کن طوفان کا نام دیا اور ظالم باغیوں کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیا۔(۱)

عرب بہاریہ کی آگ شام میں بھی پہنچی اور ۱۹۷۰ء سے ۲۰۰۰ء تک حافظ اسد کی ظلم وبربریت اور اس کے مرنے کے بعد ۲۰۰۰ء سے ۲۰۱۱ء تک اس کے بیٹے بشار اسد کی سفاکیت اور ظلم وتعدی جب حد سے تجاوز کرگئی تو ۲۵/ مارچ ۲۰۱۱ء کو باپ اور بیٹے کی اس ظالمانہ حکومت کے خلاف شامی عوام سڑکوں پر اتر آئے اور اس سے صدارتی عہدہ چھوڑنے کا مطالبہ کرنے لگے جسے سیاسی اصطلاح میں انقلاب اور بغاوت کا نام دیا گیا۔ اس کے بعد شام کی حالت اور بھی بدتر ہوگئی۔ احتجاجیوں کے خلاف بشارالاسد کی ظالمانہ کارروائیوں میں تیزی آگئی۔ بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کو قتل کیا جانے لگا۔ انسانی دھڑوں کو زمین میں گردن تک گاڑ کر کلمہ لا الہ الا اللہ کے بجائے کلمہ اشتراکی پڑھنے کو کہا جانے لگا، عدم تعمیل کی صورت میں گردنیں اڑائی جانے لگیں۔ گھروں، مکانوں اور بڑی بڑی بلڈنگوں کو بلڈوزروں اور بموں سے اڑایا جانے لگا۔ اگر فلسطین میں یہودی اور صہیونی مسلمانوں کو نیست ونابود کرنے کے درپے ہیں تو شام میں یہود کا بغل بچہ مسلمانوں کو تہ تیغ کرنے میں لگا ہے۔ شام میں بشار الاسد کی جاری دہشت گردی اپنے شباب پر ہے۔ سنیوں کا خاتمہ اس کا آخری نشانہ ہے، روس، ایرانی ملیشیا، پاسداران انقلاب اور لبنان کی حزب اللہ شامی علوی حکومت کے شانہ بشانہ جنگ میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ شامی جنگ میں اب تک تین لاکھ سے زائد افراد ہلاک اور ایک کروڑ ۲۰ لاکھ سے زائد شامی مختلف مہاجرین کیمپوں میں موت سے بدتر زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ کتنی عورتیں بیوہ ہوگئیں، کتنی بہنوں کے سہاگ اجڑ گئے، کتنے معصوم بچے والدین کی شفقت ومحبت سے محروم ہوکر

---

www.aljazeera.net>encyclopedia(۱)

رفیوجی کیمپوں میں زندگی گزار رہے ہیں۔ان کا مستقبل تاریک نظر آرہا ہے۔شامی عوام بلکہ حیوانات وجمادات بشارالاسد کی ظالمانہ روش سے بالکل عاجز آچکے ہیں اور سب چیخ چیخ کر پکار رہے ہیں کہ کہاں ہیں حقوق انسانی کے علمبردار،کہاں گئی اقوام متحدہ کی امن کمیٹیاں؟ لیکن ان کی آوازیں صدا بصحرا ثابت ہورہی ہیں۔ان پر کوئی لبیک کہنے والا نہیں ہے۔ایسا لگتا ہے کہ انسانی ضمیر مردہ ہوچکے ہیں۔(۱)

یہ ہے مختصر طور پر عالم اسلام کی موجودہ صورت حال جو مسلمانوں کے لئے بڑی کربناک بنی ہوئی ہے۔درحقیقت پوری دنیا کے اندر جو ایجنڈا صہیونیوں کا ایجنڈا ہے یعنی مسلمانوں کو دنیا سے نیست ونابود کرنا وہی روافض شیعہ،یمن کے حوثی باغیوں اور شام کے نصیریوں وعلویوں کا بھی ہے۔یعنی پورے عالم اسلام سے سنیوں کا قلع قمع کرکے وہاں پر اپنی اور اپنے مذہب کی بالادستی قائم کرنا۔اس سے بالکل صاف ہوجاتا ہے کہ یہ ان کی سازش ہے کہ جس سے وہ اپنے مفادات پورے کرتے ہیں۔

اگر مسلمانوں کے اسباب زوال کو بیان کیا جائے تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے کتاب وسنت اور علماء سلف کی سچی اور صاف ستھری تعلیمات کو چھوڑ کر غیروں کے شعار اور تہذیب وتمدن کو اپنے گلے سے لگالیا ہے جس کے نتیجہ میں وہ حیران وپریشان ہیں اور ہر کوئی بڑی آسانی سے انہیں اپنا شکار بنالیتا ہے۔مسلمان اپنے اندر اتحاد کی فضا قائم نہ کرکے منافقت کررہے ہیں اور اپنے ذاتی مفاد کی خاطر دشمنوں سے جاملتے ہیں اور انہیں اپنا طرفدار اور حامی تصور کرتے ہیں جبکہ اللہ رب العزت نے انہیں اعدائے اسلام کے بارے میں بہت پہلے ہی آگاہ کردیا تھا ﴿لتجدن أشد الناس عداوة للذين آمنوا اليهود والذين أشركوا﴾(۲)

آیئے ہم اس کے علاج ومعالجہ کی بات کرتے ہیں۔

۱- سب سے پہلے ہم کتاب وسنت کی تعلیمات کو حرز جاں بنائیں ﴿إن تنصروا الله ينصركم ويثبت أقدامكم﴾(۳) اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم مضبوط کردے گا۔

۲-ہم اپنی تعداد اور سازوسامان پر اعتماد نہ کرکے اللہ کی ذات پر توکل اور بھروسہ رکھیں ﴿ومن يتوكل على الله فهو حسبه إن الله بالغ أمره﴾(۴) اور جو اللہ کی ذات پر توکل کرتے ہیں تو اللہ ان کے لئے کافی ہے۔وہ اپنے معاملہ کو کرگزرنے والا ہے۔

۳-ہم حالات سے کبھی نہ گھبرائیں بلکہ ہمت وحوصلہ کے ساتھ ان کا مقابلہ کریں ﴿ولا تهنوا ولا تحزنوا وأنتم الأعلون إن كنتم مؤمنين﴾(۵) نہ کمزور پڑواور نہ ہی غمزدہ ہو،تم ہی غالب اور سربلند رہوگے اگر تم مومن ہو۔

اخیر میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں اسلامی تعلیمات کے ساتھ حالات وواقعات کو بڑی اچھی طرح سے سمجھنے کی توفیق دے اور ہمیں فتنوں اور آزمائشوں سے محفوظ رکھے،آمین۔☆☆

---

(۱) https://ar.m.wikipedia.org>wiki (۲) سورہ مائدہ:۸۲ (۳) سورہ محمد:۷
(۴) سورہ طلاق:۳ (۵) سورہ آل عمران:۱۳۹

سائنس

اٹھاؤ تیشۂ ادراک اہل فکر ذرا
نئے دماغ تراشو نئی صدی کے لیے
(اقبال)

علاج تنگیٔ داماں

قرآن وحدیث میں بیان دوائیں وغذائیں اور سائنس سے اس کا اثبات

محمد ثاقب شکیل احمد
عالمیت سال دوم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الكريم، أما بعد:

أعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم ﴿قل هو للذين آمنوا هدى وشفاء﴾ (۱) وقال النبي صلى الله عليه وسلم: ما أنزل الله داء إلا أنزل له شفاء" (۲)

جب بھی کوئی نئی کتاب معرض وجود میں آتی ہے تو اس کا مصنف وجہ تالیف بھی بیان کرتا ہے، یہی صورت حال قرآن مجید کے نزول کے وقت ہوئی۔ اللہ تعالی نے اس کے فوائد اور مقاصد بیان فرماتے ہوئے اس کی ایک اہم خاصیت یوں بیان فرمائی: ﴿وننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمؤمنين﴾ (۳) اپنی صفت شفاء کے عمومی اظہار کے بعد وہ جسم کے خصوصی حصوں کے مسائل کے حل کے لیے اپنی افادیت کے اظہار میں فرماتا ہے ﴿قل یا أیها الناس قد جاءتكم موعظة من ربكم وشفاء لما في الصدور﴾ (۴) اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایسی چیز آئی ہے جو نصیحت ہے اور دلوں میں جو روگ ہیں ان کے لیے شفا ہے۔

اسی طریقہ سے نبی ﷺ نے جن طریقوں سے خود اپنی بیماریوں کا علاج فرمایا یا دوسرے کسی شخص کے لیے کوئی نسخہ تجویز فرمایا اور اس سے اس کو مکمل فائدہ ہوا، ان تمام آزمودہ طبی نسخوں اور حکیمانہ طریقوں تک پہنچنے میں بڑے بڑے بالغ نگاہ اطباء عاجز رہے۔ کیونکہ وہ تمام نسخے ایسے رسول کے تھے جس کے نطق سے وحی کے مقدس پھول جھڑا کرتے تھے۔

مندرجہ ذیل قرآن وصحیح احادیث سے ثابت کچھ دوائیں وغذائیں پیش کی جا رہی ہیں جن کے فوائد جدید میڈیکل سائنس سے ثابت ہیں۔

---

(۱) سورہ فصلت (۴۴)
(۲) صحیح البخاری، کتاب الطب، باب ما أنزل الله داء إلا أنزل له شفاء، رقم الحدیث (۵۶۷۸)
(۳) سورہ بنی اسرائیل (۸۲)
(۴) سورہ یونس (۵۷)

نمبرشمار	عربی نام	اردونام	قرآن	حدیث	فوائد
۱	زیتون	زیتون	التین:۱	بخاری(۵۶۸۷)	خارش، پتھری، دمہ، زکام، نمونیہ، انفلوئنزا، چیچک کے داغ، وجع المفاصل وغیرہ میں مفید ہے۔(۱)
۲	تمر، نخل	کھجور	البقرہ(۲۶۶)	بخاری(۵۷۶۸)	اسہال، سینہ کا درد، تھوک میں خون آنا، کھانسی، چکر آنا، بلڈ پریشر، گردوں کی سوزش وغیرہ میں مفید ہے۔(۲)
۳	من	ترنجبین	طٰہٰ:(۸۰)	بخاری(۵۷۰۸)	آنکھوں کی سوزش، پرانی کھانسی وغیرہ میں مفید ہے۔(۳)
۴	ثوم، فوم	لہسن	البقرۃ:۶۱	سنن ابن ماجہ صحیح (۳۳۶۳)	سینہ کا درد، فالج، دمہ، پھوڑے، برص، جوڑوں کے درد، کھجلی، کوڑھ وغیرہ میں مفید ہے۔(۴)
۵	عنب	انگور	النحل(۶۷)	مسلم (۲۰۰۶)	خون بڑھانے، نامردی، بدہضمی وغیرہ میں مفید ہے۔(۵)
۶	سدر	بیر	الواقعہ(۲۸)	بخاری(۱۲۵۳)	استسقاء، اسہال، پیٹ کے کیڑے مارنے، خون بڑھانے، جلے ہوئے زخم وغیرہ میں مفید ہے۔(۶)
۷	أراك	پیلو		بخاری(۵۴۵۳)	دانت، مسوڑھے، پھوڑے، سر درد، آنتوں کے زخم، بواسیر وغیرہ میں مفید ہے۔(۷)

(۱)طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں قدرتی علاج،ص:۳۴،از ڈاکٹر عائشہ درانی (۲)طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں قدرتی علاج،ص:۴۴

(۳)طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور جدید سائنس،جلدا،ص:۲۸۰ (۴)طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں قدرتی علاج،ص:۴۶

(۵)مجلّہ سائنس،نئی دہلی اگست۲۰۰۲ء،ص:۱۹ (۶)طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں قدرتی علاج،ص:۶۶

(۷)طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں قدرتی علاج،ص:۵۷

۸	كافور	کافور	الدھر(۵)	بخاری(۱۲۵۳)	وجع المفاصل، کمر درد، نزلہ، زکام، پرانی کھانسی، اخراج بلغم میں مفید ہے اور مفرح اور مقوی قلب ہے۔(۱)
۹	يقطين	کدو	الصافات(۱۴۶)	بخاری(۵۴۳۶)	کان کے درد، ورم، بخار، دماغ، پھیپھڑے، سردر، یرقان وغیرہ میں مفید ہے۔(۲)
۱۰	قثاء خيار	کھیرا	البقرۃ:(۶۱)	بخاری(۵۴۴۰)	معدہ ومثانہ کے درد، سردرد، اسہال، بلڈ پریشر، بواسیر، الرجی وغیرہ میں مفید ہے۔(۳)
۱۱	بصل	پیاز		سنن ابن ماجہ (۳۳۶۳) صحیح	کان کے میل، بہتے کان، پرانی کھانسی، سوجن معدہ، السر اور دل وغیرہ کی بیماریوں میں مفید ہے۔(۴)
۱۲					پیٹ کا در، بھوک، ریاح، فالج، گٹھیا وغیرہ میں مفید ہے۔(۵)
۱۳	ريحان	ریحان	الرحمٰن(۱۲)	مسلم(۶۰۲۰)	مقوی قلب ہے، کھانسی، نزلہ، بخار، اورام، خارش، پرانی کھانسی، دمہ وغیرہ میں مفید ہے۔(۶)
۱۴	لحم	گوشت	الطّور(۲۲)	بخاری(۵۴۰۴)	مقوی قلب، مقوی معدہ، مقوی دماغ ہے۔(۷)
۱۵	ذباب	مکھی	الحج:۷۳	بخاری(۵۷۸۲)	خارش، ورم، آنکھوں کے بالوں پر نکلنے والی پھنسی، بھڑ یا بچھو کے ڈسنے پر مکھی کو ملا جائے مفید ہے۔

(۱) مجلّہ سائنس، نئی دہلی ستمبر ۲۰۰۹ء، ص:۱۱-۱۲

(۲) طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں قدرتی علاج، ص:۶۴-۶۵

(۳) طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں قدرتی علاج، ص:۶۶

(۳) طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور جدید سائنس، جلد ا، ص:۱۱۰

(۵) طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں قدرتی علاج، ص:۶۰

(۶) طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں قدرتی علاج، ص:۶۷

(۷) سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور جدید سائنس، جلد ا، ص:۲۸۱

۱۶	سمك	مچھلی	الاعراف: (۱۶۳)	ابن ماجہ (۳۳۱۴) (صحیح)	زود ہضم، مقوی دل، حافظہ، منہ اور گلے کی بیماریوں، جسمانی کمزوری، دماغی عوارض، فالج، لقوہ وغیرہ میں مفید ہے۔(۱)
۱۷	مسك	مشک	المطففین (۲۶)	مسلم (۶۰۱۹)	سانس کی نالیوں کو کھولتی ہے، طاقتور ہے، سردی، کمزور حافظہ، دماغی عوارض، فالج، لقوہ وغیرہ میں مفید ہے۔(۲)
۱۸	عسل	شہد	النحل (۶۹)	بخاری (۵۶۸۴) مسلم (۵۷۷۰)	جراثیم کش، خلیے کی دوبارہ تعمیر کرنے والی، تکان، جسمانی کمزوری، حافظہ اور آنکھ وغیرہ کے لیے مفید ہے۔(۳) زخموں کو بھرنے والی اور اس کو سڑنے سے روکنے والی ہے اور الرجی وغیرہ میں مفید ہے۔(۴)
۱۹	ماء	پانی	الانبیاء (۳۰)	بخاری (۵۶۷۹)	دھڑکن کی درستی، لمبائی بڑھانے والا، سردرد، کمزوری، بھوک، جوڑوں کے درد وغیرہ میں بہت مفید ہے۔(۵)
۲۰	ماء المطر	بارش کا پانی	الروم (۲۴)	مسلم (۲۱۲۲)	یہ پانی ٹیکوں میں ملایا جاتا ہے اس کے علاوہ اور بہت سی چیزوں میں مفید ہے۔(۶)
۲۱	لبن	دودھ	النحل (۶۶)	بخاری (۲۴۳۹)	دماغ کو طاقت دیتا ہے، خارش، استسقاء، حاملہ عورت، ذیابیطس، کمزور نبض وغیرہ میں بہت مفید ہے۔(۷)

(۱) طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور جدید سائنس، جلد ۱، ص: ۳۹۸
(۲) نباتات قرآنی اور جدید سائنس، ص: ۳۱۰
(۳) مجلّہ سائنس، نئی دہلی دسمبر ۲۰۰۸ء، ص: ۲۱-۲۲
(۴) قرآن اور جدید سائنس، ص: ۶۳ (ڈاکٹر ذاکر نائیک)
(۵) مجلّہ سائنس، نئی دہلی اگست ۲۰۰۸ء، ص: ۱۱-۱۲
(۶) طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور جدید سائنس، جلد ۲، ص: ۶۲
(۷) طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں قدرتی علاج، ص: ۵۸-۵۹

۲۲	الذهب	سونا	آل عمران: (۱۴)	ابوداود(۴۲۳۲) (صحیح)	مقوی ہے، بدن کو فربہ بناتا ہے، ضعف قلب، بال جھڑنے، آنکھوں کی بیماری، سوداوی بیماریوں اور دردوں میں مفید ہے۔(۱)
۲۳	الفضة	چاندی	آل عمران: (۱۴)	مسلم(۵۵۰۶)	فرحت بخش، دل کی کمزوری، خفقان، بڑھاپا میں مفید ہے، یہ اپنی قوت جاذبہ کے سبب سے دل کے اخلاط فاسدہ کو جذب کر لیتی ہے۔(۲)
۲۴	لؤلؤ	موتی	الرحمٰن(۲۲)		مقوی اعضاء رئیسہ، خون کو روکنے والی، مقوی قلب، مانع امراض متعدی ہے، ضعف معدہ وجگر وگردہ وغیرہ میں مفید ہے۔(۳)
۲۵	التین	انجیر	التین(۱)		مقعدی پھوڑے، قبض، خونی بواسیر، دمہ، پرانی کھانسی، پھیپھڑوں سے خون آنے، عسرالبول، سسی وغیرہ میں مفید ہے۔(۴)
۲۶	رمان	انار	الانعام(۹۹)		حلق کے ورم، سینہ کی سوزش، پھیپھڑوں کی تکالیف، دل کی بیماریاں، جگر کی گرمی، دست، ذیابیطس وغیرہ میں مفید ہے۔(۵)
۲۷	زنجبیل	ادرک	الدھر(۱۷-۱۸)		سانس کی بدبو، بلغم، دمہ، پٹھوں کے درد، بواسیر میں مفید ہے اور دماغ، حافظہ کو تیز، دل کے فعل کو اچھا کرتا ہے۔

(۱)طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور جدید سائنس، ص:۴۲۸-۴۲۹ (۲)طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، ص:۴۷۸
(۳)طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور جدید سائنس، جلد۲، ص:۴۳۷-۴۳۸ (۴)مجلّہ سائنس، نئی دہلی، مارچ ۲۰۰۳ء، ص:۱۱-۱۲
(۵)طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں قدرتی علاج، ص:۵۳

۲۸	طلح	ببول عرب	الواقعہ (۲۹)		قبض، دست، نزلہ، ریح، کھانسی، مثانہ کے زخم، معدہ وغیرہ کے لئے مفید ہے۔ مدر بول ہے اور منی میں اضافہ کرنے والا ہے (۱)
۲۹	سلوی	سلویٰ	بقرہ (۵۷)		اس کے گوشت میں چربی زیادہ ہوتی ہے یہ مقوی قلب ومعدہ ہے، پروٹین وغیرہ بھی کافی مقدار میں پائی جاتی ہے۔ (۲)
۳۰	مرجان	مرجان	الرحمٰن (۲۲)		جگر، تلی، فالج، لقوہ، رعشہ، دمہ، کھانسی، آنکھ، پیشاب کی تکالیف، اسہال اور سر درد وغیرہ میں مفید ہے۔ (۳)
۳۱	بطیخ	تربوز		ابوداود (۳۸۳۶) (صحیح)	مثانہ، گردہ کی پتھری، بخاری، پیٹ، چہرے کے ورم، ذیابیطس، خشک کھانسی، سل اور دق، بدن کی گرمی اور چکر وغیرہ میں مفید ہے۔ (۴)
۳۲	قسط	کٹ، کٹھ		بخاری (۵۶۹۲)	سوزش، سر درد، بلغم، داغ، فالج، سانپ کے کانٹے، کمر درد، ملیریا، ٹانگا نڈا اور لقوہ وغیرہ میں مفید ہے۔ (۵)
۳۳	حبۃ السوداء	کلونجی، منگریلا		بخاری (۵۶۸۸)	معدہ، پیشاب، پیٹ کے کیڑے، پرانے زکام، گنج، دمہ، فالج، لقوہ، زہر، بخار وغیرہ میں مفید ہے۔ (۶)
۳۴	ورس	ورس		ابوداود (۳۱۱) (حسن)	جلدی تکالیف، کلف، خارش، جسم کے آبلے، ایگزیما، گلے کی سوزش، گردہ کی پتھری، دورہ وغیرہ میں مفید ہے۔ (۷)

(۱) طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں قدرتی علاج، ص: ۶۲-۶۳
(۲) زادالمعاد، جلد ۴، ص: ۴۸۰
(۳) قاموس القرآن الکریم معجم الحیوان، ص: ۱۶۸
(۴) طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں قدرتی علاج، ص: ۷۱
(۵) طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں قدرتی علاج، ص: ۳۰
(۶) طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں قدرتی علاج، ص: ۴۰-۴۱
(۷) طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور جدید سائنس، جلد ۱، ص: ۲۳۲

۳۵	سلق	چقندر		بخاری(۵۴۰۳)	جگر تلی کی سوزش، خارش، چھیپ، داد، پھپھوندی کی جلدی بیماریوں، جوڑوں کے دردوغیرہ میں مفید ہے۔(۱)
۳۶	اترج	سنگترہ		بخاری(۵۰۲۰)	منہ کی بدبو، زخم، قے، متلی، یرقان، جلد کی بیماری، کھانسی، تشنجی دورے، غدود وغیرہ میں مفید ہے۔(۲)
۳۷	حناء	مہندی		ابوداود(۴۲۰۵) (صحیح)	جلے زخموں، ذات الجنب، چیچک، آنکھ، جوں، دیمک وغیرہ میں مفید ہے۔(۳)
۳۸	حنطة	گیہوں		مسلم(۷۴۴۶)	معدہ کی تکالیف، قولنج، ورم، ہڈیوں کی کمزوری، دل ودماغ، آنکھوں کی طاقت، ذیابیطس وغیرہ میں مفید ہے۔(۴)
۳۹	ضب	گوہ		مسلم(۵۰۳۹)	جماع کی قوت بڑھانے، کانٹا چبھنے، دل کی طاقت، معدہ کی طاقت کے لئے بہت مفید ہے۔(۵)
۴۰	خل	سرکہ		مسلم(۵۳۵۴)	جمے ہوئے خون کو سیال کرتا ہے، جلن، دانت درد، چھیپ، داد، خارش، حلق کی تلخی وغیرہ میں مفید ہے۔(۶)

(۱)طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں قدرتی علاج،ص:۵۷
(۲)طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں قدرتی علاج،ص:۶۱
(۳)طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم،ص:۱۳۳-۱۳۴
(۴)طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں قدرتی علاج،ص:۱۱۲
(۵)حیاۃ الحیوان الکبری جلد۳،ص:۱۱۷
(۶)طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں قدرتی علاج،ص:۳۶

۴۱	زمزم	زمزم		السلسلة الصحيحة للالبانی (۱۰۵۶)	کینسر، بلڈ پریشر، ذیابیطس وغیرہ میں مفید ہے غرض کہ جس نیت سے زمزم پیا جائے ان شاءاللہ اس میں فائدہ ہوگا۔(۱)
۴۲	ثلج	برف		مسلم(۱۰۶۹)	شدت حرارت کے باعث دانتوں میں درد، منہ کے مہاسوں وغیرہ میں بہت زیادہ مفید ہے۔(۲)
۴۳	کحل	سرمہ		بخاری(۵۷۰۶)	نظر کے لئے مقوی ہے آنکھ کے اعصاب، سر درد، ضعف بصر وغیرہ میں مفید ہے۔(۳)
۴۴	شعیر	جو		مسلم(۷۴۴۵)	آنتوں کی سوزش، بخار، پیشاب کی نالی کی سوزش، جلن وغیرہ میں مفید ہے۔(۴)
۴۵	ذریرۃ	ذریرہ		مسلم(۲۸۲۸)	مقوی ہے، فالج، نسیان، لقوہ، تشنج، مرگی، ہسٹریا وغیرہ میں مفید ہے۔(۵)
۴۶	زبیب	منقہ		سنن نسائی (۵۷۴۰)	مقوی قلب ہے، بخار، دق، نزلہ، زکام، کھانسی، ضعف قلب وغیرہ میں مفید ہے۔(۶)

(۱) طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور جدید سائنس، جلد۲، ص: ۴۷

(۲) طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، ص: ۴۰۸

(۳) طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، ص: ۳۹۵

(۴) طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور جدید سائنس، جلد۱، ص: ۶۶

(۵) طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور جدید سائنس، جلد۱، ص: ۹۱

(۶) طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں قدرتی علاج، ص: ۵۱

۴۷	زبد	مکھن		ابوداود(۳۸۳۷) (صحیح)	جسم کی طاقت، کمزوری، دل، گردہ وغیرہ کے لئے بہت مفید ہے۔(۱)
۴۸	إقط	پنیر		بخاری(۵۴۰۲)	یہ ایک بہترین ٹانک ہے اس میں دودھ کے تمام معدنی نمک اور وٹامن ولحمیات موجود ہوتے ہیں اسہال وغیرہ میں بہت مفید ہے۔(۲)
۴۹	تلبینة	روا،سوجی		بخاری(۵۶۸۹)	آنتوں کی سوزش، بخار، پیشاب کی نالی کی سوزش،جلن وغیرہ میں مفید ہے۔(۳)
۵۰	کباث	پیلو کا پھل		مسلم(۵۳۴۹)	مقوی معدہ ہے، پھوڑے، سر درد، آنتوں کے زخم، بواسیر وغیرہ میں مفید ہے۔(۴)
۵۱	ملح	نمک		ابن ماجہ(۳۳۱۵) (صحیح)	نمک سے تمام جسم انسانی وغذاء انسانی کی اصلاح ہوتی ہے۔ بدن کو تقویت بخشتا ہے۔بطور سرمہ استعمال کیا جائے تو آنکھ کے بدگوشت کوختم کرتا ہے۔(۵)

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان دواؤں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے،آمین۔

☆☆☆

(۱)طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں قدرتی علاج،ص:۱۱۷

(۲)طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور جدید سائنس،جلد۲،ص:۱۶۷-۱۶۸

(۳)زادالمعاد،جلد۴،ص:۵۲۴

(۴)طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں قدرتی علاج،ص:۵۷

(۵)طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم،ص:۴۸۲

ابلاغیات

ویرانۂ افکار کو فردوس نظر کر
فطرت کا اشارہ ہے کہ ہر شب کو سحر کر
(اقبال)

کچھ دانشوراں

سیٹلائٹ: تاریخ اور تعارف

محمد محبوب عالم محمد اسحاق
عالمیت سال اول

سیٹلائٹ کی تعریف:

خلائی پرواز (Spaceflight) کے لحاظ سے سیٹ لائٹ ایک ایسی چیز (Object) ہے جسے انسانی (Human) کوشش سے مدار (Orbit) میں رکھا گیا ہے، اس طرح کی اشیاء کو قدرتی سیارچہ (Natural Satellite) جیسے چاند سے الگ کرنے کے لیے کبھی کبھی مصنوعی سیارچہ بھی کہا جاتا ہے۔

سیٹلائٹ کی تاریخ:

ایک مصنوعی سیارچہ کے مدار میں پروجیکشن کی پہلی غیر حقیقی مثال Edward Everell Hale کی ایک مختصر کہانی دی برک مون (The Brick Moon) ہے۔ یہ کہانی "The Athlantic Monthly" میں قسط وار شائع کی گئی تھی۔

یہ خیال جولس ویرنے (Jules Verne) کیا۔ "The Begum's Millions" ۱۸۷۹ء میں پھر سے ابھر کر سامنے آیا۔ ۱۹۰۳ء میں Konstantin Tsiolkovsky (۱۸۵۷-۱۹۳۵) نے "The exploration of cosmic space means reaction devices" شائع کیا جو خلائی جہاز کے لانچ کرنے کے سلسلے میں Rocketry (راکٹ) کے استعمال پر پہلا تعلیمی رسالہ تھا۔ ۱۹۲۸ء میں Hurman Potocnik (۱۸۹۲-۱۹۲۹) نے اپنی کتاب "The Problem of Space Travel" شائع کی، اس میں انھوں نے زمین کے مشاہدے کے لیے خلائی جہاز کے استعمال کو بیان کیا اور یہ بھی کہ خلاء کے خصوصی حالات سائنسی تجربات کے لیے کس طرح مفید ہو سکتے ہیں۔ ۱۹۴۵ء میں "Wireless World" مضمون میں انگریزی سائنسی افسانہ نگار Arthur C.Clarke نے مواصلاتی مصنوعی سیارچہ (Communication Satellite) کے عوامی مواصلات کے لیے ممکنہ استعمال کے بارے میں تفصیل سے بیان کیا ہے، کلارک نے Satellite launch logistics ممکن مدار (Orbit) اور دنیا کے

ایک نیٹ ورک کی تعمیر کے دیگر پہلوؤں کی جانچ پڑتال کی۔ اعلی get مواصلات کی رفتار کے فوائد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انھوں نے یہ بھی تجویز دی ہے کہ تین ساکت ارضی (Geo-stationary) سیٹلائٹ پورے سیارے پر کوریج فراہم کرے گا۔

الغرض یہ سوچ پلتی اور بڑھتی رہی بالآخر Satellite (مصنوعی سیارچہ) کی تاریخ رقم ہونی شروع ہوگئی۔ مئی ۱۹۴۶ء میں Project Rand نے ایک تجرباتی دنیا کے چکر کاٹ خلائی جہاز (Preliminary Design of an experimental world circling spaceship) ابتدائی ڈیزائن کے ساتھ جاری کیا تھا۔ ۱۹۵۴ء میں امریکی وزیر دفاع نے یہ بیان دیا کہ "مجھے کسی بھی امریکی سیٹلائٹ پروگرام کا پتہ نہیں ہے"۔ ۲۹ر جولائی ۱۹۵۵ء کو وائٹ ہاؤس (White House) نے یہ اعلان کیا کہ امریکہ ۱۹۵۸ء کے موسم بہار میں مصنوعی سیارچہ کو لانچ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اسے "Project Vanguard" کے نام سے جانا گیا۔ ۳۱ر جولائی کو سوویت یونین نے اعلان کیا کہ وہ ۱۹۵۷ء کے اختتام تک ایک سیٹلائٹ لانچ کرے گا۔

مصنوعی سیارچہ کی تاریخ:

۱۴ر اکتوبر ۱۹۵۷ء کو سوویت یونین نے Sputnik-1 (اسپٹنک-۱) نامی مصنوعی سیارچہ روانہ کیا، Sputnik-1 نے اپنے مدار کی تبدیلی کی پیمائش سے ہوائی تہوں (Atmospheric Layers) کے اعلی کثافت کی شناخت کرنے میں مدد کی اور Ionosphere میں ریڈیو سگنل کی تقسیم کی تفصیلات دی، Sputnik-1 کے لیے بھی شہاب ثاقب (Meteoroids) کا پتہ لگانے کا پہلا موقع فراہم ہوا۔ ۳ر نومبر ۱۹۵۷ء کو Sputnik-2 شروع کیا گیا تھا اور لائیکہ (Laika) نام کا ایک کتا (Dog) پہلا زندہ مسافر کے طور پر خلا میں گیا تھا۔ ۱۹۵۷ء میں امریکہ نے Vanguard Rocket کے ذریعہ خلاء میں سیارچہ بھیجنے کی کوشش کی، مگر راکٹ اڑنے کے ساتھ ہی ہوا میں پھٹ گیا۔ بعد ازاں ۳۱ر جنوری ۱۹۵۸ء کو Explorer-1 سیٹلائٹ کی پرواز سے امریکہ کو کامیابی نصیب ہوئی۔ اسپٹنک اور ایکسپلورر کے بعد تیار ہونے والے مصنوعی سیارچوں نے سائنسدانوں اور ماہرین فن کو مختلف قسم کا نیا علم مہیا کیا۔ مثلاً یہ کہ ان سائنسدانوں نے معلوم کیا کہ زمین قطبین پر کس قدر چپٹی ہے۔ خلاء سے زمین کی پہلی تصویر اگست ۱۹۵۹ء میں Explorer-6 نے زمین پر بھیجی۔

تعارف:

زمین یا کسی اور سیارے کے گرد چکر لگانے والی کسی بھی شئے کو سیارچے کے طور پر شمار کیا جاسکتا ہے۔ بعض سیارچے قدرتی ہوتے ہیں۔ جیسے زمین کا قدرتی سیارچہ چاند ہے، جبکہ مصنوعی سیارچے سائنسدانوں کے بنائے ہوئے ہوتے ہیں جو زمین کے گرد چکر لگاتے ہیں۔ بعض مصنوعی سیارچے ٹیلی ویژن سگنل بھیجتے اور موصول کرتے ہیں۔ یہ سگنل زمین کی سطح پر کسی اسٹیشن سے بھیجے جاتے ہیں، مصنوعی سیارچہ یہ سگنل وصول کرکے دوسری جگہ پر نشر کر دیتا ہے۔ خلاء میں اگر مصنوعی سیارچوں کی مناسب تعداد موجود ہو تو ایک ٹی وی پروگرام پوری دنیا میں دیکھا جاسکتا ہے۔ بعض سیارچے پوری دنیا کے موسم کا بھی معائنہ کرتے ہیں اور ان ہی کی مدد سے سائنسداں آنے والے موسم کی پیشین گوئی کرتے ہیں۔ بعض سیٹلائٹ خلاء سے زمین کی واضح تصاویر لیتے ہیں اور یہ تصاویر سائنسدانوں کو زمین پر ہونے والی تبدیلیوں سے متعلق اور فصلوں، پانی اور دوسرے وسائل سے متعلق آگاہ کرتی ہیں۔

مدار کی قسمیں(Orbit Types):

.جب کسی مصنوعی سیارچے کو خلاء میں بھیجا جاتا ہے تو اس کو زمین کے گرد میں رکھا جاتا ہے، جیسے یہ زمین کے گرد گھومتا جاتا ہے، زمین کی کشش ثقل اس سیارچے کو ایک راستے پر تھامے رکھتی ہے اور یہ اس سیٹلائٹ کا مدار کہلاتا ہے، مدار کی بنیادی طور پر تین قسمیں ہیں جن میں High Earth Orbit یا Geosynchronous، Medium Earth Orbit، Low Earth Orbit (اونچا مدار، درمیانہ مدار اور نچلا مدار) قابل ذکر ہیں۔

ساکت ارضی مدار(Geo-stationary Orbit):

دراصل ایک ایسا مدار ہے جس میں کوئی سیارچہ زمین کے گرد زمین کی رفتار سے گھومتا ہے، اس کا دورانیہ تقریباً ۲۳/ گھنٹے ۵۶/منٹ اور ۶/سیکنڈ ہوتا ہے جو ایک دن کے برابر ہے۔ اور اتنا ہی وقت زمین کو اپنے مدار میں گھومنے میں لگتا ہے، یہ سورج کے حساب سے ۲۴/ گھنٹے ۶/منٹ چھوٹا ہے۔

درمیانہ مدار(Medium Earth Orbit) :

درمیانہ ارضی مدار خلاء کا وہ حصہ ہے جو زمین کے نچلے مدار سے اوپر (2000 km) اور ساکت ارضی مدار سے نیچے موجود ہوتا ہے۔

نچلا ارضی مدار(Low Earth Orbit):

نچلا ارضی مدار زمین سے دو ہزار کلومیٹر کی اونچائی پر ہوتا ہے۔ اس مدار میں موجود سیارچوں پر کرہ حرارت

(80-500 km) اور بیرونی کرہ (500 km or up) کی گیسوں کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔

بیضوی مدار (Elliptical Orbit):

اس مدار میں سیارچہ زمین کے سب سے قریب ہوتا ہے، اس مقام کو Perigee بھی کہا جاتا ہے اور یہ مدار کا نچلا حصہ ہوتا ہے، جبکہ مدار کے اونچلے کو Apogee کہا جاتا ہے۔

اونچا ارضی مدار (High Earht Orbit) :

بیضوی مدار کی ایک مخصوص شکل ہے جو کہ اونچائی والی Perigee اور زیادہ بلندی والی Apogee پر مشتمل ہے۔ اس مدار سے زمین کے قطبی اداروں کا مشاہدہ کیا جاتا ہے جو کسی اور مدار سے ممکن نہیں۔

مصنوعی سیارچوں کی اقسام (Types of Satellites) :

مقصود مقاصد اور کاموں کی تکمیل کے لیے مصنوعی سیارچے تیار کیے جاتے ہیں جن میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں:

۱- مواصلاتی سیارچے (Communication Satellites):

مواصلاتی مصنوعی سیارچہ وہ سیٹلائٹ ہے جس کو خلا میں Telecommunication (عوامی نشریات) کے لیے تعینات کیا جاتا ہے۔ جدید مواصلاتی مصنوعی سیارچہ کے لیے عام طور سے ساکت ارضی مدار (Geo-synchronous orbit) مولنیا مدار (Molniya Orbit) یا زمین کا نچلا مدار (Low Earth Orbit) کا استعمال کرتے ہیں۔

۲- زمینی مشاہدے کے سیارچے (Earth Observation Satellites):

وہ سیٹلائٹ ہیں جو غیر فوجی جیسے ماحولیات (Environment) کی نگرانی، موسمیات (Meteorology)، نقشہ بنانے (Map Making) وغیرہ کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔

۳- رہبر مصنوعی سیارچے (Navigation Satellites):

رہبر مصنوعی سیارچے جہازوں اور حتی کہ موٹر گاڑیوں کے مقام کو تلاش کرنے میں مدد دیتے ہیں (جو گاڑی مخصوص ریڈیائی آلات سے لیس ہوتی ہے) سیارچے کے سگنل میں ایسا مواد ہوتا ہے جس کا زمین پر موجود ایک خصوصی ریڈیو ترجمہ کرکے سیٹلائٹ کی جگہ کے متعلق معلومات فراہم کرتا ہے۔ یہ ریڈیو سیٹلائٹ کی رفتار اور سمت جاننے کے لیے اور سگنل آلہ وصول تک پہنچنے کے لیے کتنا وقت لیتا ہے، اس سگنل کا مزید تجزیہ کرتا ہے، انہی معلومات سے ریڈیو سگنل وصول کرنے والا آلہ

اپنے مقام کا تعین کرتا ہے۔

۴-موسمیاتی مصنوعی سیارچے(Weather Satellites):

بنیادی طور پر زمین کے موسم اور آب وہوا کی نگرانی کے لیےان Satellites کا استعمال ہوتا ہے۔

۵-فوجی مصنوعی سیارچے(Military Satellites):

زیادہ تر ملٹری سیارچے عام تجارتی سیارچوں کی طرح ہوتے ہیں لیکن یہ خفیہ مواد بھیجتے ہیں جس کو کوئی مخصوص آلہ ہی پڑھ سکتا ہے، دفاعی نگرانی والے سیارچے اسی طرح تصاویر لیتے ہیں جیسا کہ دوسرے مشاہدارض سیارچے لیتے ہیں لیکن فوجی سیارچوں پر بڑی تحلیلی قوت والے کیمرے لگے ہوتے ہیں۔

۶-سائنسی مصنوعی سیارچے(Scientific Satellites):

سائنسی سیارچے زمین، سیاروں،سورج، دمدار سیاروں اور کہکشاؤں کا مشاہدہ کرنے کے لیےخلائی پلیٹ فارم کا کام انجام دیتے ہیں اور کئی دوسرے مقاصد کے لیےبھی مفید ہیں۔

خلائی ٹیکنالوجی کی افادیت اور استعمال(Space Technology Applications):

آئن اسٹائن نے کہا تھا کہ ہروہ چیز گنی نہیں جا سکتی جس کی قدر ہے۔خلائی ٹیکنالوجی اس کی افادیت اوراس کے استعمال کے بارے میں بھی یہی کہا جاسکتا ہے،اس ٹیکنالوجی کے بےشمار استعمالات ہیں جن سے ہماری زندگی گھری ہوئی ہے، ٹیلی ویژن، ٹیلی فون اور انٹرنیٹ اس کا مظہر،کسی بھی ناگہانی آفت،سیلاب،طوفان یا زلزلے کی صورت میں خلائی ٹیکنالوجی انسانی جان ومال بچانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔مصنوعی سیارچے،خلائی جہاز،خلائی دوربین،خلائی مشن اور سیارچہ بردار گاڑیاں خلائی ٹیکنالوجی کا حصہ ہیں۔

اگر خلائی ٹیکنالوجی کوانسانی رفاہی کاموں کے لیےمثبت طور پراستعمال کیا جائے تو بلاشبہ ان کی افادیت مسلم ہے۔

مآخذومراجع

http://hi.m.wikipedia.org>wiki>mixg

http://en.m.wikipedia.org>wiki>satellite

Space Information Booklet. Suparco, P 38

☆☆☆

شخصیات

اٹھ گئی ہیں سامنے سے کیسی کیسی صورتیں
روئیے کس کے لیے کس کس کا ماتم کیجیے
(حیدر علی آتش)

نقوش عظمت تاباں

مولانا عبدالسمیع جعفری رحمہ اللہ: حیات و خدمات

طارق انور ابو شمع
فضیلت سال آخر

موت ایک ایسی اٹل حقیقت ہے جس سے کسی کو مفر نہیں، چاہے امیر ہو یا غریب، شاہ ہو یا گدا، ہر شخص کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔

ویسے تو اس دنیا میں جو بھی آیا ہے اسے ایک دن کوچ کرنا ہی ہے، لیکن انسانی سماج میں بعض ایسے علم وہنر کے مالک اور بزرگ شخص رہتے ہیں جن کے گزر جانے سے بزم ہستی سونی سونی لگتی ہے۔

اسی طرح جب ہم گزشتہ دہائی پر نظر دوڑاتے ہیں تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ ہمارے کتنے علماء امامت وخطابت، درس و تدریس کے میدان میں اپنی کارکردگی کا لوہا منوا کر اس دار فانی سے رخصت ہو گئے۔

ایسی ہی عبقری اور ہر دلعزیز شخصیات میں سے مولانا عبدالسمیع جعفری رحمہ اللہ کی شخصیت بھی ہے۔

نسب نامہ:

عبدالسمیع جعفری بن عبدالخبیر بن عبدالحکیم بن احمد اللہ بن الٰہی بخش بن فرحت حسین صادق پوری۔

تخلص:

شیخ محترم نے اپنا تخلص ''مضطر'' رکھا تھا، جو بہت کم، ایک دو شخص کو ہی معلوم تھا۔

مولد و مسکن:

مولانا عبدالسمیع جعفری رحمہ اللہ کی ولادت باسعادت ۱۴ ستمبر ۱۹۳۶ء کو صادق پور پٹنہ (بہار) کے ایک علم دوست گھرانے میں ہوئی۔(۱)

تعلیم و تربیت:

مولانا نے ابتدائی تعلیم اپنے والد مولانا عبدالخبیر رحمہ اللہ سے حاصل کی، پھر مدرسہ اصلاح المسلمین پتھر کی مسجد پٹنہ میں فضیلت تک کی تعلیم حاصل کی، جس کے ذمہ دار خود ان کے والد مولانا عبدالخبیر رحمہ اللہ تھے، اس کے بعد دارالعلوم ندوۃ

(۱) مجلہ اہل حدیث ۲۰۱۶ء، فروری، ص: ۲۲

العلماء لکھنؤ تشریف لے گئے اور وہاں تخصص فی الادب کیا، پھر مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ لیا اور بی. اے کا کورس مکمل کرنے کے بعد آپ نے عملی میدان میں قدم رکھا اور درس و تدریس میں مصروف ہوگئے۔(۱)

خاندانی حالات:

ان کا خاندان خصوصی شہرت رکھتا تھا، سید احمد بریلوی اور شاہ اسماعیل شہید رحمہما اللہ کے بعد اسی خاندان کے معزز اراکین نے تحریک جہاد کی باگ ڈور سنبھالی۔

مولانا کے والد محترم مولانا عبدالخبیر، دادا عبدالحکیم دونوں ہندوستان کے مشہور عالم دین اور صوم وصلوۃ کے پابند نیز علماء کے بے حد قدر دان تھے، مولانا عبدالخبیر کے دادا احمد اللہ اور نانا عبدالرحیم کو انگریزوں نے کالا پانی کی سزا دی تھی، مولانا احمد اللہ نے کالا پانی ہی میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔مولانا عبدالرحیم اپنی سزا بھگت کر ۱۸رسال زندہ رہے، وہاں سے واپس پٹنہ آئے اور پھر بالاتفاق تحریک جہاد ہند کی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔۱۹۲۴ء میں مولانا عبدالرحیم کی وفات ہوگئی۔مولانا عبدالسمیع نجیب الطرفین خاندان سے تعلق رکھتے تھے، جس نے مشکل سے مشکل اور نامساعد حالات میں مسلمانوں کی کمان سنبھالی اور مسلمانوں کی قیادت کی، اسی طرح مولانا کے نانا عبدالرحیم بھی ایک جید عالم اور مولانا ابوالکلام آزاد کے استاد تھے۔

یہ بھی یاد رہے کہ مولانا کے والد وہی عبدالخبیر رحمہ اللہ تھے کہ جن کے پاس آزادئ ہند کے بعد جواہر لعل نہرو پہنچے تھے اور کہا تھا کہ یقیناً آپ کے خاندان کا کارنامہ بہت عظیم ہے۔اگر ان کو ایک پلڑے میں اور سارے ہندوستانیوں کی خدمات کو دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو آپ کے خاندان والا پلڑا بھاری پڑ جائے گا۔(۲)

جماعتی خدمات:

مولانا نے اپنے علم کے ذریعہ متعدد خدمات انجام دیں۔جن میں سے بعض درج ذیل ہیں: مولانا نے مدرسہ اصلاح المسلمین پٹنہ (بہار) کو جامعہ اصلاحیہ بنایا۔اسی طرح متعدد دینی وفلاحی اداروں اور انجمنوں کے سرپرست و رکن رہے اور مسلم پرسنل لا بورڈ کے رکن اور آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت کے رکن رہے، آپ امارت اہل حدیث کے امیر بھی رہے، دینی خدمات ہی کے واسطے آپ ۱۹۸۵ء میں سعودی عرب کی ملازمت ترک کر کے ہندوستان آگئے، یہاں آپ نے اپنی خاندانی ذمہ داریاں نبھائیں۔ساتھ ہی ساتھ اسکول ویتیم خانے بنوانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، بلا اختلاف مسلک انہوں نے مساجد کی تعمیر میں حصہ لیا، مولانا کی مخلصانہ کدوکاوش ہی کا نتیجہ ہے کہ آج سرزمین پٹنہ میں میر شکار ٹولہ کی جامع مسجد اہل

(۱) ہندوستان میں وہابی تحریک، ص: ۶۵ (۲) مجلّہ نقیب، ص: ۶، ۱۲؍۱۱ اکتوبر ۲۰۱۵ء

حدیث پٹنہ کی سب سے بڑی مسجد ہے، اسی طرح خدمت خلق کی غرض سے مولانا نے خود ایک ہسپتال کھولا جو پٹنہ مریم ہسپتال کے نام سے موسوم ہے۔اسی طرح مولانا نے مسلمانوں کو ہر مشکل جگہ پر رہنمائی کی۔(۱)

اساتذہ وشیوخ:

آپ نے جن اساتذہ وشیوخ سے کسب فیض کیا ان کی تعداد بہت زیادہ ہے، ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

مدرسہ اصلاح المسلمین پٹنہ، بہار میں مولانا صداقت حسین رحمہ اللہ، مولانا عبدالغافر آروی رحمہ اللہ، ماسٹر مجیب حفظہ اللہ سے، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں ناصر الدین البانی رحمہ اللہ اور شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ وغیرہ تھے، اور ندوہ میں علی میاں ندوی رحمہ اللہ تھے۔

دعوتی خدمات:

مولانا اچھے مدرس اور باکمال مقرر ہونے کے ساتھ ایک ماہر داعی اور بارعب شخصیت اور انوکھے انداز خطابت سے پورے ہندوستان اور بہار کی راجدھانی پٹنہ صادق پور میں برابر دعوت وتبلیغ کے میدان میں محبوب تھے۔

آپ نے اپنی مثالی تبلیغی جوش سے اس تحریک کو بہار و بنگال اور دکن تک پھیلایا، جب مولانا کی صلاحیتوں کے جوہر کھلے تو سعودی حکومت نے انہیں دعوت وارشاد کی غرض سے نائجیریا بھیج دیا لیکن مولانا بچوں کی صحیح دینی تربیت کے پیش نظر دو سال بعد مکہ مکرمہ لوٹ آئے اور یہاں جامعہ ام القری کی مرکزی لائبریری میں خدمات انجام دینے لگے، مولانا عبدالخبیر نے ۱۹۷۳ء میں اپنی وفات سے قبل اپنے صاحبزادے مولانا عبدالسمیع کو جانشیں مقرر کر دیا تھا۔(۲)

تصنیفی خدمات:

آپ کا میدان عمل زیادہ تر دعوت وتبلیغ اور درس وتدریس کا رہا ہے، اس لیے زیادہ تصنیفی خدمات انجام نہیں دے پائے، آپ کی تصنیفی خدمات نہ ہونے کی ایک وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ مولانا اس بات کے قائل تھے کہ اسلاف کرام بہت کتابیں لکھ گئے ہیں جس پر ہمیں صرف عمل کرنا ہے، اس کے علاوہ آپ مجلّہ روزنامہ سنگم، قومی تنظیم اور روزنامہ ہمارا سماج وغیرہ میں مضمون لکھتے تھے، نیز آپ مختلف علوم وفنون میں دسترس اور عربی و اردو زبان میں مہارت رکھتے تھے، آپ اردو زبان کے لغوی بھی تھے۔

تلامذہ:

آپ کے تلامذہ کی ایک لمبی فہرست ہے، ان میں سے چند قابل ذکر تلامذہ یہ ہیں: ڈاکٹر شیخ سکندر اصلاحی، حافظ مفتی

---

(۱) مجلّہ طوبیٰ، نومبر ۲۰۱۵ء، ص: ۴۸ (۲) مجلّہ نقیب، ۱۲/ اکتوبر ۲۰۱۵ء، ص: ۶

محمد معصوم اصلاحی، شیخ ریحان اصلاحی، فہیم جسیم الدین تیمی ، غازی بن عبدالسمیع اصلاحی، محمد بن عبدالسمیع اصلاحی، عبدالباری مجاہد بن عبدالسمیع اصلاحی، ،موخرالذکر تینوں شیخ کے بیٹے ہیں۔

اخلاق وکرداراور خوبیاں:

آپ کی شخصیت متعدد زاو یے سے انفرادیت کی حامل تھی، آپ غریبوں، محتاجوں، بیواؤں کی مدد کیا کرتے تھے، سخاوت وفیاضی اور رحم دلی میں بھی آگے تھے، جو کوئی بھی اپنا دکھ درد بیان کرتا مولانا فوراً حتی المقدور اس کی ضروریات پوری کر دیتے، کپڑا خرید کر دیتے، دوائیاں اور پیسے وغیرہ فراہم کرتے تھے۔

شیخ محترم کے تقوی اور بزرگی کا عالم یہ تھا کہ اہل حدیث، دیوبندی بلکہ بعض شناسا غیر مسلم بھی اس کے معترف تھے، موصوف سراپا ایثار واخلاص اور بے شمار خوبیوں کے مالک تھے،آپ چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کے ساتھ توقیر سے پیش آتے تھے،معاملات میں سلجھا ہوا انداز اختیار کرتے تھے،اور شریعت کے بہت پابند تھے۔

آپ اپنی ذات میں خود ایک انجمن تھے، بہار اور بیرون بہار میں دعوتی سرگرمیوں کے روح رواں تھے،ایک عبقری شخصیت کے مالک تھے،آپ اسلاف کے نمونہ اور اسلام کی جیتی جاگتی تصویر تھے،آپ کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ''ایک دھوپ تھی ساتھ گئی آفتاب کے''۔

مولانا کے عزم وحوصلے، جرأت واستقلال، اصابت رائے اور علم تقوی اور للّٰہیت کی قسم کھائی جا سکتی ہے، تحریک آزادی میں جماعت مجاہدین کی جو عظیم قربانیاں ہیں اس میں مرکزی حیثیت رکھتے تھے۔(۱)

اولادواحفاد:

آپ کے پسماندگان میں تین بیٹے محمد بن عبدالسمیع ،ابو غازی بن عبدالسمیع، عبدالباری مجاہد بن عبدالسمیع اور تین بیٹیاں ہیں، اللہ تعالی پسماندگان کو صبر وتحمل کی توفیق دے۔

اعتراف خطا:

مرحوم ہمیشہ حق پر رہنے کی کوشش کرتے تھے، اگر کبھی غلطی ہو جاتی تھی تو اس پر مصر نہیں رہتے جیسا کہ مفتی ثناءاللہ صاحب لکھتے ہیں:

موصوف اپنی غلطی کا احساس ہوتے ہی اخبار میں اعلان شائع کروا دیتے، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک موقع سے

(۱) مجلّہ الواقعہ ۲۰۱۶ء، شمارہ نمبر ۴۶، ص:۲۴

حسب سابق امارت شرعیہ کے ساتھ چاند کی رویت کا انہوں نے اعلان کر دیا لیکن دوسرے دن بھی عمومی رویت نہیں ہوئی، ایک با اثر دانشور نے میٹنگ بلائی، قرب وجوار کے اضلاع سے بھی بعض لوگوں کو طلب کیا گیا، طلبی پر حاضر ہوئے حضرت قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ بھی مجلس میں تھے، حضرت قاضی صاحب نے شرعی دلائل سے چاند کی رویت کو حق بجانب قرار دیا، مولانا عبدالسمیع جعفری کو انشراح نہیں ہوا، انہوں نے برملا مجلس میں اعلان کیا کہ اس معاملے میں مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔

چاند کا ایک اور موقع تھا، امارت شرعیہ کے اعلان کے ساتھ ان کے ادارہ کا نام اعلان نہ ہوسکا؟ انہوں نے اس زمانہ کے شعبۂ اردو کے ذمہ دار اور نمائندہ حضرات جو امارت شرعیہ پٹنہ تشریف لائے تھے ان کو مورد الزام ٹھہرایا، خبریں اخبار میں آ گئیں، ان صاحب نے مولانا کو یقین دلایا کہ میں تو صرف ڈاکیہ تھا، ریڈیو پر خبر کی ترتیب واشاعت سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے، مولانا کو جیسے ہی یقین آیا کہ یہ سب بدگمانی کے نتیجے میں ہوا ہے فوراً ہی اخبار میں اعلان شائع کیا کہ یہ سارا کچھ بدگمانی کا نتیجہ تھا اور اللہ مجھے اس بدگمانی کے لیے معاف کر دے، مرید کہتے ہیں کہ میں نے اپنی تدریسی اور تنظیمی زندگی میں ایسا شخص نہیں دیکھا جو اتنی آسانی سے نہ صرف اپنی غلطی تسلیم کرلے بلکہ کھلے عام اعلان کر دے۔(۱)

وفات:

۲۰/ذوالحجہ ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۴/اکتوبر ۲۰۱۵ء کی شب سوموار کو تقریباً پونے ۱۰ بجے ۷۹ سال کی عمر میں طویل علالت کے بعد اس دار فانی کو الوداع کہہ گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نماز جنازہ عیدگاہ باغ عبدالخبیر صندل پور پٹنہ میں دن کے ساڑھے ۱۰ بجے ادا کی گئی، امامت کا فریضہ ان کے صاحبزادے مولانا غازی سلمہ نے انجام دیا۔ محتاط اندازے کے مطابق مصلیان کی تعداد تقریباً ۳۰ ہزار تھی۔ وصیت کے مطابق ان کی جسد خاکی مرکزی جامع مسجد میر شکارٹولہ پٹنہ پچھّم جو خاندان صادق پور پٹنہ کا آبائی قبرستان ہے وہاں ان کی والدہ ماجدہ کی قبر کے پاس دفن کیا گیا۔(۲)

اللہ تعالیٰ شیخ محترم کی کوتاہیوں، لغزشوں کو معاف فرما کر اپنی رحمت سے ان کو نیکیوں میں بدل دے اور ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے، آمین یارب العالمین۔

اللهم اغفر له وارحمه رحمة واسعة

☆☆☆

(۱) مجلّہ اہل حدیث، فروری ۲۰۱۶ء، ص: ۲۲-۲۳ (۲) مجلّہ اہل حدیث، فروری ۲۰۱۶ء، ص: ۲۲

سخن گوہر افشاں

مفتی عبدالحنان فیضی رحمہ اللہ

حیات و خدمات

ندیم الرحمٰن کلیم اللہ انصاری
فضیلت سال آخر

تحصیل شہرت گڈھ سے مغرب کی جانب ۵ ر کیلو میٹر کے فاصلے پر ایک قصبہ نما گاؤں ''انتری بازار'' ہے، جسے محمود دوا کرانٹ بھی کہا جاتا ہے، اس گاؤں کو متعدد علمائے دین کے مولد و مسکن ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ان نامور علمائے کرام میں سے ایک عالم دین مولانا محمد زماں رحمانی رحمہ اللہ (۱۹۰۲ء- ۱۹۷۸ء) سرفہرست ہیں، جن کی تدریسی وتبلیغی کاوشوں کا دائرہ کافی وسیع ہے۔زیر تذکرہ بزرگ مولانا عبدالحنان فیضی رحمہ اللہ انہیں مولانا محمد زماں رحمہ اللہ کے فرزندار جمند ہیں۔

ذیل میں آپ کا مختصر سوانحی خاکہ پیش کیا جارہا ہے:

نام ونسب: آپ کا نام ''عبدالحنان'' ہے، نسب نامہ کچھ یوں ہے:

''عبدالحنان بن محمد زماں بن نبی احمد بن داہو''۔

مولد ومسکن:

آپ ہندوستان کے صوبہ یوپی کے ضلع سدھارتھ نگر کی معروف ومشہور مسلم اکثریتی بستی انتری بازار (محمود دوا کرانٹ) میں رمضان المبارک ۱۳۵۳ھ مطابق دسمبر ۱۹۳۴ء کو پیدا ہوئے۔

خاندانی پس منظر:

آپ کا گھرانہ دینی وعلمی لحاظ سے معروف ہے، آپ کے جداعلی نبی احمد کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ انتری بازار اور قرب وجوار میں پھیلے شرک و بدعات کا خاتمہ ان کی اور علامہ عابد علی رحمہ اللہ کی کاوشوں کا ثمرہ ہے، آپ کے والد محترم مولانا محمد زماں رحمانی رحمہ اللہ کا شمار بڑے عالموں میں ہوتا تھا، موصوف نیک، صالح اور متقی و پرہیزگار عالم تھے جنھیں نمونۂ سلف کہا جاتا تھا۔انھوں نے اپنی پوری زندگی دعوت وتبلیغ اور علوم شرعیہ کے درس و تدریس میں وقف کردی، آپ کا گھرانہ اب بھی علم وفضل میں ممتاز ہے، آپ کے صاحبزادے مولانا عبدالمنان سلفی صاحب چنداں محتاج تعارف نہیں ہیں

نیز مفتی موصوف رحمہ اللہ کے پوتے جناب سعود اختر سلفی ابن سلفی موصوف ہیں جو جامعہ سراج العلوم العلوم جھنڈا نگر نیپال کے استاد ہیں۔

تحصیل علم:

آپ نے ابتدائی تعلیم مدرسہ بحر العلوم انتری بازار میں منشی علمدار رحمہ اللہ سے حاصل کی پھر ۱۹۴۷ء میں مدرسہ دار العلوم ششہنیاں چلے گئے جہاں آپ کے والد صاحب تدریسی فریضہ انجام دے رہے تھے، وہیں اپنے والد مولانا محمد زماں رحمانی سے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ علاوہ ازیں مولانا عبدالجلیل رحمانی اور مولانا عبدالقدوس ٹکریاوی سے بھی عربی وفارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، پھر ۱۹۴۹ء میں آپ کے والد محترم مولانا محمد زماں صاحب رحمانی. جب دار العلوم ششہنیاں سے مستعفی ہوکر جامعہ سراج العلوم جھنڈا نگر نیپال بحیثیت مدرس تشریف لے گئے تو اپنے والد صاحب کے ہمراہ آپ بھی سراج العلوم جھنڈا نگر چلے، وہاں پر اپنے والد سے استفادہ کے ساتھ ساتھ مولانا عبدالرؤف رحمانی اور مولانا عبدالرحمٰن بجواوی سے بھی کسب فیض کیا، چندسال یہاں تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ اپنے آبائی وطن چلے آئے اور مدرسہ بحر العلوم انتری بازار میں داخلہ لیا، یہاں کے اساتذہ میں سے مولانا عبدالغفور صاحب بسکوہری وغیرہ ہیں لیکن ایک ہی سال استاذ الاساتذہ مولانا عبدالغفور صاحب بسکوہری کے حلقہ درس میں رہے، اس لیے کہ مولانا بسکوہری صاحب صرف ایک سال مدرسہ بحر العلوم انتری بازار میں رہ کر مستعفی ہوگئے۔ مولانا کے چلے جانے کے بعد پھر مولانا عبدالحنان صاحب مدرسہ سراج العلوم جھنڈا نگر نیپال چلے گئے، وہاں دوسال رہ کر مختلف فنون کی کتابیں پڑھیں، بعدازاں جامعہ اسلامیہ فیض عام مئوناتھ بھنجن تشریف لے گئے، وہاں چھ سال رہ کر مولانا احمد صاحب، مولانا شمس الحق سلفی، مولانا عبدالمعید بنارسی، مفتی حبیب الرحمٰن مئوی اور دیگر جلیل القدر اساتذہ کرام سے استفادہ کیا۔ ۱۹۵۸ء میں فراغت حاصل کی اور فیضی کی نسبت سے شہرت پائی۔

اساتذۂ کرام:

آپ نے جن اساتذہ وشیوخ سے کسب فیض کیا ان کی تعداد بہت زیادہ ہے، ان میں سے چند اسماء درج ذیل ہیں:

مدرسہ بحر العلوم محمودا کراؤنٹ انتری بازار: منشی علمدار رحمہ اللہ، مولانا عبدالغفور بسکوہری رحمہ اللہ وغیرہ۔

مدرسہ دار العلوم ششہنیاں: مولانا عبدالجلیل رحمانی رحمہ اللہ، مولانا عبدالقدوس ٹکریاوی رحمہ اللہ وغیرہ۔

جامعہ سراج العلوم جھنڈا نگر نیپال: آپ کے والد مولانا محمد زماں رحمانی رحمہ اللہ، مولانا عبدالرؤف رحمانی رحمہ اللہ، مولانا عبدالرحمٰن بجواوی رحمہ اللہ وغیرہ۔

جامعہ اسلامیہ فیض عام مئوناتھ بھنجن: مولانا احمد، مولانا شمس الحق سلفی، مولانا مصلح الدین اعظمی، مولانا عبدالمعید بنارسی، مولانا عبدالرحمٰن نحوی، مفتی حبیب الرحمٰن مئوی، مولانا عظیم اللہ مئوی رحمہم اللہ وغیرہم۔

میدان عمل میں

تدریسی خدمات:

آپ ۱۹۵۸ء میں جامعہ اسلامیہ فیض عام مئوناتھ بھنجن سے فارغ ہوئے، اس کے بعد مدرسہ اسلامیہ کوئلہ باسہ، بلرام پور میں ایک سال تدریسی خدمات انجام دیں، یہیں سے بنارس تشریف لے آئے اور مدرسہ سعیدیہ دارانگر میں بحیثیت مدرس مقیم رہے، ۱۹۶۴ء کے قریب مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری کی دعوت پر جامعہ سراج العلوم جھنڈانگر نیپال چلے گئے اور ۱۹۷۴ء تک درس وتدریس کے فرائض انجام دیے، ۱۹۷۴ء میں جامعہ سلفیہ (مرکزی دار العلوم) بنارس میں آکر تدریس کے فرائض بحسن وخوبی انجام دیتے رہے، اسی اثنا میں والد محترم کی شدید بیماری کی اطلاع پاکر جامعہ سلفیہ کی تدریس کو مجبوراً ترک کیا اور ۱۶؍اپریل ۱۹۷۸ء میں والد کی وفات کے بعد دوبارہ جامعہ سراج العلوم جھنڈانگر نیپال تشریف لے گئے اور وہیں اپنی بقیہ زندگی تعلیمی وتدریسی اور افتاء کی خدمات میں گزاردی۔

دعوتی وتبلیغی خدمات:

آپ ایک اچھے مدرس ہونے کے ساتھ ایک ماہر خطیب بھی تھے، دوران تدریس جامعہ سراج العلوم جھنڈانگر نیپال اور قرب وجوار میں برابر دعوت وتبلیغ کے میدان میں سرگرم رہے اور خطبات ودروس کا اہتمام کیا، آپ کے اندر دعوت وتبلیغ کا جذبہ اس قدر موجزن تھا کہ اپنے آبائی وطن میں عیدین کے موقع پر انتہائی کمزور ہونے کے باوجود دوسروں کے کندھوں کا سہارا لے کر عیدگاہ جاتے اور نماز وغیرہ کا فریضہ انجام دیتے۔

تنظیمی وجماعتی خدمات:

موصوف تدریسی خدمات کے ساتھ ساتھ وقتاً فوقتاً جماعتی خدمات بھی انجام دیتے رہے، چنانچہ تلسی پور کے صوبائی کانفرنس کے انتظام وانصرام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اسی طرح ضلعی اور مقامی سطح پر جمعیت اہل حدیث کی مجلس شوری وعاملہ کے بیسیوں برس ممبر رہے، تقریباً دس برس تک مقامی جمعیت اہل حدیث حلقہ بڑھنی کے امیر وصدر رہے۔

۱۹۷۰ء کے آس پاس موصوف حلقہ بڑھنی میں دعوت وتبلیغ کے ذمہ دار تھے اور مضافات کے علاقوں میں دعوت وتبلیغ کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔

تصنیفی خدمات:

آپ کا میدان عمل زیادہ تر دعوت وتبلیغ اور درس وتدریس کا رہا، اس لیے زیادہ تصنیفی خدمات انجام نہیں دے سکے، البتہ آپ کے فتووں کا مرتب مجموعہ ہے، اسی طرح صحیح بخاری اور تفسیر ابن کثیر کے دروس کے افادات اور کچھ مضامین اور کتابوں پر لکھے مقدمات بھی محفوظ ہیں۔

افتاء و قضاء:

آپ نے تقریباً ۱۹۶۴ء میں جامعہ سراج العلوم جھنڈانگر کے شعبۂ افتاء کی ذمہ داری سنبھالی، ۱۹۶۴ء سے اپنی آخری عمر تک منصب افتاء پر فائز رہے اور اس دوران لوگوں کے سوالوں کا جواب نہایت ہی مدلل اور آسان اسلوب میں دیتے رہے، مفتی موصوف رحمہ اللہ کے جاری کردہ فتاوی کا مجموعہ کئی ضخیم رجسٹروں پر مشتمل ہے جسے ان کے صاحبزادے مولانا عبدالمنان سلفی حفظہ اللہ نے فقہی انداز میں مرتب کیا ہے اور جوان شاءاللہ جلد ہی منظر عام پر آجائے گا۔

تلامذہ: آپ کے تلامذہ کی ایک لمبی فہرست ہے، ان میں سے چند قابل ذکر تلامذہ یہ ہیں:

(۱) ڈاکٹر رضاءاللہ محمد ادریس مبارکپوری (سابق شیخ الجامعہ جامعہ سلفیہ بنارس)
(۲) مولانا محمد مستقیم سلفی (سابق شیخ الجامعہ جامعہ سلفیہ بنارس)
(۳) ڈاکٹر عبدالباری فتح اللہ مدنی (صدر جامعہ اسلامیہ دریاآباد سنت کبیر نگر)
(۴) مولانا صلاح الدین مقبول احمد مدنی (داعی سلف)
(۵) ڈاکٹر عزیر شمس (باحث سلفی حال دار د مکہ معظّمہ)
(۶) مولانا رضاءاللہ عبدالکریم مدنی (داعیہ ومناظر سلفی)
(۷) مولانا عبداللہ سعود سلفی (ناظم اعلی جامعہ سلفیہ بنارس)
(۸) مولانا عبدالمعید مدنی (سابق استاذ جامعہ سلفیہ بنارس)
(۹) ڈاکٹر اقبال احمد بسکوہری (متخصص فی اسماء الرجال بالہند)
(۱۰) مولانا محمد الیاس مدنی الباروی (امام مسجد الشیخ ابن باز منذ زمن طویل)
(۱۱) مولانا عبدالمنان سلفی (استاذ جامعہ سراج العلوم جھنڈانگر نیپال)
(۱۲) مولانا وصی اللہ عبدالحکیم مدنی (استاذ جامعہ سراج العلوم جھنڈانگر نیپال وغیرہ)

اخلاق وکردار:

آپ حسن اخلاق وکردار کا اعلیٰ نمونہ تھے،نہایت سنجیدہ، سادہ دل،تواضع وخاکساری کے مجسم پیکر تھے،تصنع وبناوٹ سے نفرت کرتے تھے،اہل علم کی قدراوران کے حسب مراتب ان کی تکریم بھی کرتے تھےاورشریعت کے بہت پابند تھے۔

بیماری اوروفات:

مفتی موصوف رحمہ اللہ کا متعدد بیماریوں نے تعاقب کیا، ۲۰۰۸ء میں عارضۂ قلب لاحق ہوا جس کی وجہ سے لکھنؤ کے میڈیکل کالج کے شعبۂ قلب کے مرکز ''لاری کارڈ لوجی'' میں لے جایا گیا، وہاں ہارٹ آپریشن کے ذریعہ ''بیس میکر'' لگایا گیا اورکامیاب رہا، وہاں سے آنے کے بعد مرض ذیابیطس اورتنفس سمیت کئی جان لیواعوارض کے شکار ہوئے، ۱۱رجنوری ۲۰۱۷ء کوزکام کی شکایت ہوئی، اس کے بعد چہرہ اور بائیں پیر میں سوجن ہوگئی پھر دوچار روز کے بعد تنفس کی شکایت ہوگئی اور یہ شکایت روز بروز بڑھتی گئی بالآخر ۳رفروری ۲۰۱۷ءکوڈاکٹر کے مشورہ پرلکھنؤ لے جانے کا فیصلہ کیا گیا، لکھنؤ جانے سے پہلے حسب معمول سراورپیرمیں مالش کی گئی، ساری دوائیں لیں پھرذکرواذکار سے فارغ ہوکر بیٹھے تھے کہ اچانک ایک ہچکی آئی اور مورخہ ۶رجمادی الاولی ۱۴۳۸ھ مطابق ۳رفروری ۲۰۱۷ء کی رات سوا دس بجے کے قریب جامعہ سراج العلوم جھنڈانگر نیپال میں حدیث رسول کا یہ مہر درخشاں ارباب زمانہ کی نگاہوں سے ہمیشہ ہمیش کے لیےغروب ہوگیا۔ **إنا لله وإنا إليه راجعون، اللهم اغفر له وارحمه واسكنه فسيح جناته، آمين۔**

جنازہ وتدفین:

وفات کے اگلے دن ۴رفروری ۲۰۱۷ءکوبعدنمازظہر آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی، جس میں عقیدت مندوں سمیت علماء ودعاۃ، طلبائے مدارس اوردینی وعلمی تنظیموں کے ذمہ داران کا ایک جم غفیرتھا،نماز جنازہ میں جھنڈانگر کے مضافات اور نیپال وہند کے دور دراز اضلاع، شہروں اورخطوں سے بڑی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی، بالخصوص مئو، مبارکپور، لکھنؤ، کانپور، سنت کبیرنگر، مہراج گنج، دہلی، گونڈہ، بستی، بلرام پور، سدھارتھ نگر، روپندیہی دانک اورکپل وستو ڈووغیرہ، جنازہ کی نمازمعروف عالم دین شیخ الحدیث علامہ ومحدث صاحب مرعاۃ المفاتیح علامہ عبیداللہ رحمانی مبارکپوری کے صاحبزادے مولانا عبدالرحمن مبارکپوری حفظہ اللہ نے پڑھائی۔ جنازہ کے بعد آپ کوجھنڈانگر نیپال کے اہل حدیث قبرستان میں دفن کیا گیا۔

اعزازات وانعامات:

موصوف رحمہ اللہ شہرت وناموری کوناپسند کرتے تھےاورآپ کو یہ بات ناپسند تھی کہ آپ کے کارنامے پرآپ کی تعریف

کی جائے ،لیکن ہندو نیپال میں بعض دعوتی وتعلیمی خدمات کی بنا پر آپ کومختلف اعزازات سے نوازا کیا جومختصراً درج ذیل ہیں:

(۱)۱۹۹۷ء میں مرکز التوحید نیپال کی جانب سے آپ کی تدریسی خدمات کے اعتراف میں ایوارڈ سے نوازا کیا۔

(۲)۲۰۰۴ء میں پاکوڑ کی آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس میں آپ کی درس وتدریس اور فتاوی کے لیے آپ کواعزاز سے نوازا کیا۔

(۳)مارچ ۲۰۱۳ء میں جامعہ سراج العلوم جھنڈانگر نیپال کی "مؤتمر الدعوة والتعليم" میں آپ کو "شهادة الشكر والتقدير" عطا کی گئی۔

(۴)المعہد الاسلامی گنجہ اسدھارتھ نگر کی جانب سے ۲۰۱۴ء میں آپ کوایوارڈ سے نوازا کیا۔

(۵)۲۰۱۵ء میں مرکز التوحید نیپال کی جانب سے آپ کومیڈل دیا کیا۔

(۶)دعوت وتبلیغ ،افتاء وقضاء اور تدریس وتربیت کے میدان میں آپ کی خدمات کے اعتراف میں "مركز احياء التعليم والخدمات الانسانية" کی جانب سے ۲۰۱۶ء میں آپ کواعزاز سے نوازا کیا۔

پسماندگان: مولانا موصوف رحمہ اللہ کے پسماندگان میں آپ کے اکلوتے ہونہار فرزند مولانا عبدالمنان سلفی جھنڈانگری اور دو بیٹیاں نیز متعدد پوتے، پوتیاں اور نواسے ونواسیاں ہیں۔اللہ تعالی پسماندگان کوصبر وتحمل کی توفیق دے اور آپ کوکروٹ کروٹ جنت نصیب کرے،آمین۔

اللهم اغفر له وارحمه رحمة واسعة، آمين۔

مآخذ ومصادر

(۱)چمنستان حدیث(سلسلہ تاریخ اہل حدیث ۵)

(۲)ماہنامہ''السراج''فروری ۲۰۱۷ء۔

(۳)پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی ۱۵-۱۶/اکتوبر ۲۰۰۴ء۔

(۴)مولانا عبدالمنان سلفی جھنڈانگری

(۵)اخبار''پیغام مادر وطن''دہلی روزنامہ ۴/فروری ۲۰۱۷ء۔

(۶)ذاتی معلومات

☆☆☆

شعروسخن

یہی ہم نوا یہی ہم سخن یہی ہم نشاں یہی ہم وطن
مری شاعری ہی بتائے گی مرا نام کیا ہے پتہ ہے کیا؟
(کلیم عاجز)

ثنائے رب دوجہاں

مناجات در بارگاہ ربانی

عطاء اللہ حیدرؔ عبد اللہ سدھارتھ نگری

جمال فکر دے انوار پارسائی دے
مرے خدا مجھے انداز دلربائی دے

میں حرف حرف امانت ہوں تیرے دیں کے لیے
مرے قلم میں صداقت کی روشنائی دے

اندھیری رات ہے ہر سو لہو لہو ہے سحر
دلوں کو امن ومحبت سے آشنائی دے

گناہگار ہوں لیکن ہوں تیرے بندوں میں
مری زباں کو بھی توفیق حق نوائی دے

تیرے خیال کی خوشبو رہے مرے دل میں
اور دھڑکنوں میں ترا نام ہی سنائی دے

تو ہے اکیلا بلاؤں کو ٹالنے والا
تمام خلق تری ذات کی دہائی دے

سجا دے عزم کے جوہر سے میری ہستی کو
مری نگاہ کو منزل سے آشنائی دے

یہ بدعتوں کا اندھیرا ہے راہ جنت میں
تو سنتوں کی ضیاء دور سے دکھائی دے

نواز غیرت ایمان قلب حیدرؔ کو
مجھے تو اپنے ہی در کی فقط گدائی دے

قبلۂ کون ومکاں

حمد باری تعالیٰ

شہاب الدین ثاقبؔ کمال الدین ایس نگری

وہی ہے مارتا سب کو وہی جلاتا ہے
دہکتے شعلوں کو ٹھنڈا وہی بناتا ہے

میں اس کے در کے سوا کیوں کسی سے کچھ مانگوں
مرے خدا کے سوا کیا کوئی بھی داتا ہے؟

کسی بھی در پہ جھکاکے تو اپنی پیشانی
کیوں اپنے آپ کو دوزخ میں تو جلاتا ہے

نکال دیتا ہے مجھ کو ہر ایک مشکل سے
مصیبتیں وہی دیتا وہی ہٹاتا ہے

تمام خلق کا رازق وہی تو ہے ثاقبؔ
تمام خلق کو تنہا وہی کھلاتا ہے

غزل

عطاء اللہ حیدرؔ عبداللہ سدھارتھ نگری

ظالم کی کسی طور حمایت نہیں کرتے
ہم اہل قلم جرم بغاوت نہیں کرتے

دیتے ہیں لہو شوق سے ارباب چمن کو
لاشوں پہ مگر جھوٹی سیاست نہیں کرتے

''ہم'' دین محمد کے وفا دار سپاہی
کٹ جاتے ہیں ایماں کی تجارت نہیں کرتے

تاریخ بھی لکھتے ہیں سدا خون جگر سے
غیروں کی طرح صرف حکایت نہیں کرتے

گرداب وفا ہو کہ ہو دشمن سے تصادم
ہم اپنے اصولوں سے بغاوت نہیں کرتے

انصاف کے میزان میں رکھتے ہیں سبھی کو
اپنوں کے لیے کوئی رعایت نہیں کرتے

ایسے ہی امیروں کی خدا قدر کرے گا
خیرات جو کرتے ہیں اشاعت نہیں کرتے

چھپ جائے کسی دن جو مقدر کا ستارہ
ارباب ہنر حرف شکایت نہیں کرتے

حیدرؔ کے سخن میں ہے زمانوں کی کہانی
ہم امن کے شیدا ہیں، عداوت نہیں کرتے

فکر سخن اں

ہم دین کے سپاہی سارا جہاں ہمارا

خدا خیر کرے

فراز زریاؔب کانپوری رف۲

یہ سرزمیں ہماری یہ آسماں ہمارا
ہم دین کے سپاہی سارا جہاں ہمارا

لات ومنات وعزیٰ سب مٹ گئے جہاں سے
باقی ہے اور رہے گا پیہم خدا ہمارا

سر اپنا ہم کٹا دیں راہ خدا میں لیکن
ایماں پہ حرف آئے ہم کو نہیں گوارہ

توحید کے ہیں داعی ڈرتے نہیں کسی سے
ٹکرایا کر جو باطل کردیں گے پارہ پارہ

دین محمدی کی فطرت میں ہے بلندی
اب سب پہ ہو رہا ہے یہ راز آشکارا

ایمان دے دے یا رب حضرت بلال جیسا
باطل ہو سر پہ لب پہ توحید کا ہو نعرہ

کھاتے تھے سوکھی روٹی گاتے تھے گن وہ رب کا
کیا خوشنما تھا یاروں غر.بت کا وہ نظارہ

تھے تین سو اور تیرہ بھاری تھے کفر پہ ہم
اب ہیں کروڑوں لیکن باقی نہیں حرارہ

اس رزم گاہ دنیا کی زندگی ہے دھوکا
زریاؔب اب ہے ہم کو بس رب کا اک سہارا

اب اندھیروں کی حکومت ہے خدا خیر کرے
ہم پہ کیسی یہ مصیبت ہے خدا خیر کرے

کل جو مجرم تھے وہی آج بنے ہیں قائد
کتنی گندی یہ سیاست ہے خدا خیر کرے

کیسے گزریں گے یہ ایام پریشانی کے
ایک اک لمحہ قیامت ہے خدا خیر کرے

اہل مغرب کے وفادار بنے ہم .جب سے
کھو گئی اپنی ثقافت ہے خدا خیر کرے

علم کے گہرے سمندر میں ہو اترے لیکن
پھر بھی تائید جہالت ہے خدا خیر کرے

مسلمو! ہوش میں آؤ کہ بہت دیر ہوئی
اپنی خطرے میں سیادت ہے خدا خیر کرے

منتشر یوں ہی رہوگے تو سمٹ جاؤگے
ایک ہونے کی ضرورت ہے خدا خیر کرے

اب مرے پاس سوا اس کے نہیں کچھ زریاؔب
ہاں بس ایمان کی دولت ہے خدا خیر کرے

شب تابِ چراغاں

غزل

ندیم الرحمٰن صادقؔ کلیم اللہ انصاری رف ۳

مرا ہے مشورہ نیچی نگاہ ڈال کے رکھ
لگیں نہ ٹھوکریں تجھ کو قدم سنبھال کے رکھ

یقین جان یہ سودا بڑا نفع دے گا
ید فقیر پہ دو چار دس نکال کے رکھ

تجھے لکھے گا مؤرخ سدا مثالوں میں
تو اپنے آپ میں سارے ہنر کمال کے رکھ

''نہ جانے کون سی مجبوریوں کا قیدی ہو''
غلط خیال برے وسوسے نکال کے رکھ

بھلی ہو بات تو سر چڑھ کے بولنا صاحب
وگرنہ ضبط کے تالے زباں پہ ڈال کے رکھ

ہر ایک موڑ پہ کام آئے گا یہی صادقؔ
تو دل میں جذبۂ ایماں ذرا ابال کے رکھ

غزل

اسد اللہ اسدؔ امواوی

رات مرے گھر میں کوئی چھپ کے شعلہ رکھ گیا
ورنہ کیا جگنو سے جلتے ہیں کسی کے بام و در

یہ حکومت، یہ سیاست، یہ قیادت ہے عجب
راہزن سارے کے سارے بن گئے ہیں راہبر

اس زمانے کی صداقت میں چھپاؤں کس طرح
بھائی بھائی میں عداوت کیا بھروسہ غیر پر

دوسروں پر نکتہ چینی ہے ہمارا مشغلہ
خامیاں ہوں لاکھ خود میں پر نہیں آئیں نظر

اپنے خالق کو بھلا بیٹھا ہے جو، انسان ہے
ورنہ سجدہ ریز ہیں شمس وقمر برگ وشجر

قیمتی نسخہ عطا رب نے ہمیں یہ کردیا
ماں کی خدمت کرکے پالو اپنی جنت اپنے گھر

نفس کا اپنے اسدؔ کر لو ذرا اب احتساب
زندگی کی شام نہ ہوجائے راہ غیر پر

شمع شبستاں

میرادیش

محمد ندیم اختر بن عطاء الرحمٰن ر ک، د

مرا دیش عالم میں سب سے نرالا
بلندی وعظمت میں جیسے ہمالہ

فضائیں یہاں کی سنہری بہت ہیں
ہے ہر ایک سے موسم یہاں کا نرالا

لہو سے چمن کو ہے سینچا ہمیں نے
ہمیں نے کیا اس کی عظمت کو بالا

نہیں دین ومذہب میں تفریق کوئی
نہ شکوہ کسی سے نہ ہے کوئی نالا

عجب پھول کھلتے ہیں میرے چمن میں
مسلماں کوئی بدھ کوئی وید والا

ہے ہر کوئی غم خوار ہمدم یہاں کا
نہ نفرت کسی نے بھی ہرگز ہے پالا

زمیں بھی ہے اس کی بہت خوب ساقی
یہاں گل اگر ہے وہاں بھی ہے لالہ

ندیم ہم نے قربانی دی ہے وطن کو
مگر ہم کو کہتے ہیں غیروں کا پالا

الوداع اے دبستاں

الوداعی نظم

انس عبدالوحید ر ف ۳

میرے پیارے چمن میرے پیارے چمن
چل دیے چھوڑ کر تجھ کو اپنے وطن

علم نبوی کا تو ایک مہتاب ہے
ذرہ ذرہ یہاں تجھ سے شاداب ہے
رحمت رب کا تو ایسا اک باب ہے
عالم رنگ و بو میں تو نایاب ہے

یہ گوارہ نہیں چھوڑ دے تجھ کو من
چل دیے چھوڑ کر تجھ کو اپنے وطن

مثل بلبل یہاں چہچہاتے رہے
تیرے گلشن میں دل کو لبھاتے رہے
رحمت رب سے ہم فیض پاتے رہے
تیری شاخوں پہ ہم لہلہاتے رہے

کتنا گلزار ہے تیرا مشکی بدن
چل دیے چھوڑ کر تجھ کو اپنے وطن

یہ دبستاں ہے اخلاص کا گلستاں
اس چمن میں ہے علم و ہنر کا سماں
علم و حکمت سے لبریز ہے کارواں
ہر گھڑی ہم پہ ہے رب کی رحمت عیاں

یاد رکھنا تو اے لہلہاتے چمن
چل دیے چھوڑ کر تجھ کو اپنے وطن

شان استاذ ہے اپنا علمی نشاں
ان کی تعریف ہم سے ہو کیسے بیاں
جتنے استاد ہیں سب ہی ہیں مہرباں
ان کی شفقت سے مسرور رہتے یہاں

ہم ہوں کیونکر جدا تو ہی بتلا زمن
چل دیے چھوڑ کر تجھ کو اپنے وطن

تیرے گلشن میں پھولوں کی برسات ہو
تیرے دامن میں خوشیوں کی بارات ہو
ہم پہ خالق کی ایسی کرامات ہو
کامیابی مقدر کی سوغات ہو

وقت فرقت ہے اب چلتے ہیں اے چمن
چل دیے چھوڑ کر تجھ کو اپنے وطن

☆☆☆

مرکز ہنرو راں

اہل سنت کے لیے ہے ارمغاں دار العلوم

(جامعہ سلفیہ مرکزی دار العلوم کے نام......)

حسن فضل حق مبارکپوری

سنت و قرآن کا ہے پاسباں دار العلوم
ہے حدیث مصطفیٰ کا ترجماں دار العلوم

گوشے گوشے میں ہے روشن فکر وفن کا اک چراغ
علم و حکمت کی ہے شمع ضو فشاں دار العلوم

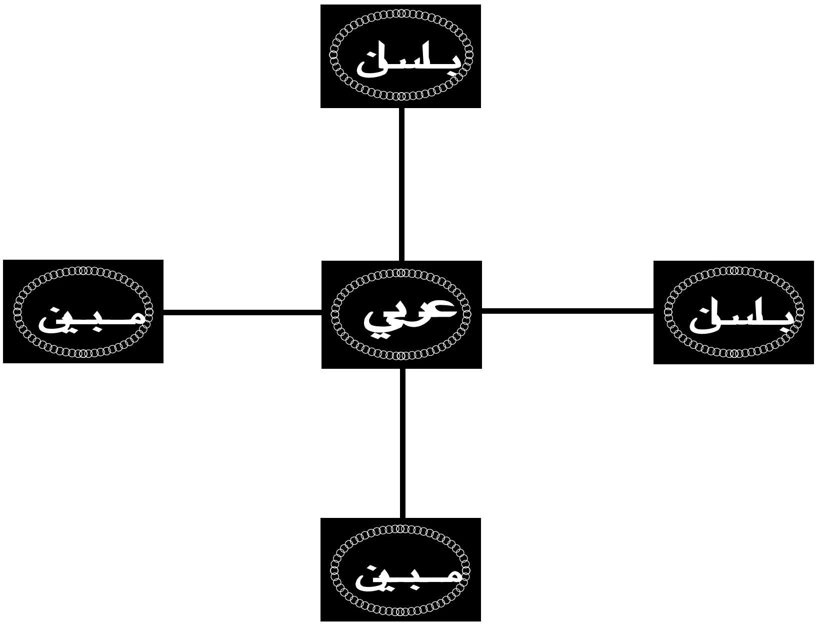
دعوت توحید جو مردہ تھی ارض ہند میں
پھر سے زندہ کر رہا ہے وہ سماں دار العلوم

شرک و بدعت کے اندھیروں میں یہ خورشید ہدیٰ
ہے حقیقت میں حرا کا اک نشاں دار العلوم

بت پرستوں ، بت کروں کے شہر کاشی میں حسنؔ
اہل سنت کے لیے ہے ارمغاں دار العلوم

☆☆☆

بسم الله الرحمن الرحيم



رأيت العلم صاحبه كريم ... ولو ولدته آباء لئام

وليس يزاله يرفعه إلى أن ... يعظم أمره القوم الكرام

ويتبعونه في كل حال ... كراعي الضأن تتبعه السوام

فلولا العلم ما سعدت رجال ... ولا عُرف الحلال ولا الحرام

(الإمام الشافعي)

محتويات العدد

القول الحسن

أنا المنار

عبد الرحمن عبد الرزاق
السنة الأولى لكلية الدعوة وأصول الدين

الحمد لله الذي بيده الملك وهو على كل شيء قدير، والذي أنشأنا وجعل لنا السمع والبصر والأفئدة والذي ذرأنا في الأرض وإليه نحشر والصلاة والسلام على رسوله الكريم المشرف بالشفاعة في يوم القيامة والمخصوص ببقاء شريعته إلى يوم الساعة وعلى آله الأبرار وأصحابه الأخيار وأتباعه الأطهار صلاة باقية ما دام ليل يعقبه نهار.

أنا المنار أحمد الله الذي جل عن التشبيه والمثيل والند والنظير وأرسل محمدا رسولا ترك أمته المحجة البيضاء ليلها كنهارها، والذي أتاح لي قوة النطق بالحبر مستعينا بالقلم وجعل الدارسين في قرة عيني.

أنا المنار، أنا غير ناطق، وأنا لا أبكم ولكن سكوتي ساقط في قلوب الناس وأثره، خطواته يخطوها في حياته، أنا لست قائلا بالنفس ولا قادرا عليه ولكن أتشكل صوتا واصلا إلى الآذان، إذا يفوه فم الناس ويقرأ ما في صدري. أنا طيب طيب ينفح شمي لمن يشم شميما طلب العلم اتباعا وحصولا. أنا صوت قلوب الطلاب قيد في سجن الأسطر. وأنا حلو ما يخطر في البال، بل أولى الأحلام والنهى ولا أضغاث الأحلام. أنا هاتف يهتف بحيلة القرآن والحديث إجمالا للإسلام، وأنا دوي الدين القيم، قيّمه الله ووفق الله له ونحى به النبي الكريم صلى الله عليه وسلم على الناس وزينه بأعماله وأفعاله وأقواله، لا يفهم ولا يسمع إلا من مقربته ولج في أحشائه، إلا أن نوره تلحظه العيون. أنا صاحب المصلح والنصح، ضحي بالغة إلى يوم يكشف عن ساق. أنا سطور ما سطرها الإخوان تتكاتف وتتعاون حتى تنجح في القيام بالمقالة المحشوة بالأنوار منيرة القلوب والحويصلات.

أنا المنار أنا أزاحم الخسيين من عمري. وأنا كبرت ولكن لضعف العجور ما يحلى بجسمي لأنني من جنس الصحيفة لا من الحيوان. أنا سلفي المنهج، صالح المجتمع، ألباني التحقيق، بخاري التثقيف، تيمي الاحاطة بالعلوم والفنون، مسلمي الترتيب، محجتي محجة السلف الصالحين وأسلك فيها وأنا منور نوري منورها وصدقها لمن ينظر اليها نظر الريب والشك وما أطلق عليها بناءا على الخطأ والكذب يظهر من العداوة والتقليد التي عم وقصد الهلاك سنن النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه ومن تبعهم من السلف والخلف.

أنا المنار! أنا منبع له العيون، عيون العلوم المختلفة تنبع عن القرآن والسنة أنهارها تسرب الى أنحاء معاملات الحياة، وتسب الى أرجائها لإرواء الأرضين إبعاد غلة الأواريين وبرحمة الله اخضرت نباتها وتخصب في المستقبل أيضا ان شاء الله وانتصرت مزارعها وتمرع الى الأيام القادمة مع تزايد من الدعاة إتعاب نفوسهم ومعاناة أجسامهم في الدعوة الى الله والارشاد الى الهدى.

أنا المنار! أنا النهر لا !لا ! بل الأنهار، أنهار القرآن والحديث بلون العقيدة وبلون الأوضاع الراهنة مع بيان أسباب الانحطاط والنمو للمسلمين فيها، وماء الأنهار يتلون أحيانا بلون الغزو الفكري مع الإشارة الى واجبات المسلمين بمناسبة أعداد أعدائهم، وبلون يأخذ جانب الطالب وبوشح آدابه في بحث العلوم وقواعده في ضماره، ووشاتي بهذه الألوان ومشيدتي بها تظهر استعانا بلغة القرآن ولغة الوطن — الهند — وبلغة المستعمرين.

أنا المنار! الظلمات أعدائي، والضلالة من خوفي الى المفر، أنا في فروة النور يمتزج بأجزاء النفس رقة ويختلط بالحويلات دقة اذا انتضى خط صباحي وبرز جيش صباحي فوافت شمس الظلام غروبها، وأنا كفتني للسن أشد رحلي حمله القرآن والحديث لكل عملية وأركض طرفي لكل غواية حتى يتصالح النهار بجانب الليل، ويبقى وجه النهار ويخضر جانبه وأثبت السكين في البطن بطن الضلالة وعدم النور، وآخذ طريقها وأنتهب مسافته واستأصل شأفته حتى صار الطريق صافيا، ويلمع كلامع الثريا في الليل قد لكفهر، أنا وفد النهار وبريده

وسلعدعلى هلى الجوع جوع للهداية وطريده ومنافح الهمج همج نور لايمان ولاعتقادعلى الله.

أنا المنل! أنا النور وثمر أقلام أربلب البولعة وفرسان البيولعة النين قلوبهم منورة بنور القرآن والسنن المحمدية وأرغى لدى المصباح وأثغى عند الرواح: أنا المنل كالإسمى فيّ المنبر وفي علويّ مشعل ضوء ه لإسلام. أزحم طريق العصاة طريقا يذهب بهم إلى الغواية لهنيهة وأبين أمامهم حقائق الدنيا وأشنق ستار التلك عن لآخرة وأصب في قلوب أصحاب الظلمات أن هذه الدنيا مجموعة بعض السنوات فقط ومأواهم لأبدي بعد الموت البتة، حتى أقلع آثار الظلم وأمارات الكفر قلع المضغة من نفوسهم، إلى أن تصبح أنقى من الراحة، وأعرى من صفحة الوليد وأصفى من الثلج البرد، وأنا آخذ بيد رجل يسيرة في ليلة يضل فيها الوطواط ولا يصو فيها الغطاط لاسانح إلا النار ولا بارح لا جنهم، حتى آتى به إلى النور والحق يبعد عنه ما اختلف الدين المحمدي.

هذه أوصافي لا! لا! بل أخيارى أيضا، لا أجاوزها املكم منتفخا فى إهابى ولا اتطاول اليكم لإتصافي بهذه بطرف قدمائي صلفا ولف قدحشي أنفاه بل اجلب تطوركم إلى ما يفيدكم ويذهب بكم إلى طريق سمى بالصراط المستقيم، ولكى تعلموا الجامعة السلفية وأفعالها وكرامها لا بالكمال بل هذه ربعها، لا، خمسها لا! لا! بل ثمنها لا، بل أقل منه، اعلموا، هذه وحيدة دهرها وفريدة عصرها في أرض شبه القارة الهندية وفى العالم هى من لأوائل.

فالرجاء منكم يا قراء أن تدعوا لى ولسيدتي — الجامعة السلفية — التي تربيني من ولادتي حتى بلغت إلى أشدي ولكن إلى الآن بعد مالا تكلني، أن أبقى وتبقى هذه إلى ما يجرى نهر غنغا في أرض الهند ويذهب قطب منار فى سمائه. وأخيرا أدعو لربتي وأمي أيضا الجامعة السلفية رعاك الله يا أمي حفظك الله لأن حفظك حفظي ووثبتك الله لأن ثبوتك ثبوتي وبقائك بقائي، آمين.

☆☆☆

قطف الفنن

أهمية اللغة العربية وخصائصها

محمد بكر بن أبو بكر
السنة الثانية للفضيلة

تعتبر اللغة وسيلة للتفاهم والتخاطب والتعبير عن ما تكنه النفس البشرية وعما يحمله الانسان من عواطف ومشاعر تجاه الآخرين والأشياء فهي رأس مطالع العلوم، فقد قيل: "مطالع العلوم ثلاثة: قلب مفكر، ولسان معبر، وبيان مصور"(١) ينقسم الرجال باعتبار الجود إلى ثلاثة: "رجل بنفسه، ورجل بلسانه، ورجل بماله. (٢) فكان اللسان أحد مطالع الجود، ولهذا كان الكلام أداة السحر البياني، وقد وفق الشاعر الجاهلي ان جعل الكلام نصف الحياة الانسانية أو أحد أجزائها الثلاثة فقد قال: لسان الفتى نصف ونصف فؤاده، فلم يبق إلا صورة اللحم والدم(٣) وبالعبارة الجزلة الجميلة المؤثرة تصدر عواطف وتجمع شتات قلوب متفرقة، ويجمع بها وعليها كلمة الحق والخير، ومن خلال اللغة يسطر ويدون ما يراد، ويكتب بحروفها الآثار والمحامد، والمحاسن والفضائل، وبها تتغذى القلوب والأبصار، وتسجل بها العلوم والتاريخ بما تحمله من معاني وأفكار والهام وقد قيل في اللغة "عنان كل صيانة، وزمام كل عبارة، وقسطاس يعرف به الفضل والخير، وميزان تعرف به الزيادة والنقصان، به يعرف ربوبية الرب وحجة الرسل". (٤)

وقد اهتم سلف الأمة باللغة العربية وعلومها في أنفسهم أولا، وبتربية أبنائهم عليها ثانيا، فقد كتب عمر إلى أبي موسى رضي الله عنهما: أما بعد فتفقهوا في السنة، وتعلموا العربية،

---

(١) عين الأدب والسياسة، أبو الحسن علي بن عبد الرحمن ص (٤٨)

(٢) المرجع السابق (٨٧)

(٣) محمد مبارك، فقه اللغة وخصائص العرب.

(٤) نزهة الظرفاء وتحفة الخلفاء (٥٤) الغساني.

وروي أنه قال: رحم الله امرأ أصلح من لسانه (١) وقد قيل في شأنها:

رأيت لسان المرء آية عقله ... وعنوانه فانظر بماذا تعنون
ولا تعد إصلاح اللسان فإنه ... يخبر عما عنده ويبين
ويعجبني زي الفتى وجماله ... فيسقط من عيني ساعة يلحن

وكان اللحن مثلبة من مثالب الفتى، لا يرتقي في أعين ذوي الألباب ولا النهى حتى يحسن من لسانه، قال ابن الأنباري: "وكيف يكون الخطأ في الكلام مستحسنا والصواب مستهجنا والعرب تقرب المعربين، وتنقص اللاحنين وتبعدهم، فعمر بن الخطاب رضي الله عنه يقول لقوم استقبح رميهم ما أسوء رميكم فيقولون: نحن قوم متعلمون، فيقول: لحنكم أشد علي من فساد رميكم، سمعت رسول الله ﷺ يقول: "رحم الله امرءا أصلح من لسانه" (٢) ويعتبر اللحن شنيعا خاصة في طبقة المتعلمين، يقول شعبة: "مثل الذي يتعلم الحديث ولا يتعلم النحو مثل البرنس لا رأس له" وقال المأمون لأحد أولاده وقد سمع منه لحنا ما على أحدكم أن يتعلم العربية، فيقيم أوده، ويزين بها مشهده، ويفل بها حجج خصمه بمسكتات حكمه، ويملك مجالس سلطانه بظاهر بيانه، أو يسر أحدكم أن يكون لسانه كلسان عبده، أو أمته فلا يزال الدهر أسير كلمته. (٣)

وفي عصرنا ازداد الجهل بقواعد اللغة وبآدابها وعلومها وفنونها، وبما أخذت اللغات الأجنبية عناية تربوية تفوق العناية بالعربية، وهي شكوى قديمة الأثر، يقول الإمام الشافعي رحمه الله: "ما جهل الناس ولا اختلفوا إلا لتركهم لسان العرب، وميلهم إلى لسان أرسطاطاليس". (٤)

واللغة العربية لها قيمة ومنزلة تربوية عظيمة، انبثقت من مكانتها العظيمة التي اختصت

---

(١) بهجة المجالس وأنس المجالس، ابن عبد البر: (١/٦٤)
(٢) المرجع السابق (١/٦٤)
(٣) ابن دريد الأزدي، الملاحن ص (٧٢)
(٤) سير أعلام النبلاء (١٠/٧٤)

بها وتميزت، ومن تلك الخصائص التي انفردت بها عن لغات الدنيا قاطبة ما يلي:

١- أنها لغة القرآن الكريم التي وسعت كتاب الله لفظا وغاية قال تعالى: ﴿إنا جعلناه قرآنا عربيا لعلكم تعقلون﴾(١)

وكثير من قضايا الحياة تتوقف على فهم النصوص الشرعية فهما صحيحا دقيقا. ولذلك عنى علماء الشريعة بكثير من الألفاظ ودلالتها وبحثوا في العام والخاص والحقيقة والمجاز والمشترك والمترادف مع أنها من مسائل علم اللغة، لأن استنباط الأحكام من النصوص منوط في كثير من الأحيان بتحديد فهم المسائل اللغوية وتمحيصها وتحليلها.(٢) يقول شيخ الإسلام ابن تيمية: "فإن نفس اللغة العربية من الدين ومعرفتها واجب فإن فهم الكتاب والسنة فرض، ولا يفهم إلا بفهم اللغة العربية. وما لا يتم الواجب إلا به فهو واجب.(٣)

٢- أن اللغة العربية هي لغة نبينا محمد ﷺ ولغة أصحابه رضي الله عنهم، وقد اعتنوا بها عناية كبيرة، وهي الوعاء الذي نقل الدين به إلينا فسجل حديث رسول الله ﷺ باللغة العربية، وكتب الفقه وعلومه بها ولما تقرر أن فهم الدين منحصر على فهم اللغة العربية وفهمه يعتمد على معانيها ودلالاتها فقد وجب الحرص الشديد والتمهر في اللغة لأن المرء إذا أخفق في فهمها عجز عن فهم معانيها ودلالاتها وربما رفع المنصوب ونصب المرفوع، يقول الكسائي رحمه الله(٤):

إنما النحو قياس يتبع	وبه في كل أمر ينتفع
وإذا ما أبصر النحو الفتى	مر في المنطق مرا فاتسع
وإن لم يعرف النحو الفتى	هاب أن ينطق جبنا بالقمع
يقرأ القرآن لا يعلم ما	صرف الإعراب فيه وصنع

---

(١) سورة الزخرف: (٣)

(٢) محمد المبارك: فقه اللغة وخصائص العربية.

(٣) أبو عبد الله الجراح: الورقات ص (٢٦، ٢٧)

(٤) محمد صالح الشنقيطي، المهارات اللغوية ص (٥٢)

فتراه يخفض الرفع وإن كان من نصب ومن خفض رفع

٣- أنها اتصفت بالاعتدال في عدد حروف كلماتها، فأكثرها وضعت على ثلاثة أحرف، وقليل منها أصله رباعي أو خماسي، لئلا يطول النطق ويعسر في حين خرجت بعض اللغات الأخرى عن الاعتدال (١) وفي هذا الاعتدال جوانب تربوية تعليمية مهمة حيث تساعد متعلمها على إدراكها وفهمها، ويسهل عليه نطق كلماتها.

٤- ومن خصائص اللغة العربية اتساع معجمها اللفظي، فللمعنى الواحد ألفاظ متعددة فإذا تعسر على المتكلم لفظة يأتي بمرادفها سواء كان مصدر التعسر النسيان، أو عدم القدرة على نطق بعض الحروف (٢) وتلك منقبة تربوية لهذه اللغة، إذ تجعل المتكلم بها شجاعا في خطابه بقدر سعة إلمامه بمفرداتها، فلا يصاب التلعثم ولا النسيان، وتزيد الخوف عمن يصعب عليه نطق بعض الحروف حيث من مقدوره أن يعمد إلى مترادفاتها التي خلت مما يعجز عن لفظه من الأحرف.

٥- عذوبة اللغة العربية وجمال ألفاظها وحسن تركيب عباراتها على مستوى الجمل أو على مستوى مكونات الكلمة من الحروف، فمن يتتبع تراكيب هذه اللغة ويتدبر في أثر الأسباب اللسانية فيها، لا يجد كلاما يعدل كلام العرب في العذوبة والبيان وفي الاختصار، ونهج التأليف بين حروف الكلمة الواحدة.(٣)

فصفات الحروف يجمعها قبيلان: المصمتة والمذلقة، فالمذلقة ستة أحرف: (ب، ر، ف، ل، م، ن) وهي أخف الحروف، وأسلها وأكثرها امتزاجا بغيرها لسرعة النطق بها، ولذلك كان لا بد في كل كلمة على أربعة أحرف أو خمسة، أن يكون فيها مع الحروف المصمتة حرف من الحروف المذلقة، لتعادل خفة المذلق ثقل المصمت.

☆☆☆

---

(١) المهارات اللغوية (٥٣)

(٢) مصطفى صادق الرافعي: تاريخ آداب العرب (١/٨٧)

(٣) مقدمة جمهرة العريص (٧)

مقالة المحرر

زلة العالم تهدم الإسلام

توصيف عالم رئيس الدين
السنة الثانية للفضيلة

إن الحمد لله نحمده ونصلي على رسوله الكريم، أما بعد:

إن لكل جواد كبوة، ولكل نار خبوة، ولكل لسان هفوة، ولكل عالم زلة لخفاء الدليل عليه ولعدم علمه فيه، فزلته تهدم الإسلام، وتشتت الأنام وتحل الحرام إذا وقعت في يد المبتدعة المتربصة بزلات العلماء، فإذا صدرت طاروا بها فرحاً لتمرير بدعاتهم وتأييد انحرافاتهم، حالهم كما قيل:

إن يسمعوا ريبة طاروا بها فرحاً ... مني وما سمعوا من صالح دفنوا

صم إذا سمعوا خيراً ذكرت به ... وإن ذكرت بشر عندهم أذنوا

قال الإمام الشوكاني — رحمه الله —: "وقد جرت قاعدة أهل البدع في سابق الدهر ولاحقه بأنهم يفرحون بصدور الكلمة الواحدة عن عالم من العلماء ويبالغون في إشهارها وإذاعتها فيما بينهم، ويجعلونها حجة لبدعتهم، ويضربون بها وجه من أنكر عليهم". (١)

التحذير من زلة العالم:

ولهذه الحال أعرب النبي ﷺ عن الخوف من زلة العالم وحذر منها الصحابة والأئمة في حياتهم، فعن ابن عباس: "ويل للأتباع من عثرات العالم قيل: كيف ذلك؟ قال: يقول العالم شيئاً برأيه، ثم يجد من هو أعلم برسول الله منه، فيترك قوله ثم يمضي الأتباع. (٢)

وعن زياد بن حدير قال: قال لي عمر: "هل تعرف ما يهدم الإسلام؟ قال: قلت: لا، قال: يهدمه زلة العالم، وجدال المنافق بالكتاب، وحكم الأئمة المضلين". (٣)

(١) أدب الطلب ومنتهى الأدب (الشوكاني)، ص ٤٣. (٢) جامع بيان العلم وفضله: ٢/٩٨٤، ح: ١٨٧٧.

(٣) مسند الدارمي ح: ٢١٤، ٦٤٩، صحح الألباني.

وعن معاذ أنه قال، كيف تصنعون بثلاث دنيا تقطع أعناقكم وزلة عالم وجدال منافق بالقرآن، فأما العالم فإن اهتدى فلا تقلدوه دينكم وإن افتتن فلا تقطعوا منه إياسكم، فإن المؤمن يفتتن ثم يتوب، وأما القرآن فإن له منارا كمنار الطريق فلا يخفى على أحد فما علمتم منه فلا تسألوا عنه أحداً، وما لم تعلموا فكلوه إلى عالمه، وأما الدنيا فمن جعل الله غناه في قلبه فقد أفلح ومن لا فليس بنافعته دنياه". (١)

وروى مثل هذا عن جمع من الصحابة منهم: تميم الداري وسلمان الفارسي وأبو الدرداء رضي الله عنهم، وما كان هؤلاء الصحابة ليحذروا من زلة العالم إلا لخطرها وشدة الضرر لها وذلك لأن زلة العالم تبقى حتى بعد موته فيحتج بها من قلده فيها، فيبقى الشر بين الناس أمداً طويلاً، ويبقى الحكم مستمراً في زلته، فطوبى لمن مات وماتت معه ذنوبه.

قال الشاطبي رحمه الله: "وقد حذر السلف الصالح من زلة العالم وجعلوها من الأمور التي تهدم الدين، فإنه ربما ظهرت فتطير في الناس كل مطار فيعدونها ديناً وهي ضد الدين فتكون الزلة حجة في الدين. (٢) وقال شيخ الإسلام: "والمفسدات التي تحصل بفعل واحد من العامة محرماً لم يعلم تحريمه ولم يمكنه معرفة تحريمه أقل بكثير من المفسدة التي تنشأ من إحلال بعض الأئمة لما قد حرمه الشارع وهو لم يعلم تحريمه ولم يمكنه معرفة تحريمه، ولهذا قيل: احذروا من زلة العالم فإنه إذا زل زل بزلته عالم". (٣)

وقال ابن القيم رحمه الله: "والمصنفون في السنة جمعوا بين فساد التقليد وإبطاله وبين زلة العالم، ليبينوا بذلك فساد التقليد، وأن العالم قد يزل ولابد، إذ ليس بمعصوم، فلا يجوز قبول كل ما يقوله، وينزل قوله منزلة قول المعصوم، فهذا الذي ذمه كل عالم على وجه الأرض وحرموه، وذموا أهله، وهو أصل بلاء المقلدين وفتنتهم، فإنهم يقلدون العالم فيما زل فيه وفيما لم يزل فيه، وليس لهم تمييز بين ذلك فيأخذون الدين بالخطأ ولابد، فيحلون ما حرم الله،

---

(١) إعلام الموقعين (لابن القيم): ٢/١٦١ (صحيح)

(٢) الاعتصام (للشاطبي): ٢/٣٤٩.

(٣) مجموع الفتاوى: ٢٠/٢٧٤.

ويحرمون ما أحل الله، ويشرعون ما لم يشرع، ولا بد لهم من ذلك، إذ كانت العصمة منتفية عمن قلدوه، فالخطأ واقع منه ولا بد، ومن المعروف أن المخوف من زلة العالم تقليده فيها، إذ لولا التقليد لم يخف من زلة العالم على غيره".(١)

هذه الأقوال والآثار والأحاديث كلها دليل على طلب الحذر من زلات العلماء، فلا بد الحذر منها، لأن العلماء كغيرهم من الناس إنما هم عرضة للخطأ والغفلة والسهو فمن الممكن بل الثابت أن تقع منهم الأخطاء، "كل بني آدم خطاء وخير الخطائين التوابون".(٢)

بيان زلات العلماء وحملها على الخير:

زلة العالم لا تطلع عليها حتى يكشف عنها أهل العلم الراسخون فيه ويبينون خطرها وإن لم تتبع تلك الزلة هلك بها من قلد فيها وعمل بها، لأن الناس يتلقونها بالقبول، ولا يرجعون عنها إذا ما ظهر الدليل على بطلانها، وقد بالغ الأئمة الأعلام في التحذير من متابعة العالم في زلاته وبيان خطرها لما تفضي إليه من الضرر المتعدي والشر الواقع.

فلا بد من ذكر الأخطاء والزلات وعدم الستر عليها تحذيرا للناس وتنبيها لهم، وهذا من المواضع التي يشرع فيها القدح، قال الشاعر:

والقدح ليس بغيبة في ستة   متظلم ومعرف ومحذر
مجاهر فسقا ومستفت ومن   طلب الإعانة في إزالة منكر

ينبني الموقف الصحيح لزلة العالم على أمور ثلاثة وذلك بعد ثبوت كونها زلة، ولا يحكم عليها بذلك لمجرد مخالفتها لما هو مستقر عندنا.

الأول: عدم الاعتماد عليها وترك العمل بها، قال الشاطبي رحمه الله: "إن زلة العالم لا يصح اعتمادها من جهة ولا الأخذ بها تقليدا له، وذلك لأنها موضوعة على المخالفة للشرع ولذلك عدت زلة وإلا فلو كانت معتدا بها لم يجعل لها هذه الرتبة ولا نسب على صاحبها الزلل فيها".(٣)

---

(١) إعلام الموقعين (لابن القيم): ٢/١٧٣.

(٢) مسند البزار: ١٣/٤٥٩، حسنه الألباني في صحيح الجامع، ح: ٤٥١٥.

(٣) الموافقات (للشاطبي) ص/١٣٦.

الثاني: أن تثبت له الأجرة ولا تؤثمه، لقوله عليه الصلاة والسلام: وإذا حكم الحاكم فاجتهد ثم أصاب فله أجران، وإذا حكم فاجتهد ثم أخطأ فله أجر".(١)

الثالث: الاعتدال في الحكم عليه: بحيث لا تسقط مكانته من نفوس الناس ولا تشنع عليه من أجلها، ونلغي ما عنده من العلم وموافقة الحق مع التحذير من الزلة التي وقعت منه وتحذير الأمة من الاغترار بها ومتابعتها. قال ابن القيم رحمه الله: "من له علم بالشرع والواقع يعلم قطعا أن الرجل الجليل الذي له في الإسلام، وأهله بمكان قد يكون منه الهفوة والزلة هو فيها معذور بل مأجور لاجتهاده فلا يجوز أن يتبع فيها ولا يجوز أن تهدر مكانته ومنزلته في قلوب المسلمين".(٢)

ثم إعلم أن الزلات تتفاوت فمنها ما يكون ذا أثر على الناس فيجب في هذه الحالة تحذيرهم من الاغترار بها وليكن هذا التحذير بأسلوب حسن بحيث لا يشعر الناس بالتنقص من هذا العالم ولا يطعن في العالم ولا في رتبته. وأما إن كانت غير مؤثرة على الناس فيجب سترها وإقالة عثرة هذا العالم، لقول على السلام: "من أقال مسلما، أقاله الله عثرته"(٣) فالعلماء لاشك من ذوي الهيئات الذين هم تقال عثراتهم.

أصناف الناس تجاه زلات العلماء ثلاثة:

(١) صنف لا يرى إن هذا العالم صدر عنه أي خطأ فهو يعظمه ويجله ويصوبه الدرجة بأن يجعل سيئاته حسنات.

(٢) صنف يكسو شأن ذلك العالم وعظمته في العلم والمعرفة لمجرد تلك الزلة أو الزلات، فلا يرى له حسنة اطلاقا.

(٣) وصنف وفقه الله وسدده فاتبع الحق وهو العدل، فتراه يعظم من يستحق التعظيم من أهل العلم والدعاة والصالحين ويرد على من يستحق الرد فإنه تكون له الحسنات والسيئات

(١) صحيح البخاري، باب أجر الحاكم اذا اجتهد فأصاب أو أخطأ ح: ٧٣٥٢.

(٢) إعلام الموقعين: ٣/٢٩٥.

(٣) سنن أبي داود ح: ٣٤٥٩ صحح الألباني.

فيمدح كلتيهما ويوالي ويذم ويعادي بحسب ما فيه من الحسنات والسيئات.

طائفة تعظمه فتريد تصويب ذلك الفعل واتباعه عليه، وطائفة تذمه فتجعل ذلك قادحا في ولايته وتقواه، بل في بره وكونه من أهل الجنة بل في إيمانه حتى تخرجه عن الإيمان وكلا هذين الطرفين فاسد. ومن سلك طريق الاعتدال عظم من يستحق التعظيم وأحبه ووالاه وأعطى ذا الحق حقه. فيعظم الحق ويرحم الخلق ويعلم أن الرجل الواحد تكون له حسنات وسيئات فيحمد ويذم ويثاب ويعاقب ويحب من وجه ويبغض من وجه، هذا هو مذهب أهل السنة والجماعة خلافا للخوارج والمعتزلة ومن وافقهم، فويل للأتباع من عثرات العالم الذين يتلقونها في الفور وينشرونها في الأرض بسرعة خوفا أن يرجع ذلك العالم من زلته قبل أن يرد عليه.

العلماء العصر الحاضر:

ما نذكر من حالات علاقة الناس والمبتدعين وتعاملهم مع العلماء من أول يومه تنبيه لعلماء عصرنا الحاضر الذين لهم في الناس مكانة، ولأقوالهم وسلوكهم آثار فيهم، وفي أيديهم أزمة أمورهم روحيا ومعنويا بأن لا يصدروا الفتاوى والشورى الدينية إلا بعد علم ماله وما عليه، لأنهم كالسفينة إذا غرقت غرق معها خلق كثير. قال ربيعة الرأي: "الناس عند علمائهم كالصبيان في حجور أمهاتهم، وما نهوهم عنه انتهوا وما أمروهم به ائتمروا.(١) وقد يكون الأمر بعض الأحيان أمر التحليل بالحرام والتحريم بالحلال من الدم والمال، فصدور الزلات والهفوات بمثل هذا المجال يتسبب بفساد كبير لبقائها دليلا ولكونها حجة للمبتدعين، ولهذا عظم النبي ﷺ أمر العلماء وحذرهم من الخطأ بقوله: "إن الله يغفر للجاهل أربعين ذنبا قبل أن يغفر للعالم ذنبا واحدا"(٢) وليحذر أيضا من هو ليس بأهل للفتوى يفتي، قال ابن القيم رحمه الله: "من أفتى الناس وليس بأهل للفتوى فهو آثم عاص، ومن أقره من ولاة الأمور على ذلك فهو آثم أيضا".(٣)

---

(١) شرح الطحاوية مع تحقيق الألباني ص: ١٠٥، ومقالات الشيخ تقي الدين الهلالي: ٩/ ص ٣٥.

(٢) تاريخ بغداد (للخطيب البغدادي) ١/ ٢٥٣.

(٣) إعلام الموقعين: ص ٧٩.

فعلى العالم أن يكون حذرا فطنا فقيها بأحوال الناس وأمورهم، يوازره فقهه في الشرع، وعلى الرغم من أن كل بني آدم خطاء وخير الخطائين التوابون"(١) فإننا نادرا ما نسمع عن عالم في الزمان اعتذر عن زلاته أو تاب أو عاد إلى الحق، أو اعترف بخطئه على الرغم من أن جريمته كبيرة، لأنه سيتبعه بشر كثيرون، يرونه الإمام والفقيه وهو لا يخطيء وتصير فتاواه دستورا يعيش الناس به، وهذا نجده كثيرا خصوصا فيما يتعلق بأمور النكاح والميراث، وإذا كان لكل عالم هفوة، فهفوة العالم كبيرة، ولا تغتفر إلا إذا طلب هو المغفرة وأقر بخطئه، وليس عيبا أن يرجع العالم عن فتوى أصدرها، أو يعترف بخطأ ارتكبه، أو يعود عن رأي منحرف سالف، أو أن يتشدد في أمر كان ينبغي له أن يكون مبسوط اليد واللسان، فليحذر عن زلة سواء كانت صغيرة أم كبيرة. قال الغزالي رحمه الله: "إن زلة العالم بالذنب قد تصير كبيرة وهي في نفسها صغيرة" وقد أحسن من قال:

أيها العالم ! إياك والزلل ... واحذر الهفوة فالخطب جلل

هفوة العالم مستعظمة ... إن هفا يوما أصبح في الخلق مثل

إن تكن عندك مستحقرة ... فهي عند الله والناس جلل

أنت ملح الأرض ما يصلحه ... إن بدا فيه فساد أو خلل

فالدعاء من الله التوفيق بالحذر من تتبع زلات العلماء والتمسك باللسان من صدور الزلات، الله هو المعين على الخير، وصلى الله على رسوله محمد وسلم.

☆☆☆

---

(١) صحيح ابن ماجه ح: ٣٤٢٨، مسند البزار: ٤٥٩، وحسنه الألباني.

فصاحة ألفاظ السنن

قول النبي ﷺ "ليس منا"

ضياء الرحمن مطيع الرحمن
السنة الثانية للفضيلة

صدرت عن النبي ﷺ الكلمة "ليس منا" في عدة مواضع عدة مرات في عدة أشخاص فما مفهومها؟

قال الإمام البغوي (م٥١٦هـ): لم يرد به نفيه عن دين الإسلام إنما أراد أنه ترك اتباعي إذ ليس هذا من أخلاقنا وأفعالنا أو ليس هو على سنتي وطريقتي. (١)

قال الإمام النووي (٦٧٦هـ): قال العلماء معناه ليس على هدينا وجميل طريقتنا كما يقول الرجل لست مني، وقيل ليس على سيرتنا الكاملة وهدينا، وكان سفيان بن عيينة يكره قول من يفسر "بليس على سيرتنا الكاملة" و يقول: بئس هذا القول يعني بل يمسك عن تأويله ليكون أوقع في النفوس وأبلغ في الزجر والله أعلم. (٢)

قال الحافظ (٨٥٢هـ) في الفتح: ليس منا أي من أهل سنتنا وطريقتنا وليس المراد إخراجه عن الدين، وقيل ليس على ديننا الكامل.....، فإن وقع التصريح بالاستحلال مع العلم بالتحريم أو التسخط مثلا بما وقع فلا مانع من حمل النفي على الاخراج من الدين. (٣)

قال الإمام العيني (٨٥٥هـ): أي ليس من أهل سنتنا ولا من المهتدين بهدينا وليس المراد الخروج به من الدين جملة إذ المعاصي لا يكفر بها عند أهل السنة اللهم إلا أن يعتقد حل ذلك. (٤)

اتضح لنا بالعبارات المذكورة مفهوم قول النبي ﷺ "ليس منا".

فالآن هيا بنا لنعلم من هم الذين قال فيهم رسول الله ﷺ "ليس منا":

---

(١) شرح السنة: ٨/١٦٧. (٢) شرح مسلم للنووي: ١/٣٦٣.
(٣) فتح الباري: ٣/٢٠٩. (٤) عمدة القاري: ٦/١٢٠.

(١) من انطوى على الحقد والضغينة وزين لأحد غير الصالحة وأظهر له غير ما يضمر فقال النبي ﷺ فيه: "من غشنا فليس منا"(١).

الغش نقيض النصح مأخوذ من الغشش وهو المشرب الكدر.(٢)

(٢) من حمل أي نوع من الأسلحة على المسلم أو أشار به إليه فيصدق عليه قول النبي ﷺ: "من حمل علينا السلاح فليس منا"(٣)

(٣) قال النبي ﷺ: "من خبب عبدا على أهله فليس منا ومن أفسد امرأة على زوجها فليس منا"(٤) وفي رواية "من خبب زوجة امرء أو مملوكه فليس منا"(٥) أي خدعها وأفسدها أو حسن إليها الطلاق ليتزوجها أو يزوجها لغيره أو غير ذلك "أو مملوكه" أي أمته، أي: أفسدها عليه بأن لاط أو زنى به أو حسن إليه الإباق أو طلب البيع أو نحو ذلك، "فليس منا" أي من العاملين بشرعنا"(٦)

(٤) من قام بأي فعل من الأفعال الجاهلية فهو أيضا داخل في هذا القول. قال النبي ﷺ: "ليس منا من شق الجيوب وضرب الخدود ودعا بدعوى الجاهلية"(٧) وفي رواية "ليس منا من حلق وسلق وخرق"(٨) قال الإمام النووي: والشق: شق الثوب عند المصيبة، وأما دعوى الجاهلية، فقال القاضي عياض (م٥٤٤هـ): هي النياحة وندبة الميت والدعاء بالويل وشبهه والمراد بالجاهلية ما كان في الفترة قبل الإسلام"(٩)

قال ابن الأثير (٦٠٦هـ) في معنى الحالق: من حلق شعره عند المصيبة إذا حلت به وقيل: أراد به التي تحلق وجهها للزينة.

(١) صحيح مسلم: ١٠١، مسند أحمد: ٦٧٧٤/١١، أبوداود: ٣٤٥٢، الترمذي: ١٣١٥، ابن ماجه: ٢٢٢٤.
(٢) شرح السنة: ١٦٧/٨.
(٣) صحيح البخاري: ٧٠٧٠صحيح مسلم: ١٠٠، أحمد: ٦٧٢٤/١١.
(٤) شعب الإيمان: ٥٠٤٩/٧، سنن الكبرى للبيهقي: ١٣/٨، الصحيحة: ٣٢٤.
(٥) أحمد: ٢٢٩٨٠/٣٨، أبوداود: ٥١٧٠، ابن حبان: ٤٣٦٣، قال الأرنوؤط: إسناده صحيح.
(٦) عون المعبود: ٤٢٩/٨.
(٧) صحيح البخاري: ١٢٩٨، صحيح مسلم: ١٠٣، أحمد: ٤١١١/٧، النسائي: ١٨٦٢.
(٨) صحيح مسلم: ١٠٤، أحمد: ١٩٥٣٥/٣٢، سنن الكبرى للنسائي: ١٩٩٢، مسند الطيالسي: ٥٠٧، مصنف ابن أبي شيبة: ١١٤٥٣، مشكل الآثار: ١٢٣٣.
(٩) شرح مسلم للنووي: ١٥٩/١، ٣٦٥.

سالق: أي رفع صوته عند المصيبة.(١) خرق: أي شاق الثياب وكل ذلك من صنيع الجاهلية.(٢)

(٥) من تشبه بغيرنا من اليهود والنصارى في العادات واللباس وغيرها. قال رسول الله ﷺ فيه: "ليس منا من تشبه بغيرنا لا تشبهوا باليهود والنصارى فإن تسليم اليهود الإشارة بالأصابع وتسليم النصارى الإشارة بالأكف".(٣)

قال الشيخ عبد الرحمن المباركفوري: "ليس منا" أي من أهل طريقتنا ومراعي متابعتنا والمعنى لا تشبهوا بهم جميعا في جميع أفعالهم خصوصا في هاتين الخصلتين ولعلهم كانوا يكتفون في السلام أو رده أو فيهما بالإشارتين من غير نطق بلفظ السلام الذي هو سنة آدم وذريته من الأنبياء والأولياء قال النووي: لا يعارض هذا (يعني حديث جابر هذا) حديث أسماء بنت يزيد: "مر النبي ﷺ في المسجد وعصبة من النساء قعود فألوى بيده بالتسليم"(٤) فإنه محمول على أنه جمع بين اللفظ والإشارة وقد أخرجها أبو داود من حديثها بلفظ: "فسلم علينا"(٥) انتهى. والنهي عن السلام بالإشارة مخصوص بمن قدر على اللفظ حسا وشرعا وإلا فهي مشروعة لمن يكون في شغل يمنعه من التلفظ بجواب السلام كالمصلي والبعيد والأخرس وكذا السلام على الأصم.(٦)

(٦) من تشبه بالرجال من النساء أو عكسه، قال رسول الله ﷺ فيه: "ليس منا من تشبه بالرجال من النساء ولا من تشبه بالنساء من الرجال"(٧)

قال الطبري (٣١٠هـ): المعنى لا يجوز للرجال التشبه بالنساء في اللباس والزينة التي تختص بالنساء ولا العكس".(٨)

---

(١) النهاية ص: ٢٢٦، ٤٤٠.

(٢) إنجاز الحاجة على شرح ابن ماجه لمحمد علي جانباز: ٥/٤٥٣.

(٣) الترمذي: ٢٦٩٥، المعجم الأوسط للطبراني: ٨/٧٣٧٨ صححه الألباني رحمه الله.

(٤) الترمذي: ٢٦٩٧ صحيحه الألباني رحمه الله.

(٥) أبو داود: ٥٢٠٤، ابن ماجه: ٣٧٠١ صححه الألباني رحمه الله.

(٦) تحفة الأحوذي: ٧/٣٩٢–٣٩٣.

(٧) أحمد: ١١/٦٨٧٥، حلية الأولياء: ٣/٣٢١، الضعفاء للعقيلي: ٢/٢٣٢، قال الأرنووط: مرفوعه صحيح وله شاهد من حديث ابن عباس عند البخاري: ٥٨٨٥.

(٨) ذكر الحافظ قوله في فتح الباري: ١٠/٤٠٩.

(٧) قال النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ليس منا من لم يرحم صغيرنا ويوقر كبيرنا"(١) أي لا يكون من أهل الرحمة لأطفالنا ولم يعرف شرف كبيرنا سنا أو علما.(٢)

(٨) من أتى كاهنا أو اتخذ حرفة الكهانة أو تشاءم أو سحر أو سحر له فقال فيه النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ليس منا من تطير أو تطير له أو تكهن أو تكهن له أو سحر أو سحر له"(٣).

تكهن: قضى له بالغيب، قال ابن الأثير: "الكاهن الذي يتعاطى الخبر عن الكائنات في مستقبل الزمان ويدعي معرفة الأسرار"(٤).

تطير: معناه تشاءم، إن العرب كان من شأنها عيافة الطير وزجرها والتطير ببارحها ونعيق غرابها وأخذها ذات اليسار إذا أثاروها فسموا الشؤم طيرا وطائرا وطيرة لتشاؤمهم بها".(٥)

(٩) قال النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "من حلف بالأمانة فليس منا"(٦) أي من ذوي أسوتنا بل هو من المتشبهين بغيرنا فإنه من ديدن أهل الكتاب ولعله أراد به الوعيد عليه، قاله القاضي.(٧)

قال في النهاية: "يشبه أن تكون الكراهة فيه لأجل أنه أمر أن يحلف بأسماء الله وصفاته والأمانة أمر من أموره فنهوا عنها من أجل التسوية بينها وبين أسماء الله تعالى"(٨)

(١٠) من قرأ القرآن ولم يستغن به عن غيره أو لم يحسن صوته بقراءته حسب الاستطاع فينطبق عليه قول النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عن عبد الله بن أبي مليكة قال قال النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ليس منا من لم يتغن بالقرآن، قال قلت لابن أبي مليكة: يا أبا محمد أرأيت إذا لم يكن حسن الصوت؟ قال يحسنه ما استطاع"(٩) قال سفيان بن عيينة "يعني يستغنى به أي من لم يستغن بالقرآن

---

(١) أبو داود:٤٩٤٣، الترمذي:١٩١٩، الأدب المفرد:٣٥٨، المستدرك للحاكم:٢١٦ صححه الألباني رحمه الله.

(٢) تحفة الأحوذي:٦/٤٠.

(٣) حلية الأولياء:٤/١٩٥، المعجم الأوسط للطبراني: ٤٨٤١، الصحيحة:٢١٩٥.

(٤) تاج العروس:٣٦/٤٠—٤١.

(٥) تاج العروس:١٢/٢٣٨.

(٦) أبو داود:٣٢٥٣، المستدرك:٧٨٨٦، ابن حبان:١٣١٨ صححه الألباني رحمه الله، الصحيحة:٩٤.

(٧) ذكر الشيخ العظيم آبادي قوله في شرحه "عون المعبود":٦/١٥٦.

(٨) النهاية في غريب الحديث ص:٤٨.

(٩) أبو داود: ١٤٦٩، ابن ماجه: ١٣٣٧، مسند الحميدي: ٧٦، مسند القضاعي، ١١٩٤، المستدرك: ٢١٣٧ صححه الألباني رحمه الله.

عن سواه".

قال الخطابي (٣٨٨هـ): هذا يتأول على وجهين: أحدهما: تحسين الصوت، والوجه الثاني: الاستغناء بالقرآن عن غيره".(١)

(١١) قال رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "من ادعى ما ليس له فليس منا"(٢).

وفي هذا الحديث تحريم دعوى ما ليس له في كل شيء"(٣).

(١٢) قال صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فيمن وجد حية ولم يقتلها.

قال النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "فمن وجد ذا الطفيتين والأبتر فلم يقتلهما فليس منا"(٤) قال الإمام البغوي (٥١٦هـ): أراد بذي الطفيتين الحية التي في ظهرها خطان، والأبتر: القصير الذنب.(٥)

(١٣) قال النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "من أجلب على الخيل يوم الرهان فليس منا"(٦).

قال الإمام الشوكاني (١٢٥٠هـ): "المراد بالجلب في الرهان أن يأتي برجل يجلب على فرسه أي يصيح عليه حتى يسبق".(٧)

(١٤) وقال فيمن لم يقص من شاربه شيئا.

قال النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "من لم يأخذ من شاربه فليس منا"(٨).

قال الشيخ المباركفوري: "فليس منا" أي ليس من العاملين بسنتنا ...".

قال النووي، المختار أنه يقص حتى يبدو طرف الشفة ولا يحفيه من أصله قال وأما رواية "أحفوا الشوارب"(٩) فمعناها احفوا ما طال عن الشفتين"(١٠)

(١٥) قال النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فيمن علم الرمي ثم تركه: "من علم الرمي ثم تركه فليس منا أو قد

---

(١) عون المعبود: ٣/٢١٥.

(٢) صحيح البخاري: ٣٥٠٨، صحيح مسلم: ٦١، واللفظ له، ابن ماجه: ٢٣١٩.

(٣) شرح مسلم للنووي: ١/٣٠٥.

(٤) ابن حبان: ٥٦٣٨، شرح السنة: ١٢/١٩٢، المعجم الكبير: ١٣٢٠٥، قال الأرنووط: إسناده صحيح.

(٥) شرح السنة: ١٢/١٩٢.

(٦) مسند أبو يعلى: ٢٤١٠، المعجم الكبير: ١١/١١٥٥٨، الصحيحة: ٢٣٣٦.

(٧) نيل الأوطار: ١/٤٥٦.

(٨) أحمد: ٣٢/١٩٢٦٣، الترمذي: ٢٧٦١، سنن الكبرى للنسائي: ١٤، مسند عبد بن حميد: ٢٦٤، المعجم الأوسط: ٥٣٦، قال الأرنووط: إسناده صحيح.

(٩) صحيح البخاري: ٥٨٩٢، صحيح مسلم: ٢٥٩.

(١٠) تحفة الأحوذي: ٧/١٨٦.

عصى"(١).

وفي ذلك إشعار بأن من أدرك نوعا من أنواع القتال التي ينتفع بها في الجهاد في سبيل الله ثم تساهل في ذلك حتى تركه كان آثما إثما شديدا لأن ترك العناية بذلك يدل على ترك العناية بأمر الجهاد، وترك العناية بالجهاد يدل على ترك العناية بالدين لكونه سنامه وبه قام".(٢)

(١٦) من تشدد في القيام بالأفعال المسنونة أو ألزم على نفسه ما لم يلزم النبي ﷺ فقال رسول الله ﷺ: "من رغب عن سنتي فليس مني".(٣)

إن النبي ﷺ قال هذا حينما سمع عن بعض الناس يقولون بأنهم يصومون ولا يفطرون ويقومون الليل ولا ينامون ويعتزلون عن النساء ولا يتزوجون.

قال الحافظ في الفتح: "المراد بالسنة الطريقة لا التي تقابل الفرض والمراد من ترك طريقتي وأخذ بطريقة غيري فليس مني ولمح بذلك إلى طريقة الرهبان الذين ابتدعوا التشديد، وطريقة النبي ﷺ السمحة الحنفية".(٤)

(١٧) قال النبي ﷺ: "من خرج على أمتي يضرب برها وفاجرها ولا يتحاشى من مؤمنها ولا يفي لذي عهد عهده فليس مني ولست منه"(٥)

(١٨) وقال النبي ﷺ: "من رمانا بالليل فليس منا"(٦) وفي رواية ابن حبان "النبل" مكان الليل.(٧)

هذه هي المواضع التي تكلم فيها رسول الله ﷺ بهذه الكلمة وحرض أمته على اتباع طريقته وأخذه فينبغي لنا أن نتخذ سبيلا لاجتناب من مباشرة هذه الأمور المذكورة المذمومة لكي لا يصدق علينا قول النبي ﷺ "ليس منا" ونتبع سبيل رسولنا الكريم ﷺ.

نسأل الله أن يوفقنا لما فيه الخير والصلاح. ☆☆☆

---

(١) صحيح مسلم: ١٩١٩، سنن الكبرى للبيهقي: ٢٠٢٨٧/١٤، مسند الروياني: ١٩٥/١، المعجم الكبير: ٨٨٢/١٧.

(٢) نيل الأوطار: ٤٦١/١٤.

(٣) صحيح البخاري: ٥٠٦٣، صحيح مسلم: ١٠١.

(٤) فتح الباري: ١٣٣/٩.

(٥) صحيح مسلم: ١٨٤٨، أحمد: ٧٩٤٤/١٣، النسائي: ٤١١٤، ابن ماجه: ٣٩٤٨.

(٦) الأدب المفرد: ١٢٧٩، مسند القضاعي: ٣٥٥، المعجم الكبير: ١١٥٥٣، مشكل الآثار: ١٣٣٦ صححه الألباني رحمه الله.

(٧) ابن حبان: ١٨٥٧، قال الأرنؤوط: إسناده صحيح.

أعمال تحبطن

أعمال الكفار والجزاء عليها

كوثر أعظم عبد الستار
السنة الثانية للفضيلة

الحمد لله الذي من حكمته جعل الجزاء من جنس الأعمال وأرى العباد من ذلك نموذجا ليحدوهم به إلى أكمل الخصال وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له ذو الكرم والجلال وأشهد أن محمدا عبده ورسوله الذي فاق الخلق في كل كمال، أما بعد:

فإن أعمال الكفار والجزاء عليها ثوابا أو عقابا من الأمور التي تحتاج إلى بيان وتفصيل وذلك أن الناظر في كتاب الله وسنة رسوله ﷺ يجد فيهما نصوصا تقتضي بحبوط أعمال الكفار وعدم انتفاعهم بها في الآخرة كقوله تعالى: ﴿ومن يكفر بالإيمان فقد حبط عمله﴾(١) وقوله أيضا: ﴿وقدمنا إلى ما عملوا من عمل فجعلناه هباء منثورا﴾(٢)

كما يجد نصوصا أخرى تدل على أن كل إنسان كافرا كان أو مسلما سيرى جزاء عمله كقوله تعالى: ﴿فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره، ومن يعمل مثقال ذرة شرا يره﴾(٣)

وقد يموت الكافر على كفره وقد يشرح الله صدره للإسلام فما القول في عمله حال كفره؟ وهل يجزى به بعد إسلامه؟ وقد يرتد المسلم فما حكم حاله في الإسلام إن مات على ردته أو راجع الإسلام؟ كل ذلك يحتاج إلى تجلية وبيان فهذه كلمات موجزة حول أعمال الكفار والجزاء عليها.

أعمال الكفار إذا أسلموا بعد:

فهي متضمنة على نوعين: أعمال السيئات وأعمال الحسنات:

١- أعمال السيئات والآثام: التي عملها المرء حال كفره ثم أسلم فيغفر له الكفر الذي تاب منه بالإسلام بلا نزاع وهل يغفر له الذنوب التي فعلها في حال الكفر ولم يتب منها كأن يكون

(١) سورة المائدة: ٥.
(٢) سورة الفرقان: ٢٣.
(٣) سورة الزلزلة: ٧-٨، ويدل عليها أيضا سورة آل عمران: ١٩٥.

حصرا على ذنب في ذلك قولان:

القول الأول: يغفر له بالإسلام جميع ذنوبه التي فعلها حال كفره ما تاب منه وما لم يتب منه يدل عليه قوله تعالى: ﴿قل للذين كفروا إن ينتهوا يغفر لهم ما قد سلف﴾(١) قال ابن كثير: "ما قد سلف" أي من كفرهم وذنوبهم وخطاياهم.(٢)

وفي حديث إسلام عمرو بن العاص "يا عمرو أما علمت أن الإسلام يهدم ما قبله"(٣) وحديث عمرو بن عبسة في مسند أحمد: ١٩٤٣٢ وحديث ابن مسعود في البخاري: ٦٩٢١، ومسلم: ١٨٩.

والقول الثاني: يغفر للكافر إذا أسلم كفره والذنوب التي تاب منها أما إذا أسلم وهو مصر على كبائر دون الكفر فحكمه في ذلك حكم أمثاله من أهل الكبائر فقال شيخ الإسلام: "وهذا القول هو الذي تدل عليه الأصول والنصوص"(٤) واستدل لهذا القول بحديث ابن مسعود قال: قال رجل يا رسول الله أنؤاخذ بما عملنا في الجاهلية؟ قال: "من أحسن في الإسلام لم يؤاخذ بما عمل في الجاهلية ومن أساء في الإسلام أخذ بالأول والآخر"(٥) قال شيخ الإسلام: "فدل هذا النص على أنه إنما ترفع المؤاخذة بالأعمال التي فعلت في حال الجاهلية عمن أحسن لا عمن لا يحسن، وإن لم يحسن أخذ بالأول والآخر ومن لم يتب منه فلم يحسن"(٦)

والصواب أن أعمال السيئات والآثام التي اقترفها الكافر حال كفره تغفر له إذا أسلم ولا يؤاخذ بها؛ لأن الإسلام يجب ما قبله.

(٢) أعمال الحسنات والخير التي عملها المرء حال كفره ثم أسلم.

قد اختلف أهل العلم في كتابة ثوابها على قولين(٧):

القول الأول: يكتب له ثواب كل حسنة عملها حال كفره إذا أسلم ومات عليه والدليل عليه

---

(١) سورة الأنفال: ٣٨.

(٢) تفسير ابن كثير: ٣٠٧/٣، بطبع دار الكتب بيروت.

(٣) رواه مسلم، كتاب الإيمان، باب كون الإسلام يهدم ما قبله، ح: ١٩٢.

(٤) مجموع الفتاوى: ٣٢٤/١٠.

(٥) رواه البخاري، كتاب استتابة المرتدين، باب اثم من أشرك بالله، ح: ٦٩٢١.

(٦) مجموع الفتاوى: ٣٢٤/١٠.

(٧) أيضا: ٣٢٤/١٠، والمجموع شرح المهذب: ٧/٣.

حديث حكيم بن حزام قال: قلت يا رسول الله أرأيت أشياء كنت أتحنث بها في الجاهلية من صدقة أو عتاقة ومن صلة رحم فهل فيها من أجر؟ فقال ﷺ: "أسلمت على ما سلف من خير"(١) وقوله ﷺ في حديث عائشة رضي الله عنها لما سألت عن ابن جدعان هل ينفعه ما كان يعمل في الجاهلية من أعمال البر؟ "لا ينفعه لأنه لم يقل يوما رب اغفر لي خطيئتي يوم الدين"(٢) قال ابن حزام: "وهذا حجة لنا عليهم قوية جدا لأن النبي ﷺ إنما جعل السبب في أن ما فعل لا ينفعه أنه لم يسلم فصح أنه لو أسلم لنفعه ذلك كما نفع حكيما"(٣).

والقول الثاني: أنه لا يكتب له ثواب الحسنات التي عملها حال كفره وإن أسلم بعده وعلل القائلون ذلك بأن كتابة الحسنات له مخالف للقواعد والأصول وإن الكافر لا يصح منه التقرب، وأولوا في النص السابق بوجوه: (١) "أسلم على ما سلف" أي اكتسبت طباعا جميلة وأنت تنتفع بتلك الطباع في الإسلام (٢) أي إنك اكتسبت بذلك ثناء جميلا (٣) أنه لا يبعد أن يزاد في حسناته التي يفعلها في الإسلام ويكثر أجره لما تقدم له من الأفعال الجميلة وقد قالوا في الكافر: أنه إذا كان يفعل الخير فإنه يخفف عنه به فلا يبعد أن يزاد هذا في الأجور(٤). فالراجح أن يثاب على ما عمله حال كفر من أعمال الخير والإحسان تفضلا من الله ومنه، واستدل أيضا القائلون بهذا بأن من آمن من أهل الكتاب يؤتى أجره مرتين كما في الصحيح البخاري: ٣٠١١، وقال الأبي: "فإن الإسلام إذا جب السيئات صحح الحسنات"(٥).

أعمال الكفار إذا ماتوا على كفرهم:

الأعمال التي عملوها في كفر ماتوا عليه فهي قسمان: (١) أعمال خير (٢) أعمال شر.

أعمال الخير والحسنات فالانتفاع بها إما يكون في الآخرة أو في الدنيا.

في الآخرة ففيه قولان: القول الأول: أنها حابطة لا ثواب عليها في الآخرة ولا يخفف عنهم بها من عذابهم يدل على بطلانها وحبوطها الكتاب والسنة والإجماع.

فأما الكتاب قوله عز وجل: ﴿مثل الذين كفروا بربهم أعمالهم كرماد اشتدت به الريح في

---

(١) رواه البخاري، كتاب الزكاة، باب من تصدق في الشرك ثم أسلم، ح: ١٤٣٦.

(٢) رواه مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على أن من مات على الكفر لا ينفعه عمل، ح: ٥١٨.

(٣) فتح الباري: ١/١٠٠.

(٤) إكمال المعلم بفوائد مسلم: ١/٤١٥-٤١٦، بتصرف واختصار.

(٥) إكمال المعلم بفوائد مسلم: ١/٤١٦.

يوم عاصف لا يقدرون مما كسبوا على شيء ذلك هو الضلال البعيد﴾(١) وقوله أيضا ﴿وقدمنا إلى ما عملوا من عمل فجعلناه هباء منثورا﴾(٢)

وأما السنة: فحديث عدي بن حاتم الطائي قال: قلت يا رسول الله إن أبي كان يصل الرحم ويفعل ويفعل فهل له في ذلك يعني من أجر قال ﷺ: "إن أباك طلب أمرا فأصابه". (٣)

وحديث ابن جدعان المتقدم "كان في الجاهلية يصل الرحم ويطعم المسكين فهل ذلك نافعه قال: لا إنه لم يقل يوما رب اغفر لي خطيئتي يوم الدين. (٤)

وأما الإجماع: فقد نقل القاضي عياض في إكمال المعلم الإجماع على أن الكفار لا تنفعهم أعمالهم ولا يثابون عليها بنعيم ولا بتخفيف عذاب كما نقله النووي أيضا. (٥)

القول الثاني: أنهم يجازون على أعمال الخير والإحسان في الآخرة تخفيفا من العذاب، واستدل بهذا من حديث أبي سعيد الخدري أن رسول الله ﷺ ذكر عنده عمه أبي طالب فقال: "لعله تنفعه شفاعتي يوم القيامة فيجعل في ضحضاح من نار يبلغ كعبيه يغلي منه دماغه". (٦)

فقال البيهقي: "أما النفي عن خيرات ابن جدعان عقب سؤال عائشة رضي الله عنه فإنه لا يكون لها موقع التخليص من النار وإدخال الجنة لكن يخفف عنه من عذابه التي يستوجبه على جنايات ارتكبها سوى الكفر بما فعل من الخيرات والله أعلم". (٧)

فإن أعمال الخير والحسنات التي يعمله الكافر حال كفر مات عليه حابطة لا يثاب عليها ولا ينتفع في الآخرة وإن ما ورد من انتفاع أبي طالب بأعماله الحسنة في الآخرة تخفيفا من العذاب فالراجح فيه أنه على وجه الخصوصية للنبي ﷺ وبسبب شفاعته ﷺ كما قال الحافظ: "والنفع الذي حصل لأبي طالب من خصائصه" (٨)

---

(١) سورة إبراهيم: ١٨.
(٢) سورة الفرقان: ٢٣.
(٣) مسند أحمد، ح: ١٨٢٦٢، وحسنه شعيب الأرنؤوط: ج/ ٣ ص: ٢٠٠.
(٤) رواه مسلم كتاب الإيمان، ح: ٥١٨.
(٥) إكمال المعلم بفوائد مسلم: ١/ ٥٩٧، وشرح النووي: ٢/ ٩٠.
(٦) رواه البخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب قصة أبي طالب، ح: ٣٨٨٥، ٦٥٦٤.
(٧) كتاب البعث والنشر للبيهقي ص: ٦٢.
(٨) فتح الباري شرح صحيح البخاري: ٧/ ٢٤٦، تحت الحديث: ٣٨٨٣.

انتفاعهم بأعمال الخير والإحسان في الدنيا:

فقد دلت النصوص من الكتاب والسنة على انه يجازى بها في الدنيا بصحة في البدن وسعة في الرزق ونحو ذلك فقال عز وجل: ﴿ومن كان يريد حرث الدنيا نؤته منها وما له في الآخرة من نصيب﴾ (١) وقوله سبحانه: ﴿من كان يريد الحياة الدنيا وزينتها نوف إليهم أعمالهم فيها وهم فيها لا يبخسون، أولئك الذين ليس لهم في الآخرة إلا النار وحبط ما صنعوا فيها وباطل ما كانوا يعملون﴾ (٢).

فقد بين جل وعلا في هاتين الآيتين أن أعمال الكفار، التي يتقربون بها إلى الله يجازى بهم في الدنيا ولا حظ لهم في الآخرة.

وقال النبي صلى الله عليه وسلم "إن الله لا يظلم مؤمنا حسنة يعطى بها في الدنيا ويجزى بها في الآخرة واما الكافر فيطعم بحسنات ما عمل بها في الدنيا حتى اذا أفضى إلى الآخرة لم تكن له حسنة يجزى بها". (٣)

أعمال السيئات والآثام التي اقترفوها حال كفرهم زيادة على كفره لأن الكافر متفاوت في العذاب بحسب تفاوت أعمالهم التي دخلوا بها النار كما قال تعالى: ﴿ولكل درجات مما عملوا﴾ (٤) قوله ﴿جزاء وفاقا﴾ (٥) فبعضهم أشد عذابا من بعض كما قال صلى الله عليه وسلم "إن أدنى أهل النار عذابا ينتعل بنعلين من نار يغلي دماغه من حرارة نعليه" (٦)

قال النووي: "في هذا الحديث وما أشبهه لتصريح تفاوت عذاب أهل النار كما ان نعيم أهل الجنة متفاوت، والله أعلم". (٧)

قصارى القول: إن أعمال السيئات والآثام التي يرتكبها الكافر حال كفره زيادة على الكفر يؤاخذ بها اذا مات على كفره وهذا من أسباب تفاوت عذاب الكفار في الآخرة بالإضافة الى

---

(١) سورة الشورى: ٢٠.

(٢) سورة هود: ١٥-١٦.

(٣) رواه مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب جزاء المؤمن بحسناته، ح: ٧٠٨٩.

(٤) سورة الأنعام: ١٣٢، الأحقاف: ١٩.

(٥) سورة النبأ: ٢٦.

(٦) رواه مسلم، كتاب الإيمان، باب شفاعة النبي صلى الله عليه وسلم لأبي طالب، ح: ٥١٤.

(٧) شرح النووي على صحيح مسلم: ٢/٨٩.

تقام تهم في الكفر نفسه.

أعمال الكفار التي عملوها في الإسلام ثم ارتدوا بعده.فهي محتوية على شقين:

الشق الأول: فيما إذا مات على ردته، فيحبط حينئذ عمله التي عمله لصريح قوله عزوجل ﴿ومن يرتدد منكم عن دينه فيمت وهو كافر فأولئك حبطت أعمالهم في الدنيا والآخرة وأولئك أصحاب النار هم فيها خالدون﴾ (١) وقوله ﴿لئن أشركت ليحبطن عملك ولتكونن من الخاسرين﴾(٢) وقوله أيضا﴿ومن يكفر بالإيمان فقد حبط عمله﴾(٣) وحكى شيخ الإسلام الاتفاق على ذلك فقال "وأما الردة عن الاسلام بأن يصير الرجل كافرا مشركا أو كتابيا فإنه إذا مات على ذلك حبط عمله باتفاق العلماء كما نطق بذلك القرآن الكريم في عدة مواضع، وذكر الآيات السابقة.(٤)

الشق الثاني: فيما إذا المرتد إلى الإسلام ولم يمت على ردته فقد اختلف في حبوط عمله التي عمله قبل الردة على قولين:

القول الأول: يحبط عمله التي عمله قبل ردته ويدل عليه قول تعالى:﴿لئن أشركت ليحبطن عملك ولتكونن من الخاسرين﴾ (٥) وقوله تعالى ﴿ومن يكفر بالإيمان فقد حبط عمله﴾(٦).

والقول الثاني: لا يحبط عمله إذا راجع الإسلام والدليل عليه قول تعالى:﴿فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره﴾(٧) وقوله﴿اني لا أضيع عمل عامل منكم من ذكر أو أنثى﴾(٨)

فالراجح: القول بعدم الحبوط فإن النصوص الواردة في هذا الباب وردت مطلقة ومقيدة، فتقييد الآيات المطلقة بالموت على الكفر وهذا مقتضى الأصول.

☆☆☆

---

(١)سورة البقرة:٢١٧. (٢)سورة الزمر:٦٥.
(٣)سورة المائدة:٥. (٤) مجموع فتاوى لشيخ الاسلام:٤/٢٧٥–٢٧٨.
(٥)سورة الزمر:٦٥. (٦)سورة المائدة:٥.
(٧)سورة الزلزال:٧. (٨)سورة آل عمران:١٩٥.

أجولا يُمْنُ

ماينتفع به الميت

محمد جمال الدين نور الإسلام
السنة الثانية للفضيلة

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده أما بعد:

فإن كل من جاء على وجه الأرض سيذوق طعم الموت، ثم يساق إلى الجنة أو النار. ولابد لنجاته من العذاب والنار أن يقوم بالأعمال الصالحة، فإن قام بها بنفسه أتى بالواجب المطلوب، وإن غفل عنها فسيندم ويتأسف ويدخل ويصل إلى حفرة جهنم إلا أن ترك أمورا وأعمالا تفيده بعد موته، فتكتب له النجاة، ولكن يا ترى ما هذه الأعمال التي تنجيه بمشيئة الله وتنفعه بعد موته؟ أريد في هذه السطور البحث عن هذه الأعمال:

فأقول: هذه الأعمال التي تنفع المرء بعد موته وردت في خصوص الكتاب والسنة على قسمين:

القسم الأول: ما تسبب في حياته من الأعمال الصالحة فيصيبه بعد موته وهو على نوعين:

الأول: ما أتى به بنفسه من الأعمال الصالحة: يقول الله عز وجل: ﴿إنا نحن نحيي الموتى ونكتب ما قدموا وآثارهم، وكل شيء أحصيناه في إمام مبين﴾(١) هذه الآية تدل على انتفاع الناس بما أسلفوا من الأعمال الصالحة والطاعة وما أبقوه من الحسنات التي لا ينقطع نفعها بعد الموت(٢)، ولهذا قال النبي ﷺ: "من سن في الإسلام سنة حسنة فعمل بها بعده كتب له مثله أجر من عمل بها ولا ينقص من أجورهم شيء"(٣)، وقال النبي ﷺ: "إن مما يلحق المؤمن من عمله وحسناته بعد موته، علما علمه ونشره، وولدا صالحا تركه، ومصحفا ورثه، أو

---

(١) سورة يس (١٢)

(٢) فتح القدير (٤/٤٣)

(٣) الصحيح لمسلم (٦٨٠٠) كتاب العلم، باب من سن سنة حسنة أو سيئة ومن دعا إلى هدى أو ضلالة.

مسجدا بناه، أو بيتا لابن السبيل بناه، أو نهرا أجراه، أوصدقة أخرجها من ماله في صحته وحياته، يلحقه من بعد موته(١).

وفي رواية عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال: "إذا مات الانسان انقطع عنه عمله إلا من ثلاث إلا من صدقة جارية أو علم ينتفع به أو ولد صالح يدعو له"(٢)، فأخبر ﷺ (في هذا الحديث) أنه انما ينتفع بما كان تسبب فيه في الحياة وما لم يكن تسبب فيه في الحياة، فهو منقطع عنه، فانه لم يقل بانقطاع انتفاعه وانما أخبر عن انقطاع عمله(٣).

وقيد (الولد) بالصالح لأن الأجر لا يحصل من غيره، وأما الوزر فلا يلحق بالوالد من سيئة ولده إذا كانت نيته في تحصيل الخير وإنما ذكر الدعاء له تحريضا على الدعاء لأبيه، لا لأنه قيد لأن الأجر يحصل للوالدين من ولده الصالح، كلما عمل عملا صالحا سواء أدعا لأبيه أم لا.....وكذلك الأم"(٤).

والثاني: ماقام به ولده الصالح من الأعمال الصالحة من غير أن ينوي بها نفع أبويه فلهما مثل أجره دون أن ينقص منه شيء: قال الله عز وجل: ﴿وأن ليس للانسان إلا ماسعى﴾(٥).

فإن الآية إنما تدل على أنه ليس للإنسان إلا ماسعى بنفسه وهذا حق لا خلاف فيه وليس فيها ما يدل على أنه لا ينتفع بسعي غيره. كما أنه ليس للإنسان من المال إلا ما هو في ملكه وتحت يده، ولا يلزم من ذلك أن يملك ماوهبه الغير له من ماله الذي يملكه(٦)، والأولاد من كسب الوالد، قال النبي ﷺ: "إن من أطيب ما أكل الرجل من كسبه، وولده من كسبه"(٧).

فكل ما يفعله الأولاد من الأعمال الحسنة، يصل أجرها الوالديهم بإذن الله عز وجل.

---

(١) صحيح سنن ابن ماجه (٢٤٢) كتاب السنة، باب ثواب معلم الناس الخير، وحسنه الألباني.

(٢) الصحيح لمسلم (٤٢٢٣)، كتاب الوصية، باب ما يلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته.

(٣) شرح العقيدة الطحاوية ص٤٥٢، ومجموع الفتاوى: ٣١٢/٢٤.

(٤) تلخيص أحكام الجنائز للألباني: ٧٧.

(٥) سورة النجم: ٣٩.

(٦) تيسير الكريم الرحمن في تفسير كلام المنان للسعدي ص: ١١٤٤.

(٧) صحيح سنن أبي داود: ٣٥٢٨، والترمذي: ١٣٥٨، والنسائي: ٤٤٥٤، وصححه الألباني رحمه الله.

القسم الثاني: مايصيب الإنسان بعد موته مما لم يكن تسبب فيه في الحياة:

وهو على وجهين: الوجه الأول: نفع الأولاد آباءهم بأعمالهم الحسنة، نحو:

قضاء الصيام عن الميت نذرا كانت أو فرضا: إذا مات الرجل وعليه صوم نذر أو فرض يقضيه عنه وليه كما جاء في حديث عائشة رضي الله عنها أن رسول الله ﷺ قال: "من مات وعليه صيام صام عنه وليه "(١) وعن ابن عباس (قال) إن امرأة قالت يارسول الله إن أمي ماتت وعليها صوم نذر أفأصوم عنها فقال: "أرأيت لو كان على أمك دين فقضيته أكان يؤدي ذلك عنها قالت نعم، قال: فصومي عن أمك "(٢)

هذا الحديث الأخير يصرح بمشروعية صيام الولي عن الميت صوم النذر إلا أن الحديث الأول يدل بإطلاقه على شيء زائد على ذلك وهو أنه يصوم عنه صوم الفرض أيضا(٣)، ولذا وقع الخلاف في مفهوم هذين الحديثين بين العلماء فذهب طائفة من العلماء إلى أنه لا يصام عن الميت إلا النذر، قال به ابن عباس وعائشة وأحمد، وإسحاق، والليث، وأبو عبيد، وغيرهم، وذهب طائفة من العلماء إلى أنه يصام عن الميت صوم الوجوب والنذر كليهما، وهذا مذهب ابن حزم وابن حجر العسقلاني، والنووي، وهذا الأخير هو الراجح عند أهل الحديث كابن عثيمين، وابن باز وشيخ الحديث المباركفوري، كما صرح به صاحب المرعاة. (٤)

وقضاء الحج عن الميت:

إن مات الإنسان وعليه حج البيت نذرا كان أم فرضا يجب على وليه أن يقضي عنه كما جاء في حديث ابن عباس رضي الله عنهما: "أن امرأة من جهينة جاءت إلى النبي ﷺ فقالت: إن أمي نذرت أن تحج فلم تحج حتى ماتت، أفأحج عنها؟ قال نعم حجي عنها، أرأيت لو كان على أمك دين، أكنت قاضية؟ اقضوا (دين) الله فالله أحق بالوفاء "(٥) وفي رواية عن ابن

---

(١) صحيح البخاري: ١٩٥٢، كتاب الصيام، باب من مات وعليه صوم.

(٢) الصحيح لمسلم: ٢٦٩٦، كتاب الصيام، باب قضاء الصوم عن الميت.

(٣) أحكام الجنائز للألباني رحمه الله ص: ٢١٥.

(٤) مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح: ٧/٣٦ (٢٠٥٣).

(٥) صحيح البخاري (١٨٥٢)، كتاب جزاء الصيد، باب الحج والنذر عن الميت والرجل يحج عن المرأة.

عباس قال رجل: يارسول الله ﷺ! إن أبي مات ولم يحج، أفأحج عنه؟ قال: "أرأيت لو كان على أبيك دين، أكنت قاضيته؟ قال: نعم، قال: فدين الله أحق"(١).

وتحرير رقبة عن الميت:

إذا أوصى أحد قبل موته لوليه أن يعتق عنه رقبة، ينتهي الثواب إليه إن أوفى وليه، كما جاء في الحديث، لما سأل عمرو بن العاص السهمي النبي ﷺ عن أبيه أنه أوصى أن يعتق عنه مائة رقبة وإن هشام (ابن العاص السهمي) أعتق عنه خمسين رقبة، وبقيت عليه خمسون أفأعتق عنه؟ فقال رسول الله ﷺ: "إنه لو كان مسلما فأعتقتم عنه أو تصدقتم عنه أو حججتم عنه بلغه ذلك"(٢) (وفي رواية) "أما أبوك، فلو كان أقر بالتوحيد فصمت وتصدقت عنه نفعه ذلك"(٣).

قوله "لو كان مسلما" فيه دليل على أن الصدقة (صدقة الولد الصالح) لا تنفع الكافر وعلى أن المسلم تنفعه العبادة المالية والبدنية ودليل على أنه لا يجب على ورثة الكافر المسلمين تنفيذ وصيته بالقرب.(٤)

والصدقة عن الميت:

كل صدقة تصدقها الأولاد من قبل والديهم تنفعهما بعد الموت كما ورد في حديث عائشة رضي الله عنها قالت: أن رجلا قال للنبي ﷺ إن أمي افتلتت نفسها (ولم توص) وأظنها لو تكلمت تصدقت فهل لها أجر، إن تصدقت عنها (ولي أجر)؟ قال نعم"(٥) وعن ابن عباس رضي الله عنهما إن سعد بن عبادة أخا بني ساعدة، توفيت أمه وهو غائب عنها فقال يارسول الله ﷺ إن أمي توفيت، وأنا غائب عنها، أينفعها شيء إن تصدقت به عنها؟ قال "نعم"، قال:

---

(١) صحيح سنن النسائي (٢٦٤٩) وقال الألباني رحمه الله: حسن لغيره.

(٢) صحيح سنن أبي داود (٢٨٨٣) وصححه الألباني رحمه الله.

(٣) مسند أحمد: ١١/٣٠٧ (٦٧٠٤) قال الشيخ شعيب الأرنؤوط رحمه الله: إسناده حسن.

(٤) عون المعبود: ص٢٩٦ (٢٨٨٠)

(٥) صحيح البخاري (١٣٨٨) كتاب الجنائز، باب موت الفجأة البغتة.

اني أشهدك أن حائطي المخراف صدقة عليها.(١)

قال الشوكاني رحمه الله: وأحاديث الباب تدل على أن الصدقة من الولد تلحق الوالدين بعد موتهما بدون وصية منهما ويصل إليهما ثوابها، فيخصص بهذه الأحاديث عموم قوله تعالى: "وأن ليس للإنسان إلا ما سعى"(٢) ولكن ليس في أحاديث الباب إلا لحوق الصدقة من الولد وقد ثبت أن ولد الإنسان من سعيه فلا حاجة إلى دعوى التخصيص وأما من غير الولد فالظاهر من العمومات القرآنية أنه لا يصل ثوابه إلى الميت، فيوقف، حتى يأتي دليل يقتضي تخصيصها"(٣).

الوجه الثاني: انتفاع الميت بأعمال عامة المسلمين سوى الأولاد: وله صور:

منها: دعاء أحد منهم لميت: كما قال عز وجل: ﴿والذين جاؤوا من بعدهم يقولون ربنا اغفر لنا ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان ولا تجعل في قلوبنا غلا للذين آمنوا ربنا إنك رءوف رحيم﴾(٤) وقال النبي ﷺ: "استغفروا لأخيكم"(٥)

وفي رواية قال: "دعوة المرء المسلم لأخيه — بظهر الغيب — مستجابة، عند رأسه ملك موكل، كلما دعا لأخيه بخير، قال الملك الموكل به: آمين، ولك بمثل".(٦)

ومنها: قضاء الدين عن الميت: حينما مات الرجل وعليه دين وقضاه أحد من المسلمين سينفع ذلك الميت كما في حديث أبي قتادة رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ: أتي برجل من الأنصار ليصلي عليه فقال النبي ﷺ: "صلوا على صاحبكم فإن عليه دينا" قال أبو قتادة: هو علي، فقال النبي ﷺ: "بالوفاء؟" قال: بالوفاء فصلى عليه.(٧)

---

(١) صحيح البخاري (٢٧٥٦) كتاب الوصايا، باب إذا قال أرضي أو بستاني صدقة لله عن أمي، فهو جائز وإن لم يبين لمن ذلك.

(٢) سورة النجم: ٣٩.

(٣) نيل الأوطار للشوكاني (٤/٥٣)

(٤) سورة الحشر: ١٠.

(٥) صحيح البخاري (١٣٢٧) كتاب الجنائز، باب الصلاة على الجنائز بالمصلى والمسجد.

(٦) الصحيح لمسلم (٦٩٢٩) كتاب الذكر والدعاء، باب فضل الدعاء للمسلمين بظهر الغيب.

(٧) صحيح سنن الترمذي (١٠٦٩)، والنسائي (١٩٦٠) وابن ماجه (٢٤٠٧)، وصححه الألباني رحمه الله.

وجاء في حديث آخر عن سعد بن الأطول، أن أخاه مات وترك ثلاث مائة درهم وترك عيالا، فأردت أن أنفقها على عياله، فقال النبي ﷺ: "إن أخاك محبوس بدينه فاقض عليه" فقال يا رسول الله ﷺ! قد أديت عنه إلا دينارين، ادعتهما امرأة وليس بينة، قال "فأعطها فإنها محقة".(١)

خلاصة القول:

فالحاصل أن الميت ينتفع بحسناته وبحسنات أولاده الصالحين من صدقة، وصلاة، وصوم وحج وتلاوة للقرآن وغيرها من الأعمال التي تجلب رضا الله، ولا خلاف في ذلك وينتفع أيضا بأعمال الآخرين غير الأولاد سواء كانوا من الأقرباء له أو من عامة المسلمين كالدعاء له وقضاء الدين عنه.

وأما الأعمال التي أحدثها المبتدعون في هذا الزمان لنفع الميت كصنع الطعام في اليوم الثالث، والسادس، والعاشر، والعشرين وغيرها من الأعمال التي ليس لجوازها ومشروعيتها نص من الكتاب والسنة بل هي من العادات الهندوسية المستقبحة، وكذلك قراءة القرآن لإيصال الثواب إلى الميت، وكل ما جاء على هذا النمط بدعة مبينة، كما أشار إليه الشيخ الإسلام ابن تيمية رحمه الله في "مجموع الفتاوى": "لم يكن عادة السلف إذا صلوا تطوعا، أو صاموا، أو حجوا، أو قرأوا القرآن يهدون ثواب ذلك لموتاهم المسلمين ولا لخصوصهم، بل كان عادتهم كما تقدم، فلا ينبغي للناس أن يعدلوا عن طريق السلف فإنه أفضل وأكمل".(٢)

أخيرا أسأل الله التوفيق للأعمال الحسنة التي تنفع الميت في الآخرة، والاجتناب عن الرسومات الفاسدة والبدعات المستقبحة التي رسخت في أذهان المسلمين ما دام نعيش في هذه الدار الفانية، والبعث والحشر مع زمرة الأنبياء والأولياء البررة، آمين.

☆☆☆

---

(١) صحيح سنن ابن ماجه (٢٤٣٣) وصححه الألباني رحمه الله، وفي مسند أحمد (٢٠٠٧٦)

(٢) مجموع الفتاوى لابن تيمية رحمه الله (٢٤/٣٢٣).

البحث المستحسن

حكم صلاة الجنازة على قاتل النفس

مسرور عالم عبد المعين
السنة الثانية للفضيلة

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين محمد النبي بعث بالشريعة السمحة رحمة للعالمين وعلى آله وصحبه أجمعين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين وبعد:

نحن نعلم أن الموت حق ثابت في القرآن المجيد كما قال الله تعالى: ﴿كل نفس ذائقة الموت﴾(١) فالموت لابد أن يذوقه كل انسان وحيوان، ولكن لا يجوز لكل أحد من انسان أن يقتل نفسه ويهلكها بإرادته واختياره لأن الشريعة الاسلامية حرمت ذلك كما تأتي النصوص والأدلة على ذلك فإن الحياة والاماتة من صفات الباري عز وجل فلا يجوز أن يتدخل أحد إلى الإرادة التكوينية والتخليقية بيده سبحانه وتعالى ولكن بعض الناس يهلك نفسه قبل موته لما يلحق من المحن العديدة والمصائب الكثيرة.

فحينئذ أرشد سبحانه وتعالى أن يتمسك بما جاء في الكتاب والسنة من الأمر بالاستعانة بالصبر والصلاة حيث قال الله عز وجل: ﴿يا أيها الذين آمنوا استعينوا بالصبر والصلاة إن الله مع الصابرين﴾(٢)

هذه الآية تدل دلالة واضحة على أن المؤمن يجب عليه أن يستعين بالصبر والصلاة لأن الله تعالى مع الصابرين دائما وابدا أي بالنصرة والتائيد لا يقتل نفسه بما يلحقه من المصائب الكثيرة والشدائد.

قتل الإنسان نفسه جرم عظيم واثم كبير في الإسلام: وما يدل على أن قتل الإنسان نفسه حرام واثم عظيم في الشريعة الإسلامية من الكتاب والسنة كثيرة جدا والآيات الكريمة والأحاديث الصحيحة الدالة على أن قتل النفس حرام وجرم عظيم كثيرة جدا، ولكن ليس

(١) آل عمران:١٨٥. (٢) البقرة:١٥٣.

المقصود هنا ذكر جميعها لأن المضمون يكون بها طويلا ، أذكر بعضها:

وأما من الكتاب: فقد قال تعالى فيه: ﴿ولا تقتلوا أنفسكم إن الله كان بكم رحيما ومن يفعل ذلك عدوانا وظلما فسوف نصليه نارا وكان ذلك على الله يسيرا﴾(١)

وقال تعالى في مقام آخر: ﴿ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة﴾(٢)

وأما من السنة: فعن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ: "كان فيمن قبلكم رجل به جرح، فجزع فأخذ سكينا فحز بها يده فما رقأ الدم حتى مات قال الله تعالى: "بادرني عبدي بنفسه حرمت عليه الجنة"(٣)

وعنه أيضا قال قال رسول الله ﷺ: "من قتل نفسه بحديدة فحديدته في يده يجأ بها في بطنه في نار جهنم خالدا مخلدا فيها أبدا، ومن شرب سما فقتل نفسه فهو في نار جهنم خالدا مخلدا فيها أبدا، ومن تردى من جبل فقتل نفسه وهو يتردى في نار جهنم خالدا مخلدا فيها أبدا"(٤).

وعنه أيضا عن النبي ﷺ قال: "الذي يخنق نفسه يخنقها في النار والذي يطعنها يطعنها في النار".(٥)

وعن ثابت بن ضحاك وكان من أصحاب الشجرة حدثه أن النبي ﷺ قال: "من قتل نفسه بشيء في الدنيا عذب به يوم القيامة"(٦) وفي رواية "بحديدة"(٧)

فهذه الأدلة الصحيحة الصريحة من الكتاب والسنة تدل على أن من قتل نفسه فقد ارتكب إثما عظيما وجرما كبيرا لأن قتل النفس بغير سبب شرعي حرام في الإسلام، فيدخل جهنم.

فهل يدوم فيها؟ فقد اختلف العلماء في هذا الأمر ولكن الراجح أن يخرج منها لو لم

---

(١) النساء:٢٩. (٢) البقرة:١٩٥.

(٣) الصحيح للبخاري:٣٤٦٣.

(٤) الصحيح لمسلم:٣٠٠، الصحيح للبخاري:٥٧٧٨، سنن الترمذي:٢٠٤٣ صححه الألباني.

(٥) الصحيح للبخاري:١٣٦٥.

(٦) متفق عليه: الصحيح للبخاري:٦٠٤٧، الصحيح لمسلم:٣١٥.

(٧) الصحيح للبخاري:١٣٦٣.

يستحل ذلك، فلذا يجب على مؤمن ومؤمنة أن يجتنبوا عن الذنوب والمعاصي من القتل والنهب والزنا وشرب الخمر وترك الصلاة.

فقد علمنا بالأدلة الصحيحة التي تقدم ذكرها أن قتل النفس اثم عظيم وجرم كبير يوجب الدخول والخلود في النار كما تدل كلمة "خالدا مخلدا فيها أبدا" وهذا هو الرأي النجيح لبعض الصحابة رضي الله عنهم كابن عباس وغيره، ولكن ههنا أدلة صحيحة صريحة من الكتاب والسنة تدل على أن المرتكب بمعصية الله غفره الله إلا انه لم يشرك به شيئا كما قال الله تعالى: ﴿إن الله لا يغفر أن يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء ومن يشرك بالله فقد افترى اثما عظيما﴾ (١) يعني إن ما سوى الكافر والمشرك المرتكب بأي ذنب من الصغائر والكبائر في مشيئة الله إن شاء غفر له وإن شاء لم يغفر له ولو مات بدون التوبة، ولو تاب واستغفر الله بعد إرتكاب المعصية، وراعى في ذلك شروط التوبة الثلاثة فهو مغفور عند الله تعالى.

وقال تعالى في موضع آخر: ﴿إن الله لا يغفر أن يشرك به .... فقد ضل ضلالا بعيدا﴾ (٢)

هذه آية صريحة مثل السابقة أن العاصي بدون الكفر والشرك في مشيئة الله والأحاديث الصحيحة بهذا الصدد كثيرة جداء منها كما جاء في حديث أبي ذر رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ: "أتاني آت من ربي فأخبرني أو قال بشرني أنه من مات من أمتي لا يشرك بالله شيئا دخل الجنة فقلت وإن زنى وإن سرق وقال وإن زنى وإن سرق. (٣)

أنت ترى يا أيها القارئ، إن الأدلة في هذا المعنى متعارضة فكيف التوفيق بينهما فأقول بهذا الصدد كما قال الإمام الترمذي (أبو عيسى) بعد ما أخرجه: "وروى محمد بن عجلان عن سعيد المقبري عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال: "من قتل نفسه بسم عذب في نار جهنم" ولم يذكر فيه "خالدا مخلدا فيها أبدا" وهكذا رواه أبو الزناد عن الأعرج عن أبي هريرة عن النبي ﷺ وهذا أصح لأن الروايات انما تجيء بأن أهل التوحيد يعذبون في النار ثم

---

(١) النساء:٤٨. (٢) النساء:١١٦.

(٣) الصحيح للبخاري:١٢٣٧ و٢٣٨٨.

يخرجون منها ولا ينكر انهم يخلدون فيها". (١)

وقد تمسك به المعتزلة وغيرهم ممن قال بتخليد أصحاب المعاصي في النار ولكن أجاب أهل السنة عن ذلك بأجوبة منها توهيم هذه الزيادة، قال الترمذي بعد ما أخرجه رواه محمد بن عجلان ..... لا يخلدون، وأجاب غيره بحمل ذلك على من استحله فانه يصير باستحلاله كافرا والكافر مخلد بلا ريب .... وقيل: المعنى أن هذا جزاؤه لكن قد تكرم الله على الموحدين فأخرجهم من النار بتوحيدهم وقيل: ومعنى كلمة (مخلدا فيها) الى أن يشاء، وقيل: المراد بالخلود طول المدة لا حقيقة الدوام كأنه يقول يخلد مدة معينة وهذا أبعدها. (١)

والراجح عندي أن القاتل نفسه او استحل ذلك أي قتل النفس فهو يدخل في النار ويدوم ولو لم يستحل ذلك يدخل فيها ولا يدوم فيها ببركة التوحيد، هذا هو رأي الجمهور، وبه تندفع المعارضة بين الأحاديث.

حكم صلاة الجنازة على القاتل نفسه: اذا مات أحد من المسلمين العصاة يصلى عليه صلاة الجنازة أم لا؟ ففيه مذهبان، أحدهما: ذهب بعض العلماء الى أن تصلى عليه، والثاني: ذهب بعضهم الى أن لا تصلى عليه.

قال الإمام النووي رحمه الله: "لا يصلى على قاتل نفسه لعصيانه (عزوجل) وهذا مذهب عمر بن عبد العزيز والأوزاعي، وقال الحسن والنخعي وقتادة ومالك وأبو حنيفة والشافعي وجماهير العلماء يصلى عليه. (٣)

دلائل القائلين بجواز صلاة الجنازة على القاتل نفسه: قال العلامة ناصر الدين الألباني رحمه الله: "والصلاة على الميت المسلم فرض كفاية لأمره صلى الله عليه وسلم أصحابه في أحاديث". (٤)

أحدها: عن جابر "فلما هاجر النبي صلى الله عليه وسلم هاجر إليه الطفيل بن عمرو وهاجر معه رجل من قومه فاجتووا المدينة فمرض فجزع فأخذ مشاقص له فقطع بها براجمه فشخبت يداه حتى مات فرآه الطفيل بن عمرو في منامه فرآه وهيئته حسنة ورآه مغطيا يديه فقال له ما صنع بك ربك

---

(١) سنن الترمذي: ٢٠٤٤. (٢) فتح الباري: ٣/٢٨٩.

(٣) شرح النووي على مسلم: ٤/٥٠. (٤) أحكام الجنائز: ١٠٣.

فقال غفر لي بهجرتي الى نبيه ﷺ فقال ما لي أراك مغطيا قال قيل لي لن نصلح منك ما أفسدت .... الخ. (١)

فقال الإمام النووي رحمه الله: "أما أحكام الحديث ففيه حجة لقاعدة عظيمة لأهل السنة ان من قتل نفسه أو ارتكب معصية غيرها ومات من غير توبة ليس بكافر ولا يقطع له النار بل هو في حكم المشيئة. (٢)

هذه العبارة تدل على ان القاتل نفسه ليس بكافر كما ان المرتكب بمعصية ليس بكافر، لذلك تصلي صلاة الجنازة على القاتل نفسه لأنها على الميت المسلم فرض كفاية.

ثانيها: وعن جابر بن سمرة رضي الله عنه ان رجلا من أصحاب النبي ﷺ جرح فآذته الجراحة فدب الى مشاقص فذبح بها نفسه فلم يصل عليه النبي ﷺ قال وكان ذلك منه أدبا.(٣) أي تأديبا لمن يفعل بنفسه مثل ذلك، فهذه الأحاديث الصحيحة تدل على أن الميت المسلم لا يدفن بدون صلاة عليه فانها فرض كفاية، ولكن لو ترك الامام والخليفة صلاة الجنازة تأديبا وزجرا لأمثالك في جوازها كما فعل النبي ﷺ وقال صلوا على أخيكم. (سنن النسائي: ١٩٦١ صححه الألباني)

دلائل القائلين بأن صلاة الجنازة ليست على القاتل نفسه: عن جابر بن سمرة رضي الله عنه "أتى النبي ﷺ برجل قتل نفسه بمشاقص فلم يصل عليه". (٤)

وجه الاستدلال بأن النبي ﷺ لم يصل عليه، ولو كانت صلاة الجنازة على من قتل نفسه صحيحة تصلى عليه ولذلك لا تصلى على القاتل صلاة الجنازة.

ولكن الاستدلال به على ترك صلاة الجنازة على القاتل نفسه ليس بصحيح، فمعنى الحديث ان النبي ﷺ لم يصل عليه بنفسه زجرا للناس عن مثل فعله، وصلى عليه الصحابة وهذا كما ترك النبي ﷺ الصلاة في أول الأمر على من عليه دين زجرا لهم عن التساهل في

---

(١) الصحيح لمسلم: ١١٦.

(٢) شرح النووي على مسلم: ١/٣٨٥.

(٣) سنن ابن ماجه: ١٥٢٦ صححه الألباني.

(٤) الصحيح لمسلم: ٩٧٨.

لاستدانته وعن إهمال وفائه وأمر أصحابه بالصلاة عليه. (١)

والجواب الآخر: "ويؤيد ذلك ما عند النسائي (٢) بلفظ "أما أنا فلا أصلي عليه" وأيضا مجرد الترك لو فرض أنه لم يصلّ عليه هو ولا غيره لا يدل على الحرمة المدعاة. (٣)

قال أبو عيسى الترمذي وقد اختلف أهل العلم في هذا، فقال بعضهم: يصلى على كل من يصلي للقبلة وعلى قاتل النفس وهو قول سفيان الثوري وإسحاق، وقال أحمد: لا يصلي الإمام على قاتل النفس ويصلي عليه غير الإمام. (٤)

وقال المنذري: قال إسحاق ابن إبراهيم الحنظلي انه ﷺ انما قال ذلك ليحذر الناس بترك الصلاة عليه فلا يرتكب كما ارتكب. (٥)

يتبين ويترجح لنا من الدلائل القوية الصحيحة الصريحة والبراهين الساطعة أن صلاة الجنازة تصلى على من قتل نفسه بشيء ولكن للأئمة والخلفاء والفضلاء الذين لهم مقام كريم ومرتبة عظيمة ينبغي لهم أن لا يصلوا عليه زجرا للناس عن مثل فعله بل يصلي عليه غيرهم من عامة الناس لأن صلاة الجنازة فرض كفاية، فهي لا تجب على كل أحد من المسلمين، بل يكفي عن البعض.

أخيرا أدعو الله أن يوفقنا جميعا بالإجتناب عن قتل أنفسنا وعن قتل غيرنا وعن جميع الشرور والفتن وأن نعمل عملا صالحا وأن يوفقنا لما فيه الخير أو البركة والهدى والرشد، آمين ثم آمين.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الكريم.

☆☆☆

---

(١) تحفة الأحوذي: ٤/١٥١–١٥٢. (٢) سنن النسائي: ١٩٦٦ صححه الألباني.

(٣) نيل الأوطار للشوكاني: ٧/٣٦٤. (٤) سنن الترمذي: ١٠٦٨.

(٥) عون المعبود شرح سنن أبي داود: ٦/١ص–٨٢، رقم الحديث: ٢٦٨٣.

الكيد الأوهن

مسؤولية المسلمين تجاه المؤامرة ضد الإسلام

محمد عارف بن محمد جابر
السنة الثانية للفضيلة

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الكريم، أما بعد:

قال الله عز وجل في القرآن الكريم: ﴿يريدون ليطفئوا نور الله بأفواههم والله متم نوره ولو كره الكافرون﴾ (الصف:٨)

المؤامرة على الإسلام مستمرة منذ صدع سيدنا رسول الله ﷺ بكلمة "لا إله إلا الله" حتى اليوم بل وإلى أن يظهر الله أمره، وكان اليهود أول المتآمرين على الدعوة الوليدة فأرادوا تعجيز النبي ﷺ بطرح أسئلة لا يعلم أجوبتها إلا علام الغيوب فألهمه الله إياها، وأرادوا إثارة الفتن بين المسلمين في المدينة فلم يفلحوا وتآمروا على قتله ﷺ فأنقذه الله من بين أيديهم وتآمروا على المسلمين وحثوا المشركين عليهم فردهم الله بغيظهم لم ينالوا منهم شيئًا.

إن هذه المؤامرة على الإسلام والمسلمين قد بدت بأيديها وأرجلها في عصرنا هذا فالأعداء يحاولون مسخ التعاليم الإسلامية وأن يصدوا المسلمين عن دينهم أو كتاب ربهم وسنة نبيهم بصورة متنوعة دقيقة، فمرة بالإظهار أن الإسلام دين الفساد والقتل والمسلمين هم المفسدون في البر والبحر ومرة بعرض صورة هزلية على شاشة التلفاز ليحولوا أذهان الأطفال من فطرة الله التي فطر الله الخلق عليها إلى هذه الصورة الباطلة لأنهم جيل المستقبل فتحول أذهانهم خطر عظيم لإخفاق الإسلام والمسلمين.

يمر العالم الإسلامي اليوم بظروف عصيبة، ويقف أمام تحديات وأحداث عظيمة، وقد تكاثرت عليه الأعداء من داخله وخارجه وتتابعت النكبات والمآسي، ويستعمل أعداء الإسلام وسائل متنوعة لإضعاف العالم الإسلامي.

وسائل الاستعمار في إضعاف العالم الإسلامي:

١- قطع صلة المسلمين بالقرآن الكريم والأحاديث النبوية.

٢- بث الدعوات والهتافات القومية والإقليمية والقبيلية.

٣- التشبث بالحضارة الغربية.

٤- العلمانية (Secularism): إبعاد الدين عن الحياة أو فصل الدين عن الحياة أو إقامة الحياة على غير الدين سواء بالنسبة للأمة أو الفرد.

٥- توجيه التعليم عن وجهة إسلامية.

٦- إسقاط الخلافة الإسلامية.

٧- استعمال وسائل الإعلام والانترنيت لمسخ صورة الإسلام.

٨- نشر الكتب المفسدة العابثة الضالة.

٩- نشر الأفلام والمسلسلات الماجنة المشتملة على أفكار وتطويرات باطلة ضارة.

مسؤولية المسلمين للدفاع عن الإسلام ضد المؤامرة:

عاشت هذه الأمة الإسلامية قوية ما تمسكت بكتاب ربها وسنة نبيها حتى ما إذا ابتعدت عن الجادة وتركت الجهاد سلط الله عليها الأعداء من خارجها وداخلها.

لذا عدة مسؤوليات على المسلمين أبينها في السطور التالية:

(١) العودة الصادقة إلى الإسلام: والله لا حياة لنا ولا مجد لنا ولا عز لنا ولا فخر لنا إلا بالعودة الصادقة إلى الله تعالى وتحكيم شريعة الله، قال تعالى:﴿يا أيها الذين آمنوا ادخلوا في السلم كافة ولا تتبعوا خطوات الشيطان إنه لكم عدو مبين﴾ (البقرة:٢٠٨) وقال تعالى في مقام آخر:﴿ولا تهنوا ولا تحزنوا وأنتم الأعلون إن كنتم مؤمنين﴾ (آل عمران: ١٣٩) فقد شرط الله تبارك وتعالى لعلو المسلمين الإيمان والدخول في الإسلام كافة.

(٢) الجهاد والأمر بالمعروف والنهي عن المنكر: ترك الجهاد والأمر بالمعروف والنهي عن المنكر سبب عظيم لهوان الأمة وخذلانها، قال النبي ﷺ: "إذا تبايعتم بالعينة وأخذتم أذناب البقر ورضيتم بالزرع وتركتم الجهاد سلط الله عليكم ذلا لا ينزعه حتى ترجعوا إلى

دينكم" (سنن أبو داود، ح: ٣٤٦٤، صححه الألباني)

وقال النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ في أصحاب السفينة الذين خرقوا أسفلها: "فإن يتركوهم وما أرادوا أهلكوا جميعا وإن أخذوا على أيديهم نجوا ونجوا جميعا" (صحيح البخاري، ح: ٢٤٩٣)

(٣) اجتماع كلمة المسلمين وتعاونهم فيما بينهم: يجب على المسلمين الدفاع عن الإسلام ضد المؤامرة اجتماع كلمتهم قال الله تعالى: ﴿واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا﴾ (آل عمران: ١٠٣)

(٤) إصلاح مناهج التعليم وتطهير وسائل الإعلام من الفساد: من أهم وسائل العلاج إصلاح مناهج التعليم ووسائل التعليم وتطهير وسائل الإعلام من الفساد. وسائل الإعلام مليئة بالفساد ومليئة بالانحطاط من صور النساء ومن غيرها فلا بد من تطهيرها.

(٥) التربية الصالحة والاهتمام بالأسرة: الأسرة أساس المجتمع فإن صلحت الأسرة صلح المجتمع فيجب على المسلم أن يصلح أسرته، قال تعالى: ﴿يا أيها الذين آمنوا قوا أنفسكم وأهليكم نارا وقودها الناس والحجارة﴾ (التحريم: ٦) وقال النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كلكم راع وكلكم مسؤول عن رعيته والأمير راع والرجل راع على أهل بيته والمرأة راعية على بيت زوجها وولده فكلكم راع وكلكم مسؤول عن رعيته" (صحيح البخاري، ح: ٥٢٠٠)

خلاصة الكلام:

إن أعداء الله من اليهود والنصارى والمشركين وأهل الفرق الباطلة تجيش قلوبهم بالكراهة والحقد على امتداد الإسلام، وصدورهم توغرت على المسلمين، فنسجوا وراء الإسلام والمسلمين المؤامرات لتضعيف دينهم وتشويه أخلاقهم تشويها لا يوجد له نظير في تاريخ الديانات فعلى جميع المسلمين الدفاع عن الإسلام لاسيما على علماء هذه الأمة الذين هم ورثة الأنبياء وإن الأنبياء لم يبعثوا إلا لإحقاق الحق وإبطال الباطل وتبليغ دين الله إلى خلقه كله ومسؤلية الوارثين ما ورثهم المورثون وهو العلم أي علم الله فالرجاء من العلماء خصوصا ومن المسلمين عموما العناية إلى ذلك.

هدانا الله إلى الصراط المستقيم والدفاع عن الإسلام والمسلمين، وصلى الله على نبينا محمد وآله وصحبه أجمعين والحمد لله رب العالمين.

☆☆☆

إذاعة الفتى

الغزو الفكري للعالم الإسلامي

فيض أحمد بن منور حسين
السنة الأولى لكلية الدعوة وأصول الدين

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على المبعوث رحمة للعالمين وعلى آله وصحبه ومن سلك سبيل الهدى معهم إلى يوم الدين، وبعد:

فإن الفكر الغربي اليوم يحاول أن يزاحم المسلمين في بلادهم وأن يشوش عليهم إسلامهم في منهجه وتاريخه وتراثه ولغته وقرآنه، والمعركة الآن معركة فكر، وجبهته الصراع الجديد هي عقول أبناء هذه الأمة ومشاعرهم. يحاول هذا الفكر أن يغرس فيها بذوره ويعرض بضاعته، ولذا فإن مجاهدتنا لهذا الغزو يجب أن تعتمد على سلاح من نوع سلاحه فنناجزه الرأي بالرأي والفكر بالفكر. نرى من المناسب أن نبين معنى الغزو الفكري:

تعريف الغزو الفكري في اللغة والاصطلاح:

لغة: الغزو الفكري مصطلح مركب من كلمتين هما: "الغزو" يقال: غزاه غزوا أراده وطلبه.(١)

وغزا العدو غزوا وغزوانا أي سار إلى قتالهم وانتهى بهم في ديارهم، ويقال، عرفت ما يغزى من هذا الكلام أي ما يراد، والغزاة جهزه للغزو. (٢)

فيتبين من هذا أن معنى الغزو في اللغة: قصد الشيء وإرادته وطلبه.

"الفكري": الفكر إعمال النظر أو إعمال الخاطر في الشيء والتفكر والفكر، التأمل. (٣)

والفكر: إعمال العقل في المعلوم للوصول إلى معرفة مجهول، ويقال: في الأمر فكر أي

(١) القاموس المحيط للفيروز آبادي: ٤/٣٦٩.

(٢) المعجم الوسيط: ٢/٦٥٢، القاموس العربي الشامل: ٤١٥.

(٣) اللسان لابن منظور: ص٦٥، القاموس المحيط: ٢/١١١.

تطورورية،وجمعه أفكار.(١)

والفكر: تردد القلب بالنظر والتدبر لطلب المعاني،ولي في لأمر فكر أي نظر وروية.(٢)

وفكر في الشيء أي أعمل الفكر فيه ليتوصل إلى حله أو إدراكه.(٣)

ومن هذا يتبين لنا أن معنى الغزو الفكر لغة: قصد الشيء وإرادته وطلبه مع تردد القلب وإعمال النظر بروية.(٤)

اصطلاحا: هي هجمات فكرية متلاحقة نتصلة بتاريخ المسلمين وحاضرهم تطرح شبهات وأفكارا مزيفة مستوعبة تراث الإسلام وأقوال المسلمين،وقد انطلقت من بلاد الأجنبية شرقية أو غربية على يد المنصرين وأقلام المستشرقين (٥) بعيدة عن العمل العسكري المسلح(٦).

هو مصطلح حديث يعني مجموعة الجهود التي تقوم بها أمة من الأمم للاستيلاء على أمة أخرى أو التأثير عليها حتى تتجه وجهة معينة.(٧)

وبعد إيراد هذين التعريفين نستطيع القول بأن الغزو الفكري "هو مجموعة الجهاد التي تتخذها أمة من الأمم ضد أمة أخرى بهدف التأثير عليها لتوجيهها إلى وجهة معينة، أو مجموعة الجهود التي اتخذها أعداء الإسلام ضد الأمة الإسلامية".

تاريخ الغزو الفكري:

إن مصطلح (الغزو الفكري) الذي يتردد في هذا العصر على ألسنة الباحثين والمتحدثين لم يسمع به قبل القرن الرابع عشر الهجري.

---

(١) المعجم الوسيط:٢/٦٩٨.

(٢)المصباح المنير،لأحمد الفيومي:١٨٢.

(٣) القاموس العربي الشامل:٤٣٩.

(٤) تحصين المجتمع المسلم ضد الغزو الفكري:٣٣٨.

(٥) الموسوعة الميسرة على الأديان والمذاهب المعاصرة:٣٣.

(٦) في الغزو الفكري لنذير حمداني:٧.

(٧) تحصين المجتمع المسلم ضد الغزو الفكري:٣٣٩.

ولكن ليس معنى هذا أن مفهومه وموضوعه لم يكن موجوداً الآن المستقوي لأحوال الأمم والشعوب يجد أن مفهومه كان موجوداً في القديم وفي الحديث. (١)

فظهر لنا من خلال هذا البيان أن الغزو الفكري يبدأ تاريخه من بداية الخصومة بين الإسلام وأعدائه والتي ستستمر إلى قيام الساعة. لقد تتدرج الغزو الفكري في نشأته فمن ظهور دعوة الإسلام وبدأ الغرب المسيحية الشمالية التي انحصرت في أجزاء من أوربا بالكيد للإسلام والمسلمين، ولاشك أن اليهود كان لهم دوراً في هذه الحرب في القديم والحديث.

ولقد مر الغزو الفكري بعدة مراحل☆: مرحلة ما قبل اسقاط الخلافة الإسلامية (منذ نزول الوحي مروراً بالحروب الصليبية ثم الاستشراق ثم التبشير).

☆ مرحلة الاجهاز على الخلافة الإسلامية (من خلال حزب الاتحاد والترقي بتركيا بقيادة مصطفى كمال أتاتورك ورفاقه وبمساعدة اليهود والانجليز).

☆ مرحلة ما بعد اسقاط الخلافة الإسلامية (منذ عام ١٩٢٤م حتى الآن) (٢)

أنواع الغزو الفكري:

الغزو الصليبي: وهو قيام الصليبيين باتباع أساليب معينة من خلال الدراسات والاجتماعات الخاصة التي تؤثر بشكل مباشر على عقل الشباب المسلم والسيطرة عليهم وإفساد الأفكار الراسخة واستبدالها بأخرى زائفة.

الغزو الصهيوني: يسعى بنو صهيون إلى القضاء على المسلمين ونشر الزعزعة في نفوسهم وإثارة الفتن بين المجتمعات المسلمة، فيركزون بالدرجة الأولى على الأخلاق والعقيدة.

الغزو الشيوعي الإلحادي: تمكن هذا النوع من الغزو الفكري من السيطرة على ذوي النفوس الضعيفة وأصحاب الإيمان الضعيف أيضاً، وذلك نتيجة سوء التربية والجهل المتفشي. (٣)

---

(١) الغزو الفكري، د. أحمد عبدالرحيم السايح ص ٢٣، العدد (٣٨) من سلسلة كتاب الأمة القطرية (د ق) شعبان ١٤١٤هـ يناير ١٩٩٤م.

(٢) ....وأهداف الغزو الفكري والتغريب، لمحمد رضا www.anasalfy.com

(٣) بحث عن الغزو الفكري، بواسطة: إيمان الحياري، آخر تحديث: ٤٥: ١٢، ١٤ يناير ٢٠١٦م.

أهداف الغزو الفكري:

إن أهداف الغزو الفكري كثيرة، نركز بعضا منها بالإيجاز:

(١) منع روح الإسلام من الانتشار خارج ديار المسلمين، إن أعداء الإسلام يعرفون جيدا أن الاسلام يمكن أن يحرر العبيد من قبضتهم، ويمكن له أن يضع حدا لطغيانهم واستبدادهم بالناس، وهذا بالنسبة لهم كارثة لأن أخوف ما يخافه المجرمون عادة أن يفضح إجرامهم أمام قاض عادل. (١)

(٢) تجسيم مظاهر الضعف في ديار المسلمين وحملها على الإسلام.

(٣) تصوير الإسلام على أنه دين العنف والدماء.

(٤) تصوير مزايا الإسلام على أنها عيوب. (٢)

إن هذه الضروب المذكورة من الداخل، وما نسميه الغزو الفكري، وإن كان لا يعتمد على المواجهة العنيفة، ولا يستخدم القوة المباشرة كما في حالة الغزو العسكري، لكنه مع هذا أعظم خطرا وأجدى على الغزاة. (٣)

(٥) التشكيك في تاريخ الأمة: لكي تنقطع صلة هذه الأمة بتاريخها(٤)، فإذا قدم التاريخ الإسلامي باعتباره دمويا وحشيا .... وقدم التاريخ الأوربي ورديا إنسانيا عقلانيا .... فالشيء الطبيعي أن الناشئ المسلم تتوجه استجاباته للتاريخ الأوربي يجد فيه راحة، وثراء، وسماحة، وسعيا دائبا للتقدم والنماء..... (٥)

(٦) التشكيك في حاضر الأمة: لا يقتصر الأمر على التاريخ، بل يمتد إلى الحاضر. فإذا نشأ الشباب الجديد على كراهية لهذا الحاضر، ونفور من تخلفه، والشعور من رجعيته،

---

(١) الغزو الفكري أهدافه ووسائله ص ٢٨.

(٢) المرجع السابق ص ٢٦-٣٠.

(٣) المرجع السابق ص ٤٥.

(٤) وسائل مقاومة الغزو الفكري للعالم الإسلامي ص ٥١.

(٥) المرجع السابق ص ٥٢.

فالسلوك الطبيعي أن يبحث له عن مخرج، وأن يستطلع نافذة جديدة يستنشق منها الهواء الصحي والصحيح!!(١)

(٧) التشكيك في مستقبل الأمة: إذا كان الماضية رجعية والحاضر عفناء فكيف سيكون المستقبل؟ لابد أنه ظلام وبوار وخراب. (٢)

(٨) تذويب شخصية الأمة: بعد التشكيك والتشويه، تتم مرحلة التذويب بحيث تفقد الأمة الإسلامية هويتها، وتذوب فيما يغاير طبيعتها، وينافر عقيدتها. (٣)

(٩) إحلال عناصر ثقافية جديدة: بعد هذه الأشياء لا يبقى غير زراعة ثقافة جديدة توجه العقول، وتحكم السياسة، وتصنع القرارات، وتحرك الشخصيات، وتشوه الضمائر، وتلعب بالقيادات. (٤)

(١٠) التركيز على جانب المرأة وتحريرها من دينها وحيائها وأخلاقها.

وسائل الغزو الفكري: إن وسائل الغزو الفكري كثيرة نذكر منها اختصارا:

(١) توجيه أجهزة الإعلام: إن أجهزة الإعلام أشد خطرا للمدارس والجامعات، فهي تخاطب جميع فئات الأمة، ولا شك أن توجيه الصحافة، والاذاعة المسموعة، والمرئية، والمسرح، وفنون الغناء والتصوير، والخيالة، والتمثيلات، والأفلام تضمن تشكيل أجيال وفق قيم ومناظير مختلفة في قليل أو كثير عن روح الإسلام وعقيدته. (٥)

(٢) التغلغل إلى أجهزة التعليم: وبذلك تتم السيطرة على التعليم قلبا وقالبا، فلسفة وتنظيما، محتوى ومستوى، تمويلا وإدارة، مناهجا وطريقة، تدريسا ولغة، مدرسين وإدارة". (٦)

(٣) خدعة باسم الحرية: تنطلق الوجودية (حركة تقول: إن الانسان مطلق الحرية في

---

(١) وسائل مقاومة الغزو الفكري للعالم الإسلامي ص ٥٥.

(٢) المرجع السابق ص ٥٨. (٣) المرجع السابق ص ٦٣.

(٤) المرجع السابق ص ٦٦. (٥) المرجع السابق ص ٧٢، ٧٣.

(٦) المرجع السابق ص ٧٠.

الاختيار) باسم الحرية، بمظاهر تشاؤمي وغير أخلاقي تهلك العقل..... وتحارب الدين والفضيلة وتفسد الحرث والنسل وتشيع الفساد.(١)

(٤) خدعة باسم تحرير المرأة: ولقد رفع أهل الأورباهذا الشعار "تحرير المرأة" بقصد اجتذاب المرأة المسلمة واستخدامها حرباعلى دينها.(٢) لم يشأ المخططون لتغريب المسلمين أن يتركوها في حالها وحياتها،اصروا على أن يغزوها في عقد دارها.(٣)

(٥) ترويج الملابس الغربية: وكذلك غزا أعداء الاسلام إلى ملابس المسلمين المكرمة فقدموا أمامهم ملابس ضيقا رقيقا مكشوف الخصرين وسلى القدمين في صورة رصينة مزينة وجعلوا المرأة المسلمة كاسية عارية مائلة ومميلة.

(٦) الانترنت: جانب آخر من جوانب الغف الفكري من بث السموم والأفكار الخبيثة وكل ما من شأنه تغيير ثقافة وهوية الأمة فاستغل في الترويج للإباحة وتضييع الأوقات، وانتشرت المواقع العلمية والمتطرفة والمعارضة وتوزعت أضرار الانترنت على مجالات الحياة المختلفة، فمنها ما يؤثر على الفكر والدين والعقيدة ومنها ما يؤثر على الأخلاق والقيم، ومنها ما يؤثر على الأمن والحالة الاقتصادية والتعليمية.(٤)

آثار الغزو الفكري في الفرد والمجتمع:

لاشك أن الغزو الفكري أثر على المسلمين، ولكن هذا التأثير يتفاوت من بلاد إلى بلاد ومن منطقة إلى أخرى ويمكن رصد بعض التأثيرات لهذا الغزو بما يلي:

(١) تحريف العقيدة الإسلامية، وتشويهها، وإثارة الشكوك حولها كما فعل المستشرقون وتلامذتهم من أبناء المسلمين.

(٢) إضعاف الشعور الإسلامي وعقيدة الولاء والبراء عند المسلمين.

---

(١) الاتجاهات الفكرية المعاصرة وموقف الاسلام منها، للدكتور جمعة الخولي ص ٨٢.

(٢) أساليب الغزو الفكري للعالم الإسلامي ص ٥٨.

(٣) المرجع السابق ص ٨٨.

(٤) وسائل الغزو الفكري الاستشراقي في دراسة التاريخ الاسلامي ص ٤٠٧، ٤٠٨.

(٣) إضعاف روح الإخوة والشعور بالجسد الواحد بين المسلمين لتقسيم المسلمين إلى دول وأحزاب، وإثارة النعرات القومية والإقليمية.

(٤) إضعاف روح الجهاد والدفاع عن الأمة لمقاومة هؤلاء الغزاة.

(٥) الإفساد الأخلاقي، وتقاليد الغرب في عاداتهم وتقاليدهم وأخلاقياتهم.

(٦) استعارة نظم التعليم والتربية.

(٧) استعارة القوانين والنظم الغربية في السياسة والاقتصاد والاجتماع وغيرها.

(٨) التشكيك بقدرة المسلمين على قيادة العالم وبناء حضارة إسلامية جديدة.

(٩) نشر المذاهب المنحرفة كالعلمانية والحداثة وغيرهما.

(١٠) ربط الدول الإسلامية بالدول الكافرة من الناحية السياسية ومن الناحية الاقتصادية(١).

وسائل مقاومة الغزو الفكري:

إن في الاهتمام بتحصين عقول المسلمين ضد ذلك الغزو الموجه وسائل كثيرة نذكر منها إيجازا.

(١) التربية والمنزل: التربية يجب أن تكون على التربية الإسلامية، والنشأة الواعية، والعميقة المتأصلة، فالمهم جدا للدور التربوي للمنزل أن يتم بتلقائية وبساطة، وبهدوء ورفق، وباحترام وتقدير، وبعاطفة وولاء، ومما يجلي الاكتساب والغرس والتعديم والتعزيز بغير حاجة إلى قوة القانون وسلطة الدولة.(٢)

(٢) إعادة النظر في جميع مناهج التعليم في ديار المسلمين بحيث تغلق فيها جميع النوافذ التي تهب منها رياح الخطر والتي يكون هدفها الأكبر إعداد المثقف المسلم كما ينبغي أن يكون.(٣)

---

(١) الغزو الفكري وآثاره على المسلمين ص٥٩، موسوعة الرد على المذاهب الفكرية المعاصرة ج٣٣/١١٥

(٢) وسائل مقاومة الغزو الفكري للعالم الإسلامي ص ١٦٠.

(٣) الغزو الفكري أهدافه ووسائله ص١٢٨.

(٣) المسجد والمدرسة: كما جعلنا التربية والمنزل تحت مظلة واحدة كذلك المسجد والمدرسة وبذلك تضمن جهدا مشتركا وتيارا متداخلا..... وإذا كنا نحاول ضمان ذلك، فالغزاة تعمدوا عكسه. (وسائل مقاومة الغزو الفكري للعالم الإسلامي ص ١٦٣)

(٤) القدوة الصالحة: فمن شروط نجاح المقاومة أن يكون لأصحابها قدوة في الكفاية والجودة، الأخلاق والسلوك، القيم والمثل الفعل والقول، العلم والعمل الجوهر والمخبر..... وبذلك تضمن أن يؤدوا العمل على خير وجه، ويجمعوا حولهم أفضل العناصر ويستقطبوا الخاصة والعامة.(١)

(٥) وسائل الإعلام: إننا نعيش في عصر وسائل الإعلام فتأثيرها في كل بيت وعلى كل شيء فهي تسهم في تشكيل كل فرد في جميع مجتمعاتنا أيا كان موقعنا وأيا كانت درجة نموها.(٢)

فلا يمكن أن نغفل المنافع الكبيرة لوسائل الإعلام وفي كافة المجالات والنواحي، فقد يستخدم بالدعوة ونشر مبادئ، وتسليح الإيلام، والتعريف بثقافتنا وأفكارنا على أن يقوم عليها رجال فكر وثقافة من العلماء والمشايخ وأساتذة الجامعات والمربيين والمربيات..... إلى غير ذلك.(٣)

فالحاصل أن نهتم بمواصلة الجهود لنشر الإسلام والتعريف بسمو شريعته باستخدام الوسائل والأساليب التي جدت في هذا الزمان وسهلت جدا مهمة الدعاة إلى الله، ووفرت كثيرا من الوقت والجهد إن الحاجة قائمة والظروف للعمل مواتية والمسؤولية عظيمة.

فنسأل الله العلي القدير أن يهدينا سبيل الرشاد فهو الهادي إلى سواء السبيل، وهو حسبنا ونعم الوكيل عليه توكلت وإليه أنيب، والحمد لله رب العالمين.

☆☆☆

---

(١) وسائل مقاومة الغزو الفكري للعالم الإسلامي: ١٩٥.

(٢) المرجع السابق ص ١٧١.

(٣) الغزو الفكري في وسائل الطفل المسلم لاسماعيل علي محمد، القاهرة ١٩٩٥م ص ٨٨.

حزب الله الغالبون

حلية طالب العلم

عبد العزيز بن محمد يوسف
السنة الأولى من العالمية

قال الله تعالى: ﴿يرفع الله الذين آمنوا منكم والذين أوتوا العلم درجات﴾(١)

وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: "من سلك طريقا يلتمس فيه علما سهل الله له به طريقا إلى الجنة...."(٢).

أخي الطالب! ها نحن في سبيل طلب العلم الشرعي، نسعى لتحصيله ونجتهد في كسبه ونبذل وسعنا في التضلع منه — بإذن الله وتوفيقه — وكلنا نعرف معرفة تامة أن للعلم منزلة رفيعة وفضائل كثيرة وفوائد جسيمة، وهن يمررن بنا بكثرة في حياتنا العلمية والدراسية، ولا ريب أن العلم من أعظم الأفضال وأكبر النعم على العبد، ولكن لا يغيب عن بالنا أن على كل مرء حقوقا يجب عليه أداؤها حق الأداء لأن فيه خيرا كثيرا وظفرا عظيما، فكذلك للعلم حقوق عديدة وآداب كثيرة، على الطالب أن يؤديها ويتحلى بها بأكمل وجه وأحسن نهج، فإنها متضمنة للسعادة الأبدية ومؤدية إلى الكمالات السرمدية.

قال ابن الخراط الإشبيلي: "لا تستهن بالآداب فإن من استهان بالآداب، استهان بالسنن ومن استهان بالسنن، استهان بالفرائض"(٣).

وقال أبو النضر الفقيه: سمعت البوشنجي يقول: "من أراد العلم والفقه بغير أدب فقد اقتحم أن يكذب على الله ورسوله"(٤).

فإليك يا طالب العلم والنور! باقة من الآداب الجميلة، والمطلوب منك أن تقرأها بإمعان

---

(١) سورة المجادلة: (آية: ١١).

(٢) صحيح مسلم، (رقم: ٢٦٩٩).

(٣) ملتقى أهل الحديث: آداب طالب العلم للشيخ الهويسين.

(٤) سير أعلام النبلاء، ط. الرسالة (١٣/٥٨٦).

النظر فيها وتحفظها في قلبك، وترسخها في بالك وخاطرك، وتحسن بها حياتك، وتنور بها أيامك ولياليك، وتبتغي بها وجه ربك وها هي إليك:

فأول أدب من هذه الآداب: إخلاص النية لله تعالى في طلب العلم:

قال الله تعالى: ﴿وما أمروا إلا ليعبدوا الله مخلصين له الدين حنفاء﴾(١). وعن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إنما الأعمال بالنيات وإنما لكل امرئ ما نوى، فمن كانت هجرته إلى الله ورسوله فهجرته إلى الله ورسوله، ومن كانت هجرته لدنيا يصيبها أو امرأة يتزوجها فهجرته إلى ما هاجر إليه"(٢). ويقول سفيان الثوري رحمه الله: "ما عالجت شيئًا أشد علي من نيتي"(٣).

على الطالب أن يعلم أن تحصيل العلم عبادة عظيمة، والإخلاص مطلوب في العبادة، فإذا كان الطالب مخلصًا في هذه العبادة فسيكون مصيره إلى السعادة الأبدية بإذن الله عز وجل، ومن طلب العلم لغير الله أو لطلب من الأموال وأعراض الدنيا وغيرها من الأغراض الذاتية فهو خاسر في الدنيا والآخرة، ومثل هذا الرجل لا يريح رائحة الجنة، أخبر به الصادق المصدوق صلى الله عليه وسلم حيث قال: "من تعلم علمًا مما يبتغى به وجه الله لا يتعلمه إلا ليصيب به عرضًا من الدنيا لم يجد عرف الجنة يوم القيامة"(٤).

فعليك أيها الطالب! أن تخلص نيتك لربك، ولا تبغ بطلب العلم إلا رضا ربك تسعد بالفوز في دنياك وأخراك.

ثانيًا: تطهير الظاهر والباطن:

على الطالب أن يطهر ظاهره وباطنه من الدرن والدنس، ومن الذنوب والمعاصي، فإنها من أسباب ذهاب العلم وعوامل زواله ودواعي فقده وحرمانه، فإذا يتحلى بعلم القرآن والسنة ثم يخلطه بالذنوب والآثام فمحال أن يجتمع هذا مع ذلك، فالقرآن والسنة نور والمعاصي

---

(١) سورة البينة: (آية:٥).

(٢) صحيح بخاري (رقم:١)، وصحيح مسلم (١٥١٥/٣، رقم:١٥٥).

(٣) تذكرة السامع والمتكلم لابن جماعة (ص:٦٨).

(٤) سنن ابن ماجه (٩٢/١، رقم:٢٥٢)، مسند أحمد (١٦٩/١٤، رقم:٨٤٥٧)، سنن أبي داود ط. المكتبة العصرية (٣٢٣/٣، رقم:٣٦٦٤).

ولا تأتلف ظلمات فكيف النور بالظلمات اجتماعا؟ هذا من المحال! وإذا استمر الطالب على ارتكابها ولم يتب منها نكتت نكتة سوداء في قلبه وازدادت شيئًا فشيئًا وبدأ العلم يرتحل ويزول من صدره، يقول المربي الأعظم ﷺ كما رواه عنه أبو هريرة رضي الله عنه: "إن العبد إذا أخطأ خطيئة نكتت في قلبه نكتة سوداء فإذا هو نزع واستغفر وتاب سُقل قلبه وإن عاد زيد فيها حتى تعلو قلبه وهو الران الذي ذكر الله: ﴿كلا بل ران على قلوبهم ما كانوا يكسبون﴾(١).

ويقول ابن مسعود في سبب ذهاب العلم من الصدور: "إني لأحسب الرجل ينسى العلم بالخطيئة يعملها..."(٢). ويقول الشافعي: شكوت إلى وكيع سوء حفظي فأرشدني إلى ترك المعاصي، وقال: اعلم بأن العلم نور، ونور الله لا يؤتى لعاصي"(٣).

فيا طالب العلم! تدبر في هذه النصوص الجلية والأقوال الذهبية، وانتفع بما فيها من الخير والرشد.

ثالثا: تقليل الطعام والمنام والكلام:

من أعظم الأسباب المعينة على الاشتغال بالعلم والفهم وعدم الملال أكل القدر اليسير من الحلال، وسبب ذلك أن كثرة الأكل جالبة لكثرة الشرب وكثرته جالبة للنوم والبلادة وقصور الذهن، وفتور الحواس وكسل الجسم، هذا مع ما فيه من الكراهية الشرعية والتعرض لخطر الأسقام البدنية، ولم يوصف من الأولياء والأئمة والعلماء بكثرة الأكل ولا حمد به أحد، وإنما يحمد بكثرة الأكل من الدواب التي لا تعقل. قال أبو محمد عبد الله بن محمد الأندلسي القحطاني في نونيته:

لا تحش بطنك بالطعام تسمنا	فجسوم أهل العلم غير سمان
أقلل طعامك ما استطعت فإنه	نفع الجسوم وصحة الأبدان
واملك هواك بضبط بطنك	إنه شر الرجال العاجز البطنان(٤)

---

(١) سنن الترمذي تحقيق شاكر (رقم: ٣٣٣٤).

(٢) جامع بيان العلم وفضله لابن عبد البر (١/ ٦٩١، رقم: ١٢٢١).

(٣) المحمدون من الشعراء (ص: ١٣٨- ١٣٩).

(٤) من هدي السلف في طلب العلم لمطر الزهراني (ص: ٥١).

وليجعل طالب العلم هذا الحديث الشريف نصب عينيه دائمًا: "ما ملأ آدمي وعاءً شرًا من بطن بحسب ابن آدم أكلات يقمن صلبه فإن كان لا محالة: فثلث لطعامه، وثلث لشرابه، وثلث لنفسه"(١).

وعليه أن يقلل من نومه ما لم يلحقه ضرر في بدنه وذهنه، ولا يزيد في نومه في اليوم والليلة عن ثماني ساعات وهي ثلث الزمان، فإن احتمل حاله أقل منها فعل، وكذلك عليه التجنب من الكلام الكثير فهذا تضييع للأوقات الثمينة فعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "... ومن كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليقل خيرًا أو ليصمت"(٢).

فيا طالب العلم! عليك الحذر من فضول المباحات! فإنها المهلكات! فإذا كان الماء لا يجتمع مع النار فكذلك طلب العلم لا يجتمع مع فضول المباحات من النظر والكلام والطعام والمنام ومخالطة الناس، فإن التوسع في هذه المباحات يرديك — يا طالب العلم — إلى الانقطاع أو الفتور كما أنها مجلبة للمعاصي. يقول الإمام ابن القيم: "قسوة القلب في أربعة أشياء إذا تجاوزت قدر الحاجة: الأكل والنوم والكلام والمخالطة"(٣).

رابعًا: الدعاء لطلب العلم:

واعلم يا طالب العلم! أن حصول العلم محال إلا بإذن الله وتوفيقه، فلا يمكن للمرء أن يتعلم ولو مثقال ذرة إلا بإذن الله وتوفيقه ومنه وفضله، وهذا يأتي عندما يدعو الله ويسأله التوفيق في الطلب والزيادة فيه. يقول الله تعالى لنبيه: ﴿وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾(٤) مع أنه كان أعلم الناس وأغزرهم علمًا وفضلًا، بل هو الذي كان معلم الناس ومربيهم. يقول الإمام ابن القيم: "وكفى بهذا شرفًا للعلم أن أمر نبيه أن يسأله المزيد منه"(٥). وقال القرطبي: "لو كان شيء أشرف من العلم لأمر الله نبيه أن يسأله المزيد منه كما أمره أن يستزيده من العلم"(٦).

---

(١) سنن الترمذي ت: إبراهيم عطوه عوض، (٤/ ٥٩٠)، رقم: ٢٣٨٠).

(٢) صحيح البخاري ت: شاكر، رقم: (٦١٥٧).

(٣) الفوائد لابن القيم (١٤٦).

(٤) سورة طه: (آية: ١١٤).

(٥) مفتاح دار السعادة ط. دار الكتب العلمية، (١/ ٥٠).

(٦) التفسير (٤/ ٤١).

وكان النبي ﷺ يدعو بهذا الدعاء: "اللهم إني أسألك رزقا طيبا وعلما نافعا وعملا متقبلا"(١).

فعلى الطالب أن يكثر بمثل هذا الدعاء ويداوم عليه، لاسيما في الأوقات التي لا ترد أدعية السائلين.

خامسا: الالتزام بالآداب مع الأساتذة الكرام:

قال النبي ﷺ: "ليس منا من لم يرحم صغيرنا ولم يوقر كبيرنا"(٢).

فينبغي للطالب أن يهتم بالآداب التالية مع شيخه ومعلمه:

(١) عليه تقدير شيخه وأستاذه وتوقيره وإجلاله وبذل الجهد في خدمته وعدم التقدم بين يديه. قال الإمام شعبة بن الحجاج الواسطي: كنت إذا سمعت من الرجل الحديث كنت له عبدا ما يحيى فكلما لقيته سألته منه(٣). ويعظم حرمته ويرد غيبته ويغضب لها فإن عجز عن ذلك قام وفارق ذلك المجلس، وينبغي للطالب المتأدب أن يدعو له وأن يؤدي له حقه في ذريته وأقاربه من بعده.

(٢) أن يتأدب في الجلوس بين يديه ويشد ذهنه إليه ويحضر عنده مع كمال حواسه ولا يقصر في الإصغاء والاستماع إليه فيشتغل بتفكير أو حديث أو نحو ذلك. فعن الحسن بن علي رضي الله عنهما أنه قال لابنه: "يا بني! إذا جالست العلماء فكن على أن تسمع أحرص على أن تقول، وتعلم حسن الاستماع كما تتعلم حسن الصمت، ولا تقطع على أحد حديثا وإن طال حتى يمسك"(٤).

(٣) أن يصبر على سوء خلق أو جفوة تصدر من شيخه ولا يصده ذلك من ملازمته وحسن اعتقاده فيه ويحمل أفعاله التي يظهر أن الصواب خلافها على أحسن محل ويتأولها أحسن تأويل ويلتمس له العذر.

(٤) إذا سمع من شيخه شيئا قد سبق أن سمعه أو يحسنه فليصغ إليه إصغاء من يسمع

---

(١) المعجم الصغير: (٢/٣٦، رقم: ٧٣٥).

(٢) سنن الترمذي: بشار (٣/٤٧٩، رقم: ١٩١٩).

(٣) الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع، ط. مكتبة المعارف، ت: محمود الطحان (١/١٩١).

(٤) جامع بيان العلم وفضله (١/٥٢١) ط. دار ابن الجوزي.

ذلك لأول مرة. قال عطاء بن رباح: "إني لأسمع الشاب ليتحدث بالحديث فأسمع له كأني لم أسمع به ولقد سمعته قبل أن يولد"(١).

(٥) أن لا يستحيي من السؤال عما أشكل عليه فهمه بتلطف وحسن خطاب وأدب ولا يسأله عن شيء في غير موضعه، وإذا سكت الشيخ عن الجواب اجتنب الإلحاح والإصرار عليه، وإن أخطأ في الجواب قام بالتصحيح بتلطف وحسن أدب، ولا يسبق الشيخ إلى شرح مسألة أو جواب سؤال منه أو من غيره ولا يساوقه فيه.

سادساً: عدم الاستحياء وعدم التكبر في طلب العلم:

إن مما لا يشوبه أدنى ريب أن هناك خصلتان تمنعان من توفر العلم والحصول عليه، فعلى الطالب تجنبهما والابتعاد عنهما: الحياء في طلبه والاستكبار عن أخذه، وفي ذلك تقول عائشة رضي الله عنها: "نعم النساء نساء الأنصار لم يمنعهن الحياء أن يتفقهن في الدين"(٢). ويقول مجاهد: "لا يتعلم العلم مستحي ولا مستكبر"(٣).

أما الحياء فكله خير إلا ما صدك عن الكلام فهذا ليس حياء، يقول وكيع وسفيان بن عيينة وأبو عبد الله البخاري: "لا يكون المحدث كاملاً أو الرجل عالماً حتى يحدث عمن هو فوقه وعمن هو مثله وعمن هو دونه"(٤).

وأما التكبر فواقع في كبيرة من كبائر الذنوب. قال الله تعالى: ﴿سَأَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَإِنْ يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَا يُؤْمِنُوا بِهَا وَإِنْ يَرَوْا سَبِيلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا وَإِنْ يَرَوْا سَبِيلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا﴾(٥). ويقول النبي ﷺ: "لا يدخل الجنة من في قلبه خردلة من كبر"(٦).

فعلى الطالب الحذر من الكبر والبطر فهو طاغوت القلوب وفرعون الأرواح ونمرود

---

(١) سير أعلام النبلاء. (ص٨٦).

(٢) رواه البخاري معلقاً ووصله مسلم (١/ ١٨٠) بسند حسن.

(٣) رواه البخاري معلقاً في صحيحه، كتاب العلم، باب الحياء في العلم، وذكر الحافظ: أن أبا نعيم وصله في الحلية.

(٤) الجامع للخطيب (١٦٥٥).

(٥) الأعراف: (آية: ١٤٦).

(٦) رواه الطبراني صحيح الترغيب: (٢٩١٠).

المتعالمين، وجزاء صاحبه الحقارة والصغارة والخزي في الدنيا والآخرة، وعلاجه: التواضع والانكسار ومعرفة النفس.

سابعاً: إتقان العلم وحفظه وإدامة مراجعة المعلومات:

كان السلف رحمهم الله يتعلمون ويحفظون شيئاً فشيئاً في اليوم والليلة ولا يكثرون في الحفظ لمن يفهمونه ويتفقهون فيه. يقول الخطيب البغدادي: "العلم هو الفهم والدراية وليس بالإكثار والتوسع في الرواية"(١). ويقول الزهري: "من طلب العلم جملة فاته جملة وإنما يدرك العلم حديث وحديثان"(٢). وعن أبي عمرو الأوزاعي قال: "عرضنا على مالك "الموطأ" في أربعين يوما فقال: كتاب ألفته في أربعين سنة أخذتموه في أربعين يوما قلما تفقهون فيه"(٣).

لذا كان السلف رحمهم الله يكررون الدرس مرات وكرات لأن إحكام الحفظ وإتقانه بكثرة تكريره وإعادته ومراجعته، فهذا أبو إسحاق الشيرازي كان يعيد الدرس مائة مرة. وكان إلكيا الهراسي يعيد الدرس سبعين مرة —سبحان الله— فهكذا على الطالب أن يراجع المعلومات ويذاكرها فيها يثبت العلم في الصدر، بحيث يتمكن من استحضاره متى شاء. وفي الحقيقة "آفة العلم النسيان وقلة المذاكرة" قاله سفيان الثوري(٤). وعن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: "كنا نكون عند النبي ﷺ فنسمع منه الحديث، وإذا قمنا تذاكرناه فيما بيننا حتى نحفظه"(٥). وما أحسن ما قاله أبو عبد الله جعفر بن محمد: "القلوب ترب والعلم غرسها والمذاكرة ماؤها فإذا انقطع من الترب ماؤها جف غرسها"(٦).

ثامناً: اغتنام الأوقات وحفظها واستغلالها:

قال النبي ﷺ: "اغتنم خمسا قبل خمس: شبابك قبل هرمك وصحتك قبل سقمك وغناك قبل فقرك وفراغك قبل شغلك وحياتك قبل موتك"(٧).

(١) الجامع للخطيب (١٧٤/٢).
(٢) المصدر السابق (٢٣٢/١).
(٣) التمهيد لابن عبد البر (٧٨/١).
(٤) المدخل إلى السنن الكبرى: (٢٩٣/١، رقم: ٤٣٣).
(٥) الجامع للخطيب (٢٣٦/١، رقم: ٤٦٤).
(٦) الجامع للخطيب (٢٧٨/٢).
(٧) مستدرك الحاكم، كتاب الرقاق (٣٤١/٤).

فعلى الطالب حفظ الوقت واغتنامه، وقد قيل: "الوقت سيف إن لم تقطعه يقطعك" وأيضا قيل: "مفتاح طلب العلم الحفاظ للوقت". وقال ابن القيم: "إضاعة الوقت أشد من الموت، لأن إضاعة الوقت تقطعك عن الله والدار الآخرة والموت يقطعك عن الدنيا وأهلها"(١). وقال عبيد بن يعيش: "أقمت ثلاثين سنة ما أكلت بيدي بالليل كانت أختي تلقمني وأنا أكتب"(٢). وكان فخر الدين الرازي يقول: "والله إني لأتأسف في الفوات عن الاشتغال بالعلم في وقت الأكل فإن الوقت والزمان عزيز"(٣).

فالوقت أنفس ما عنيت بحفظه ... وأراه أسهل ما عليك يضيع

تاسعا: المداومة على الاجتهاد في طلب العلم والصبر على الأذى:

قال الله تعالى: ﴿إنما يوفى الصابرون أجرهم بغير حساب﴾(٤). وقال ابن القيم: "بالصبر واليقين تنال الإمامة في الدين"(٥). وعن يحيى بن أبي كثير أنه قال: لا يستطاع العلم براحة الجسم"(٦). وقيل للإمام الشعبي "من أين لك هذا العلم كله؟ قال: بنفي الاعتماد والسير في البلاد، وصبر كصبر الجماد، وبكور كبكور الغراب"(٧). وقيل: "لولا المشقة لساد الناس كلهم" وقيل أيضا: "بقدر الكد تكتسب المعالي: ومن طلب العلى سهر الليالي" ويقول جل وعلا: ﴿وأن ليس للإنسان إلا ما سعى، وأن سعيه سوف يرى، ثم يجزاه الجزاء الأوفى﴾(٨).

فعلى الطالب الاجتهاد والصبر والمثابرة والدأب في التحصيل، ولا أدل على ذلك من تلك الرحلات إلى البلدان المختلفة، وتحمل المشاق في سبيل تحصيل العلم، وقد بدأها الصحابة الكرام رضي الله عنهم حيث كان أحدهم يرحل في الحديث الواحد مسيرة شهر. قال سعيد بن المسيب: "إن كنت لأسير في طلب الحديث الواحد مسيرة الليالي والأيام".

فمن طلب العلم براحة الجسم خرج وهو عديم العلم.

عاشرا: العمل بالعلم:

لما كان الطالب جاهلا عن الدين كان غير مكلف بالعمل به، والآن بعد ما لاح له الكتاب

---

(١) الفوائد لابن القيم (٣٦).
(٢) تاريخ الإسلام للذهبي ت: بشار، (ص٦٢٩).
(٣) عيون الأنباء في طبقات الأطباء ص: ٤٦٢).
(٤) سورة الزمر: (آية: ١٠).
(٥) مفتاح دار السعادة: (١/٨١).
(٦) صحيح مسلم (١/٤٢٨).
(٧) تذكرة الحفاظ للذهبي: (١/٦٤).
(٨) سورة النجم: (آية: ٣٩–٤١).

والسنة كرابعة النهار وجب عليه حتما أن يعمل بهما ويؤدي حقهما مهما كلفه الأمر، ويا ليت شعري بماذا سيجيب عند ما يُسأل أمام الله عن علمه؟ فعن أبي برزة الأسلمي رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: "لا تزول قدما عبد يوم القيامة حتى يسأل عن أربع..... وعن علمه ماذا عمل فيه....."(١).

فإذا سمع الطالب حديثا أو آية فليبادر إلى الامتثال والعمل والتنفيذ من غير تأخير وحيلة.

يقول الإمام عامر بن شراحيل الشعبي: "كنا نستعين على حفظ الحديث بالعمل به وكنا نستعين على طلبه بالصوم"(٢). ويقول علي بن أبي طالب رضي الله عنه: "هتف العلم بالعمل فإن أجابه وإلا ارتحل"(٣). ويقول المروذي: قال لي أحمد: "ما كتبت حديثا عن النبي ﷺ إلا وقد عملت به، حتى مرّ بي أن النبي ﷺ احتجم وأعطى أبا طيبة دينارا فأعطيت الحجام دينارا حتى احتجمت"(٤).

وحذار حذار! من أن يقول الرجل شيئا ولا يأتي به نفسه فإن الله تعالى يقول: ﴿يا أيها الذين آمنوا لم تقولون ما لا تفعلون، كبر مقتا عند الله أن تقولوا ما لا تفعلون﴾(٥). وقال النبي ﷺ: "يؤتى الرجل يوم القيامة فيلقى في النار فتندلق أقتاب بطنه فيدور بها كما يدور الحمار بالرحى فيجتمع أهل النار فيقولون يا فلان! مالك؟ ألم تكن تأمر بالمعروف وتنهى عن المنكر؟ فيقول: بلى! قد كنت آمر بالمعروف ولا آتيه وأنهى عن المنكر وآتيه"(٦).

يقول ابن الجوزي: "فالله الله في العلم بالعمل فإنه الأصل الأكبر، والمسكين كل المسكين من ضاع عمره في علم لم يعمل به ففاتته لذات الدنيا وخيرات الآخرة، فقدم مفلسا على قوة الحجة عليه"(٧). فخسر الدنيا والآخرة ذلك هو الخسران المبين.

هذه عشرة كاملة لمن كان له قلب أو ألقى السمع وهو شهيد. نسأل الله أن يوفقنا للتحلي بها، آمين ☆☆☆

---

(١) سنن الترمذي بتشاكر (٤/٦١٣، رقم: ٢٤١٧).

(٢) جامع بيان العلم وفضله لابن عبد البر (١/٧٠٨).

(٣) اقتضاء العلم بالعمل للخطيب البغدادي (٣٦-٣٥، رقم: ٤٠).

(٤) الجامع للخطيب (١/١٤٤، رقم: ١٨٤). (٥) سورة الصف (آية: ٢-٣).

(٦) صحيح مسلم (٤/٢٢٩٠، رقم: ٥١). (٧) صيد الخاطر لابن الجوزي، (ص: ١٥٩).

العلى لأحسن

ما العلم؟

عبد القادر مطيع الرحمن / السنة الأولى العالمية

العلم ما العلم؟ وما أدراك ما العلم؟! هوشأن فضل الله علىٰ ما سواه فأمر نبيه بأول ما هداه، وأرشده إلى ما يبدأ به (إقرأ باسم ربك الذى خلق) تنبيه إلى إخلاصه له تعالى كله، وقد ألمه روح الأمين عند الوحى بشدة معانقته دلالة على ما يلقاه طالبه ما يصعب عليه ويجهده، نور ينور لصاحبه سبيل الرشاد، ضوء يسهل الطريق إلى الجنة شمس تجلى سواد الطخية، هداية يهتدى بها الغواة، جلاء يجلو العمى عن قلب صاحبه، وينوره بعرفان ربه، ويعمره بذكره وخشيته ويحكمه بإتقانه، ويغنيه بتوكله، شدة تشده بالصبر والحلم، حماسة تحمسه على المجاهدة بالنفس وبما عداها، عقد يعقده بالمواصلاة، رائحة من تشنق تهنأ، منظر من تنزه تعود.

شراب من تجرع تشبع، غذاء من تغذى تهنأ، قوت من إستقتات إستمرأ، زين من تزين تميز، شرف من تشرف تفوق، لباس من تلبس تجمل، شيء من أشرب في قلبه أكرم فى جيله، ومن طرح خلفه رزى نفسه، ذخر لا يعادل بالدرر و الذهب، صاحب من اصطحب اغتبط، جليس من جالسه لازمه، ومن إتخذه سميرا إلتزم به قرينه، وراثة من توارث تنسب إلى ورثة الأنبياء، ومن تجشم لذخرها تغلب على الدنيا وصاحبها، ومن تكبد لجمعها تكرم فى الأجيال جميعها، وبمن إجتمع إمتدح، بضاعة لا يخاف عليها بالسلب والسرق، سلعة لا يحذر صاحبها من الفوت و التلف، مال من بذر ضعف، ومن أسرف أخلف، و من قصر فى البذل قرب إلى التلف، ومن تكاسل عن الإستثمار تمايل إلى الإستيصال، ومن إستفرغ وسعه فى إستخدامه أخلده بعد مماته، ويحى صاحبه بعد وفاته بذكر الناس عن مآثره، وثماره تشهد ببراعته، تدل على حرصه. حتمستة نفسه على من أحب كسبه، ماذكر الإمام الشافعى ببيان وأحسن بما خلصها، وهى:

أخى لن تنال العلم إلا بستة ... سأنبيك عن تفصيلها ببيان

ذكاء وحرص و إجتهاد و بلغة ... و إرشاد استاذ وطول زمان

فيا ورثة الأنبياء!! أين تراثكم؟ لم لا تصدون له؟ وما بالكم؟ لم لا تستنفدون وسعكم فى ذخره؟ أأنتم ترضون عن قليلة ولا تبغون العلىٰ وقد قال الشاعر:

إذا النفس لم تتوه إلى طلب العلى ... فتلك من الأموات فى الحيوان

أو أنتم تظنون العلى تنالونها من غيركد وقد قال الشاعر وهو من أصدق الأقوال:

من طلب العلى من غيركد ... أضاع العمر فى طلب المحال

بعد ذلك كله ماذا يجب علينا من تجاه الحياة الدراسية؟ كلنا نلوم به أحسن الإلمام، وهو أى إلمامنا به لا يتطلب منا إلا استنفاد الوسع فى مجاله، أسأل الله التوفيق، آمين يارب العالمين.☆

در الزمن

استخدموا الانترنت حق الاستخدام

حمود حسن فضل حق
السنة الأولى للثانوية

ومن المعلوم أن الناس قبل السنوات العديدة كانوا يخوضون في غياهب الزمان وتدهوره واضمحلاله من مختلف الجوانب من التطورات التقنية والاختراعات المتعددة الحديثة والوسائل المتنوعة المتقدمة ومع تقادم العهود والعصور اختلفت طبيعة الحياة الإنسانية وتحولت أفكار الناس وأذهانهم وحدثت ثورة علمية هائلة شملت جميع مناحي الحياة حتى طوت الدنيا من كل أرجائها بالإنسان حيث يوجد فيها كل وسيلة للاتصال والتواصل ما بين الأشخاص من مختلف زوايا العالم وذلك من خلال استخدام الشبكة العنكبوتية (الإنترنت) كما تعرف بأنها مجموعة متصلة من شبكات الحاسوب التي تضم الحواسيب المترابطة في أنحاء العالم وتقوم بتبادل البيانات فيما بينها بواسطة بروتوكول الإنترنت الموحد (ويكيبيديا).

وفي العصر الراهن كما يقال إنها سلاح ذو حدين وذلك لأنها تقدم العديدة من المنافع لمستخدميها وبالإضافة إلى وجود العديدة من الخطورات والضررات وهي وسيلة ذات وجهين متعارضين في الخير والشر ونشر الفضيلة وإذاعة الرذيلة، وهي ترتبط بها ملايين أجهزة الحاسب حول العالم كله، لتعرض كل ما يشاء من علوم أو فنون أو معلومات أو معارف أو أفكار أو بيانات أو أخبار أو صور أو تسجيلات بالصوت والصور وغير ذلك وفي الأيام الحاضرة هي أصبحت مهيمنة على عقول الناس وأفكارهم عموما والشباب والمراهقين خصوصا حتى أن بعض المراهقين الجهلة يعتقدونها مستويات ومقاييس من خير وشر وصلاح وفساد وسنة وبدعة وإيمان وكفر وقيم عليا وسلوكيات سيئة تؤثر على العقيدة الصحيحة والإيمان الراسخ والعمل الصالح وربما تهدم الدنيا وتحطم الأخلاق وتدمر القيم وتثبط العزائم والهمم وتلد

الجوائم وتجو لأمة إلى هاوية التحلل ولإنهيار وإهمال صالح الدنيا ولآخرة وبدلا من أن تصبح نعمة تكون نقمة، لأن فيها أمورا ضالة وفيرة ومدارك كثيرة غير صائبة وملائمة مع الكتاب والسنة الثابتة من تلقاء النصارى واليهود والمشركين والمبتدعة والعصاة والفسقة، وهدفهم تشويه الحقائق والتلبيس على المسلمين والتشكيك في دينهم وزعزعة الإيمان بإثارة الشبهات ولإساءة إلى الدين وضعف الإهتمام بالفرائض ولأركان، رغم ذلك كما أن لكل تقنية فوائد وضررا أن لها أيضا منافع عظيمة ولضرارها وافرة، مثلا بعض الفوائد فيها التواصل مع الآخرين من أي مكان في العالم مهما بعدت المسافة وفيها سرعة معلومات أو بيانات أو صور في أقل من ثانية، وبها الدعوة إلى الإسلام وتعرف الناس من الفتاوى الشرعية التي يفتقرون إلى معرفتها وفيها مجلات واسعة للدراسة والتعليم حيث يوفر الكثير من الموسوعات والمراجع لكتابة لأبحاث وغير ذلك، وبعض الأضرار فيها إضاعة لأوقات وهدرها، استخدامها لأغراض محرمة وغير خلقية من نشر الفيديو الماجن أو مشاهدته، تحميل الأغاني الفاحشة واستماعها وغير ذلك.

فعلى متداولي شبكة الإنترنت ومستخدميها أن يعلموا ما هي أضرار الإنترنت لكي يبتعدوا منها ويتجنبوها وأن يعلموا ما هي فوائد ليستفيدوا منها، ولا ينسون أن الإنترنت تضييع وقتا طويلا فلا بد من الحذر من استهلاك الوقت وضياع ساعات العمر في غير فائدة ومع ذلك لا يرضى لكل متداول لها ومتمتع بها من أخذ المعارف والمعطيات بالتفحص والتبين دون التقليد لأعمى للمخالفين ولاستمال إلى أفكارهم وإتجاهاتهم.

يا أيها الإخوان المشبعوا النهم العلمي! انتبهوا على خسران شبكة الإنترنت وضرراتها واستخدموها حق الإستخدام أي كفوا عن الجوانب السلبية ولا تضيعوا أوقاتكم القيمة وخذوا الجوانب الإيجابية، فإن استغللتموها استفدتم منها وإن أخطأتم خسرتم. اللهم أرنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وأرنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه.

☆☆☆

fgUnh

lph i=

English

Contents

☆☆☆

mÙke min's'k

viu nkf;Ro dh igpku

vCnYykg tcj vkye
Qtly vfre o"k

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله، أما بعد:

قال الله تعالى: ﴿لا يغرنك تقلب الذين كفروا في البلاد﴾ ¼vkys bejku% 196½

vYykg bl ifo= vk;r e viu vfre lnL;k egEen lYyykg vyfg o lYye dk ;g vkn'k n jgk g fd ^^, uch bu dkfQjk dk 'kgj e fopj.k ,o Hke.k djuk vkidk Hke e u Mky n** A vFkkr ;g dh tk ykx lo'kfDreku vYYkkg d nk"kh ,o voKkdkjh g geu mudk <hy n nh g rkfd og bl lIkj e dN le; rd vkun mBk y yfdu bld mijkUr mUg vkuk rk ykV dj gekj ikl gh g] fQj bld i'pkr ge mUg mud djek dk i.k#i l cnyk nx A vr% vkidk ,o vkid vu;kf;;k dk] mUg ,o mud thou'kyh rFkk mudk ikIr l[k lfo/kkvk dk n[kdj Hkfer ugh gkuk pkfg, A

ijUr vR;r [kn d lkFk ;g dguk iMrk g fd ge enjl e i<u oky fo|kFkh ftUgku /kkfed f'k{kk xg.k dh g] rFkk ftuij uch d mRrjkf/kdkjh gku dk ycy yxk g] og viu vkidk ekyoh dgykr g,] ;k ekyoh tlh o'kHk'kk /kkj.k djr g, yTtk dk vuHko djr g A

NfVV;k d i'pkr vFkok enjl l f'k{kk irh d ckn gekj 'kjhj l Vkfi;k] nk<h rFkk djrk iktkek ylr gk tkr g] ,o gekj 'kjhj ij ,lk oL= vktkrk g ftll ,d ekyoh rk D;k ,d elyeku d #i e Hkh gekjh igpku dfBu gk tkrh g A

bldk lcl cMk dkj.k ;g g fd ge vkReghurk dk f'kdkj gk pd gA vU; lEink;k l ge bl idkj iHkkfor gk pd g fd viuh igpku ,o

lH;rk Hkh Hky pdk g] rk ;kn j[k tk 0;fDr ;k lEink; Lo; viuh nf"V e fxj tk, og nljk dh utjk e dl ifrf"Br gk ldrk g\ ,l le; e ge gtjr mej ¼jth0½ dk og dFku ;kn j[kuk pkfg, tc lhjh;k d lenh ekx l dhpM e yrir mej dk vkr n[kdj vc mcnk ¼jft0½ u vk'p; l n[k rk blij [kyhQk mej u dgk Fkk%

"اناكنا أذل قوم، فأعزنا الله بالإسلام فمهما نطلب العز بغير ما أعزنا الله به، أذلنا الله" ¼elrnjd vylghgu] fdrkcy beku] lghgu½

^^ge rPN ,o frjLdr ykx Fk] rk vYykg u bLyke d }kjk ge xkjokfUor (Glorified) fd;k] vc ;fn ge blyke dk NkMdj fdlh vU; ek/;e l lEeku ,o ifr"Bk d bPNd gkx rk vYykg ge fQj l ykxk dh nf"V e rPN ,o ghu cuk nxk** A

vr% ge ;g pkfg, fd tfe;k l f'k{kk i.k dju d i'pkr ge tgk Hkh tk, viuh blykeh o'kHk"kk] f'k"Vkpkj ,o lLdfr dk xy l yxk, jg A rkfd gekjh igpku lcl fHkUu gk] rFkk nj l gh n[kdj irk py fd ,d elyeku vk jgk g] ,d /kex# ,d vkfye vk jgk g A

fi; c/kvk leLr llkj gekjh vkj n[k jgk g] mUg gekj ekxn'ku dh vko';drk g A vr% le; vkpdk g fd ge vkReghurk l ckgj fudy] D;kfd ,d vkfye dh ifr"Bk rk bruh g fd mldh i'klk vYykg] mld Qfj'kr] vkdk'k o ikrky d leLr ik.kh] ;gk rd fd fpfV;k vkj ty dh eNfy;k Hkh mld dY;k.k dh dkeuk djrh g A

l{ki ;g fd ge ?kcjk, fcuk] ij fo'okl d lkFk thou d iR;d ekx ij gkFkk e bLyke dk >Mk fy, vxlj gkrk pkfg, A b'kkvYYkkg lo'kfäeku vYykg dh enn gekj lkFk jgxh A

vYykg ge llkj dk ekxn'ku dju dk lkeF; inku dj] vkehu A

☆☆☆

thou lkr

ty gh thou g

ekO vkfjQ ukflj míhu
Qthyr rrh; o"k

ty dk egRo%

ty vYykg rvkyk dk ,d mPp vudEik g ,o eu"; d thou dk e[; L=kr g A ty thou dk vk/kkj g vkj ty d fcuk thou dh dYiuk vlEHko g A iR;d tho d fy, ;g egRoi.k g pkg og dkb l{e thok.k gk ;k fQj Hkkjh Hkjde gkFkh] iR;d dk thou ty ij gh vk/kkfjr g A tlkfd vYYkkg rvkyk Qjekrk g%

﴿وجعلنا من الماء كل شيء حي﴾ (الأنبياء:٣٠)

vFkkr% geu iR;d tho dk thou ty e j[kk g A
/kkfed dk;k e ty dh vo';drk ,o egRrk%

ty u doy gekj [kku&iku] Luku d dke vkrk g] cfYd /kkfed dk; bld fcuk i.k ugh gk ldr A ;gh dkj.k g fd fo'o d iR;d /ke u bldh egRrk dk Lohdkj fd;k g Amnkgj.k d fy,&

1& blkb /ke e "Holy Water" ^^ifo= ty** vf/kd egRo j[krk g] mld ek/;e l mudh vkLFkk (Faith) d vuqlkj vNr (Gentiles) dk oifrLek (Baptism) ndj viu /ke e lfEefyr fd;k tkrk g A

2& blh idkj fl[k ,o fgUn /ke e ver vf/kd egRo j[krk g] tk ty gh dh ,d lokPp fdLe g] xxk] teuk] ljLofr vkfn ufn;k mud fy, ifo= g] mudh vkLFkk (Faith) d vuqlkj mue l fdlh e Hkh Luku dju l leLr iki /ky tkr g A

;g rk Fkk vU; /kek e ty dk egRo] tgk rd jgh ckr bLyke /ke

dh rk bLyke u leLr /kek l c<dj ty dk egRo fn;k g A l{ki e ;g g fd bLyke d fudV ty g rk thou g] ty ugh rk thou Hkh ugh A djvku ethn e fofHkUUk vk;rk e ty d egRo dk Li"V #i l of.kr fd;k x;k g] tl&

﴿فليتظر لإنسان إلى طعامه أنا صببنا الماء صبا﴾ (عبس:٢٤—٢٥)

﴿ونزلنا من السماء ماء مباركا فأنبتنا به جنت وحب الحصيد﴾ (ق:١٩)

﴿أفرأيتم الماء الذي تشربون﴾ (الوقعة:٦٨)

﴿وينزل من السماء ماء فيحيي به الأرض بعد موتها﴾ (الروم:٢٤)

﴿وأنزلنا من السماء ماء فأنبتنا فيها من كل زوج كريم﴾ (لقمان:١٠)

ty dh deh ,oa leL;k%

gekj iFoh dk 70% l vf/kd Hkkx ty l Hkjk gvk g A ijUr ty dh bl fo'kky ek=k e ty dh ek=kk dkQh de g] ble l 97.3 ifr'kr ty [kkjk g] 'k"k 2.7% ehBk ty g A bldk 75.2 Qhlnh Hkkx /koh; {k=k e rFkk 22.6% Hkehxr ty d #i e g A vFkkr% nfu;k e miflFkr ehB ty dh doy 1% ek=k gekj lh/k mi;kx d fy, g A

nfud thou e ty dk lij{k.k dl fd;k tk,%

ge lc tkur g fd ty dk gekj thou e fdruk egRo g A yfdu ge lc ;g ckr ml le; Hky tkr g tc ge Vdh d lkeu viu eg vkfn /kkr le; db yhVj eY;oku ty u"V dj nr g A vkb, n[kr g fd bLyke u ge nfud thou e ty dk mi;kx dju dh D;k f'k{kk nh g A

¼1½ lkekU; #i l ;g n[kk tkrk g fd c'k vkfn djr le; uy [kyk NkM fn;k tkrk g ftll cgr lkjk ty u"V gk tkrk g A djvku ethn u ge bl l jkdk g%

﴿كلوا واشربوا ولا تسرفوا إنه لا يحب المسرفين﴾ (الأعراف:٣١)

vFkkr% [kkvk] fi;k vkj vfr0;; u djk fuf'pr #i l vYykg vfr0;;

dju okyk dk iln ugh djrk g A

¼2½ ge ot djr le; uy [kyk NkM dj nljk l xi'ki dju e exu gk tkr g b/kj ty Hkkjh ek=k e cgrk jgrk g vkj ge bldh dkb fprk ugh gkrh A ;|fi ;g Li"V vfr0;; g A

^^gtjr vej fcu vkl dk o.ku g fd ,d ckj uch l0 dk xtj gtjr lvn jft0 d lehi l gvk bl gky e fd og ct dj jg Fk A vYykg d uch l0 u Qjek;k fd , lvn ;g rk vfr0;; ¼Qty [kph½ g] lvn u dgk fd D;k ot e Hkh vfr0;; gkrk g\ rk vYykg d uch l0 u mRrj fn;k gk] vxj re cgrh ugj e Hkh ot djk rk ml e Hkh vfr0;; gkrk g A ¼flYkflyry vgknhl lghgk% 3292½

¼3½ ge Luku djr le; u tku fdruk ty u"V dj nr g tcfd ^^gtjr vul fcu ekfyd l of.kr g fd uch l0 ,d en dh ek=k l ot ,o ,d lkv dh ek=k l Luku dj fy;k djr Fk**A ¼lgh c[kkjh% 206½

ukV% ,d en nk pYy ¼Hkjdj½ ty dk dgk tkrk g vkj ,d lkv pkj en yxHkx 2.5 ¼<kb fdyk xke½ ty dh ek=k dk dgk tkrk g A

¼4½ lkdj vFkok fdlh Hkh voLFkk e lh/k 'k) ty e gkFk ugh Mkyuk pkfg,] bll ty nf"kr gk tkrk g A ^^gtjr vc gjjg jth0 l of.kr g fd vYykg d uch l0 u Qjek;k% re e l dkb Hkh 0;fDr uhn l tkx rk lh/k cru e gkFk u Mky ;gk rd dh ml rhu ckj /kky** A ¼lgh c[kkjh% 162 lgh efLye% 278½

¼5½ ty ihr le; cru e lkl ugh NkMuk pkfg, A D;kfd dhVk.k lkl d }kjk cru e py tkr g ftll cpk gvk ty nf"kr gk ldrk g] vFkok ml nkckjk mi;kx dju l iV dh db chekfj;k tUe yu dk Hk; jgrk g A ^^gtjr vc drkng jth0 l o.ku g fd uch l0 u Qjek;k tc re e l dkb 0;fDr ty fi; rk cru e lkl u NkM** A ¼lgh c[kkjh% 153½

¼6½ i;ty d cru dk lno <kd d j[kuk pkfg, A ^^gtjr tkfcj

fcu vCnYykg jth0 l o.ku g fd uch l0 u Qjek;k i;ty dk cru <kd fn;k djk ,o e'd dk eg ck/k fn;k djk**A ¼lgh efLye% 5364½

¼7½ bLyke u ty d lj{k.k ij bl gn rd tkj fn;k g fd ty e i'kkc dju l euk fd;k g] ^^gtjr tkfcj fcu vCnYykg jth0 l o.ku g fd uch l0 u cgr g, ty e i'kkc dju l euk Qjek;k g** A ¼vyektey vklr% 1249½

pirkouh (Warning):

ty dh vkifr gekj nfud thou e ,d xHkhj leL;k cu pdh g A ,lh fLFkfr e ge ty doy nk gh ek/;ek l iklr gkrk g% ¼1½ vkdk'k l ¼2½ /kjrh l A

ijUr ;g nkuk ek/;e Hkh vYykg rvkyk d n;k&dik ij fuHkj g vxj ge ty dk vf/kd n#i;kxk djr g vkj u"V djr jg rk vYykg rvkyk bu nkuk ek/;ek dk Hkh ge l Nhu yxk] tlk fd vYykg rvkyk Qjekrk g%

¼1½ vkdk'k l ty dh ikflr&

﴿وأنزلنامن السماءماءبقدر فأسكنه في لأرض وإناعلى نهلب به لقلرون﴾(الومنون:١٨)

vkFkkr% ^^ge vkdk'k l ty dk ,d ek=k e ukfty djr g fQj ml /kjrh e Bgjk nr g vkj ge ty dk y tku ¼[kRe dju½ ij Hkh 'kfDr j[kr g**A

¼2½ /kjrh d Hkhrj l ty dh ikflr&

﴿قل أرأيتم ن لصبح مؤكم غورا فمن يأتيكم بماءمعين﴾(سورة الملك: ٣٠)

vFkkr% ^^, ekgEen l0 vki dg nhft, fd crkvk vxj rEgkjk i;ty d Hkhrj pyk tk, rk dku rEg 'k) ty ykdj nxk**\

ge ty dk mi;kx djr le; ;g nk 'kCn lno ;kn j[kuk pkfg,% ^^ty g rk dy g**A

vr e vYykg rvkyk l ikFkuk g fd , vYYkg r ge ty dk lgh mi;kx dju ,o ty d lj{k.k dh 'kfDr inku dj] vkehu A

ekrRo Lug

ub ih<h d fuek.k e ek dk ;kxnku

ekO gl hcYykg firk uk'kkn vyh
dYyh;&rn&nvog] iFke o"k

bLyke vk/kfud nf"Vdk.kk ,o feF;k /kek d Lo; jfpr fu;ek l mPprj rFkk mRre vkdk'kh; /ke rFkk vueky thou i.kkyh g] og vYykg d vf/kdkjk d lkFk cUnk d vf/kdkjk ij Hkh tkj nrk g] cUnk d vf/kdkjk e lcl vf/kd ek cki d vf/kdkjk ij tkj nrk g A rFkk mud vknj lEeku vkj mud lkFk ln0;ogkj dh f'k{kk nrk g] vkj eu"; d fy, vfuok; djrk g fd og ek&cki dh bl cMh nu ij vYykg dh drKrk idV djrk jg] rFkk dHkh Hkh ekrk firk l foe[kr u gk D;kfd mUgh d }kjk mldk thou feykA ifo= djvku e tc vYykg dh mikluk d vkn'k dk mYy[k gkrk g rk lkFk gh ek&cki d lkFk ln0;ogkj dk vkn'k Hkh feyrk g] ifo= djvku e ,d LFkku ij bl idkj vk;k g%

﴿وقضى ربك ألا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين إحسانا إما يبلغن عندك الكبر أحدهما أو كلاهما فلا تقل لهما أف ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريما واخفض لهما جناح الذل من الرحمة وقل رب ارحمهما كما ربياني صغيرا﴾ (بني اسرائيل:٢٣—٢٤)

^^rEgkj jc u Qlyk dj fn;k g fd mld flok fdlh dh cUnxh u djk vkj ek cki d lkFk vPNk 0;ogkj djk A ;fn mue l dkb ,d ;k nkuk gh rEgkj lkeu c<ki dk igp tk, rk mUg ^^mQ** rd u dgk vkj u mUg f>Mdk mul f'k"Vrkiod ckr djk vkj mud vkx n;kyrk l uerk dh Hkktk, fcNk, j[kk vkj dgk ej jc ftl idkj mUgkau cpiu e e> ikyk g r Hkh mu ij n;k dj A

ek dk ;kxnku%

ek uotkr dk db eghuk rd iV e j[krh g mld tUe ij Hkkjh

d"V mBkrh g] mldk viuk n/k fiykrh g] mldk eye= /kkrh g] mldh ijh n[k Hkky djrh g A Lo; d"V mBk dj mldk vkjke igpkrh g] mldk pyuk ckyuk cMk dk lEeku djuk] [kkuk ihuk vkj diM iguuk bR;kfn fl[kkrh g A bl idkj ek dh ;kx rFkk ek dk lj{k.k uotkr d fy, og ikB'kkyk g ftl dh ryuk llkj d fdlh ikB'kkyk l ugh dh tk ldrh gA

ek cPpk dh lcl vPNh v/;kfidk g] Qyk d fcuk ftl idkj okfVdk lUnjrk jfgr jgrh g] mlh idj lekt dk vlH; cPpk lUnjrk jfgr cukrk g vkj cPp dh lH;rk ek d vPN ikyu ik"k.k ij fuHkj g A cPp lekt d Qy g ek mudh n[k Hkky djd lekt dk mud }kjk llfTtr cukrh g A fuikfy;u u dgk Fkk% re e> vPNh ek, nk e rEg vPNh dke nxk A bdcky dk dFku g% vPN eu";k dk bfrgkl rFkk mud foxr thou vkj dfr;k e ek dk ;kxnku g A

cPpk d vkpj.k cuku rFkk lokju e ek dk cMk egRo g A gtjr beke c[kkjh ¼jgO½ dk dku ugh tkurk] cpiu e ukchuk ¼u=ghu½ gk x; Fk] mudh ek cgr ud vkj vYykg okyh Fkh mUgku viu cV d fy, [kc yxdj nvk, dh ;gk rd dh mudh vk[kk e jk'kuh ¼T;kfr½ vk xb A ¼lhjry c[kkjh% 54½

tc ek gekj fy, bruh dk; djrh g rk ge ij ek dk dN vf/kdkj curk g tlkfd vYykg d jly ¼lO½ dk dFku g%

عن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ: "رغم أنف رجل ذكرت عنده فلم يصل علي، ورغم أنف رجل دخل عليه رمضان ثم انسلخ قبل أن يغفر له، ورغم أنف رجل أدرك عنده أبواه الكبر فلم يدخلاه الجنة" (مسند أحمد:٢/٢٥٤)

^^gtjr vc gjjk ¼jftO½ u c;ku fd;k fd vYykg d jly ¼lO½ u Qjek;k ml 0;fDr dh ukd feVVh e jxMh tk, ftld lkeu ejk ftd vk, vkj og e> ij n:n u i<] vkj ml 0;fDr dh ukd feVVh e jxMh tk, tk jetku dk eghuk ik, vkj mldh exfQjr ¼{kekn½ u gk] vkj ml

0;fDr dh ukd feVVh e jxMh tk, ftlu viu ek&cki dk c<ki e ik;k vkj mudh lok djd tUur dk vf/kdkj u cuk** A

djvku e uch dh chfo;k dk elyekuk dh ek dgk x;k g] vYykg rvkyk vkKk djrk g%

النبي أولى بالمؤمنين من أنفسهم وأزواجه أمهاتهم "(الأحزاب:٦)

^^ixEcj beku okyk ij mudh tkuk l vf/kd vf/kdkj j[kr g vkj ixEcj dh ifRu;k mudh ek, g** A

vYykg d jly ﷺ ek d LFkku dk ftgkn l c<dj crk;k g] viu lgkck ¼elyekuk½ dk cki l rhu xuk vf/kd ek dh lok dk vkn'k fn;k g] ifo= gnhl e g%

جاء رجل إلى النبي ﷺ فاستأذنه في الجهاد فقال أحي والداك قال نعم قال ففيهما فجاهد "(صحيح البخاري،ح:٣٠٠٤)

^^,d 0;fDr jly ﷺ ikl vk;k vkj dgk fd e> ftgkn e tku dh btktr nhft,] vkiu mlls iNk fd D;k rEgkj ek&cki g tokc fn;k] gk] rk jly ﷺ dgk mudh f[kner e yx tkvk mUgh e rEgkj fy, ftgkn g A vFkk mu nkuk dh f[kner dju e rEgkj fy, ftgkn d cjkcj udh g A

bu reke ckrk l ekye gvk fd ub ih<h d fuek.k e ek dk vf/kd ;kxnku g D;kfd og cPpk dk reke pht fl[kkrh g A tlkfd vYykg dk dFku g%

﴿والله أخرجكم من بطون أمهاتكم لا تعلمون شيئا﴾ (النحل:٧٨)

^^vYYkkg u redk rEgkjh ekvk d iV l fudkyk gkyr ;g Fkh fd re dN ugh tkur Fk A

vr e ikFkuk g fd vYykg gekjh ekrkvk dk {kek dj vkj gekjh tk ekrk; vkj cgu c inxh v'yhyrk l xLr g] mudk lkeF; n fd bLyke d vkn'kk dk ekuu yx vkj if'peh lH;rk dk NkMdj bLykeh lH;rk o lLdfr dk xy yxky ¼vkehu½

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين ☆

i'kq dkj.kk

bLyke e i'kvk dk vf/kdkj

eksu j'khn gk:u j'khn
vkfye iFke o"kZ

i'k i;koj.k dk ,d vx le> tkr g vkj i;koj.k e lryu mud otn ij fuHkj g A eu"; viu thou e tkuojk l cgr l dke yrk g A b'oj u tkuojk dk bUlku dk v/khu cuk;k g ftll og cgr l Qk;n mBkrk g A lfn;k l blku lkeku <ku vkj ;kf=;k dk y tku vkj blh idkj [krh dju vkj flpkb d fy, tkuojk dk i;kx djrk jgk g A i'kvk d xk'r] peM] n/k vkj mud vxk l eu"; ikphu le; l Qk;nk mBkrk vk jgk g A i'kikyu gyky jkth d ikflr d lk/ku jg g A vYykg rvkyk dk dFku g%

﴿ولأنعام خلقها لكم فيها دفء ومنافع ومنها تأكلون، ولكم فيها جمال حين تريحون وحين تسرحون، وتحمل أثقالكم إلى بلد لم تكونوا بالغيه إلا بشق الأنفس إن ربكم لرؤف رحيم﴾(سورة النحل:١٤)

vFkkr% mlh u eof'k;k dk ink fd;k ftu e rEgkj fy, xeh d ik'kkd g A vkj Hkh vf/kd ykHk g] vkj mue l dN rEgkj Hkktu d dke vkr g vkj mue rEgkj fy, lUnjrk Hkh g A tc pjk dj ykvk rc Hkh vkj pjku y tkvk rc Hkh] vkj og rEgkj Hkkj mu 'kgjk rd mBk y tkr g tgk re fcuk lgk;rk d igp gh ugh ldr A rEgkjk ikyugkj vf/kd l vf/kd n;ky vkj cgr gh egjcku g A ?kkMk] [kPpj dk mlh u ink fd;k fd re mudk ifjogu d rkj ij i;kx dj ldk vkj og lf"V djrk g tk pkgrk g A

blku dh ftUnxh e i'kvk dh vko';drk d dkj.k bLyke u i'kvk d vf/kdkj Hkh fu/kkfjr fd; g A i'kvk d lc/k e blku d Åij dN drO;

g A bl /kkfed dr0; d dkj.k ,d elyeku dk i'kvk d vf/kdkjk dk lEeku djuk pkfg,A djvku ikd e vYykg rvkyk dk dFku dN ;| g%

﴿والأرض بعد نلك دحها أخرج منها مآء ها ومرعها والجبل أرسها متاعا لكم ولأنعامكم﴾.

vkj mld i'pkr iFoh dk fcNk fn;k] ,o ml l ikuh vkj pkjk fudkyk vkj ior dk xkM fn;k] ;g lc rEgkj vkj rEgkj i'kvk d ykHk d fy, g A

blh idkj ,d nlj LFkku ij vYykg dk dFku dN bl idkj g%

﴿كما أنزلنه من السماء فاختلط به نبات الأرض مما يأكل الناس والأنعام﴾.

tl geu vkdk'k l of"V d :i e ty cjlk;k ftll Hkfe l ik/k vkj ouLifr;k fudyh ftudk eu"; vkj i'k [kkr g A

bll Li"V gkrk g fd b'oj u ftl idkj ekuo tkfr dk iFoh ij okl dju d fy, vf/kdkj fn;k g A i'kvk dk Hkh blh idkj vf/kdkj ikIr g A bLyke e tkuojk d lkFk lgh 0;ogkj ij cy fn;k x;k g A blh dkj.k lkj ikf.k;k e loJ"B ik.kh d :i e blku dk bl ckr dh vkKk ugh nrk fd og i'kvk d vf/kdkjk dh vun[kh dj A i'kvk dh t:jrk dh vUn[kh djuk vkj mUg ;kruk nu okyh ijfLFkrh mriUu djuk bLyke dh utj e cgr cjh pht g A bl idkj tkuojk dk viuh vko';Drk ij i;kx dju d fy, Hkh dN fu;e fu/kkfjr fd, x; g A

ifo= djvku vkj ixEcj bLyke d ifo= dFkuk d vulkj i'k eu"; dh ckrk dk le>r gA vkj mud lc/k e Hkkouk j[kr gA b'oj u i'kvk dk pkj fo'k"rk, nh g A viu lf"V dju oky dh igpku jkth ryk'k dju dh 'kyh] eknk vkj uj d ek/;e ifjp; rFkk eR; l Hk;] eu"; ij i'kvk d tk vf/kdkj g mue tkuojk dk [kkuk ikuh tlh ey vko';Drkvk dk i.k djuk g A D;kfd i'k o i{kh viuh t:jrk dk o.ku ugh dj ldr g A

vYykg rvkyk u i'kvk dk mu oLrvk d n'ku dh 'kfDr inku dh ftudk eu"; ugh n[k ldrk vkj mu phtk dk luu dh 'kfDr inku dh ftl eu"; ugh lu ldrk rk dN i'k Qfj'rk dk n'ku djr g A vkj dN 'krku dk Hkh n[kr g A vkj dN rk ngkUr g, ykxk dk dck e tk ;kruk, nh tkrh g mld ph[ku fpYykus dh vkokt dk Hkh lur g A tek d fnu i'k Mjr jgr g] D;kfd mUg irk g fd iy; tek d fnu gh vk,xh] vc gjjk ¼jftvYykgkvUgk½ l of.kr g%

"عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: إذا سمعتم صياح الديكة فاسألوا الله من فضله، فإنها رأت ملكا، وإذا سمعتم نهيق الحمار فتعوذوا بالله من الشيطان الرجيم، فإنه رأى شيطانا". ¼cq[kkjh 'kjhQ½

ixEcj vyfgLlyke u dgk fd tc re ykx ex dh ckx luk rk vYykg l mldh 'kj.k ekxk vkj tc re ykx x/k dh vkokt luk rk 'krku l vYykg dh iukg ,o lj{kk ekxk A bld i'pkr gn gn d lc/k e lkfp, bl NkV l i{kh u tc dN ykxk dk vYykg d vykok dh itk djr n[kk rk bl f'kd l ?k.kk fd;k vkj gtjr lyeku vyfgLlyke l dgk%

﴿وجدتها وقومها يسجدون للشمس من دون الله، وزين لهم الشيطان أعمالهم، فصدهم عن السبيل فهم لا يهتدون﴾ (النمل:٢٤)

fd e u mldk vFkkr fcydhl dk vkj mld ifjtuk dk vYykg d vfrfjDr l; dh itk djr g, ik;k vkj 'krku u mUg mudk dk; vR;f/kd lUnj cuk d fn[kyk;k g A vkj mUg lgh ekx l jkdk g A rFkk mUg lgh ekx ugh feyxk A

vc e i'kvk d dN vf/kdkjk dk o.ku djrk g] bl mí'; l dh vki tku y fd bl /ke e i'kvk d vf/kdkjk dh Hkh lj{kk dh g A bl l io dh eu"; mUg mud vf/kdkjk l ofpr dj n A

iFke vf/kdkj% i'kvk d lkFk mUg cfy nr le; Hkh vPNk O;ogkj

djuk g A ixEcj vyfgLlyke u crk;k g%

"إن الله كتب الإحسان على كل شيء فإذا قتلتم فأحسنوا القتلة وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبحة وليحد أحدكم شفرته وليرح ذبيحته". ¼elfye 'kjhQ½

nljk vf/kdkj% i'kvk d jDr dh j{kk i'kvk dk jDr ljf{kr g A vfrfjDr mu i'kvk d ftudh gR;k dh vYykg u vkKk nh g A mUg [kku d fy, ;k mudh gR;k d fy, ;k mUg ;kruk nu d fy, A bl fy, fd fcuk fdlh dkj.k fcu fdlh mí'; d mu i'kvk dh gR;k djuk e[krk g tk ge d"V ugh nr g vkj uch vyfgLlyke u Hkh bl l euk fd;k g] vkil of.kr g%

"انه قال صلى الله عليه وسلم: من قتل عصفورا عبثا عج إلى الله يوم القيامة يارب أن فلان قتلني عبثا ولم يقتلني لمنفعة".

vFkkr% ftl fdlh u fdlh i{kh dh vdkj.k gR;k dh rk og iy; d fnu b'oj l U;k; pkgxk vkj dgxk , ej iHk blu e> vdkj.k ekjk Fkk fdlh mí'; d dkj.k mlu ejh gR;k ugh dh Fkh A

rhljk vf/kdkj i'kvk dk ;kruk nuk mfpr ugh g A gtjr bCu mej l of.kr g%

انه مر بفتيان من قريش قد نصبوا لهم طيرا وهم يرمونه وقد جعلوا لصاحب الطير كل خاطئة من نبلهم فلما رأوا ابن عمر تفرقوا فقال ابن عمر من فعل هذا لعن الله من فعل هذا، إن رسول الله لعن من اتخذ شيئا فيه الروح غرضا".

bu lc ckrk l irk pyk fd bLyke u eu"; d lkFk lkFk i'kvk d vf/kdkjk dk Hkh /;ku j[kk g A vkj djvku o gnhl e bld ckj e vkn'k fn;k g A vr e ejh b'oj l ikFkuk g fd og ge lcd lc/k e Kku inku dj] vkehu A

☆☆☆

A Good Human Being

The Ideal Muslim

Md. Abdullah
Fazilat Last Year

My interest in the topic of the Muslim personality, as Islam means it to be, goes back more than ten years, during which time I have noticed that many Muslims are often overzealous in some matters but negligent in others. My interest in exploring the Muslim personality as Islam means it to be, leds me to consult Islamic sources that refer to man and how he is to be guided and moulded, so that I present to the Muslims, especially those who are practising and active, a complete study of this personality. I was shocked when I realized how great a gulf exists between what Islam wants for the Muslims and what they want for themselves. So I began to compile and classify references from the Quran and Sunnah. As I gathered more material, the subject became clear and I was able to identify the following points:-

(1)The Muslim and his Lord.

(2)The Muslim and his ownself.

(3)The Muslim and his parents.

(4)The Muslim and his wife.

(5)The Muslim and his children.

(6)The Muslim and his relatives.

(7)The Muslim and his neighbour.

(8)The Muslim and his Muslim brothers and friends.

(9)The Muslim and his community/society.

What does such a marvellous human example look like? this is the question that will be answered in the following pages.

I ask Allah to accept this work for his sake, and to benefit other

through it and make it a help for me on.

"The Day where neither wealth nor sons will avail, but only he {will prosper} that brings to Allah a sound heart." [Quran.26:88-89]

1- The Muslim and his Lord:

Islam requires of Muslim, first and foremost, that he be a true and sincere believes in Allah, closely connected to Him, constantly remembering him and putting his trust in Him, while making the effort to help Him. If any member of the Muslim's family is negectful or failing in his or her duties towards Allah and His messenger ﷺ, then he is responsible:

"Each of you is a shepherd, and each of you is responsible for his flock {Bukhari & Muslim}

The sincere Muslim is always content to accept the will and decree of Allah, remembering the hadith: "How amazing is the affair of the Muslim his affairs are all good. If he experiences ease, he is grateful and that is good for him. If he experiences hardship, he faces it with patience and perseverance, and that is also good for him." {Bukhari}

The sincere Muslim is convinced that belief in the will and decree of Allah is one of the pillars of faith. This is why the hadith says that the Muslim's affairs are all good. And prayer is so important because it is an direct link between the servant and his Lord, in which he distances himself from the concerns of daily life focuses himself entirely on his Lord, asking Him for help, guidance to continue a long the straight path.

The ahadeeth and reports that extol the virtues of prayers and describe its importance and benefits and many. It isn't possible to quote all of them here.

2- The Muslim and his own self:

Islam wants the Muslim to stand out among people, readily distingushed by his appearance, dress, decent behaviour and good deeds, so that he will be a good example and worthy of the great message that he brings to people. The Muslim takes good care of his body, actively

promoting its good health and strength. So he is moderate in his intake of food and drink, avoiding greed and consuming only what he needs to maintain his well-being and energy. This is in accordance with the guidance of Allah in the Quran: "Eat, drink but waste not by excess, for Allah loves not the wasters." {Quran-7:31}

The true Muslim avoids drugs and stimulants especially those which are clearly known to be haraam. The smart Muslim knows that a strong beliver is more loved by Allah than a weak one, as the Prophet ﷺ said, so he tries to strengthen his body through a healthy life. And a Muslim takes good care of his clothes. The Muslim believes that exercising his mind and seeking knowledge and discovering the sings of Allah in the universe is an obligation, because of the saying of the Prophet ﷺ : "Seeking knowledge is a duty on every Muslim." {Bukhari} and the most important thing that the Muslim needs to know is how to read the Quran properly (with tajweed) and to understand its meaning. But nowdays lots of Muslims don't know how to read the Quran. And if some one read so he only reads he didn't get the meaning of the verse. That's why they become far from their religion. So after the Quran he should learn something of the science of hadith, after that he reads whatever he wants. Ten to one that everyone should read about their religion.

3-The Muslim and his parents:

Isalm has raised the status of the parents to a level that is unknown in any other religion, in that it has placed kindness and respect towards Islam on a level that is just one degree below belief in Allah and His true worship. Allah revealed many aayaats which reinforce the message that pleasing one's parents comes second only to pleasing Him and respecting them is counted as a human virtue that is just one step below belief in Him: "Serve Allah and join not any partners with Him, and do good to parents." {Quran-4:36} so the true Muslim is kinder and more respectful towards his parents than any other person in the world.

Islam did not stop at teaching its followers to treat their parents with

kindness and respect, but it also enjoins them to show respect to those whom their parents love.

4-The Muslim and his wife:

Marriage in Islam offers tranquillity to the soul and peace of mind, so that man and woman may live together in an atmosphere of love, mercy, harmony, co-operation, mutual advice and tolerance, and lay the foundation for raising a Muslim family in a nurturing, sound environment. Marriage is a union of soul, in the deepest sense. Allah سبحانہ وتعالیٰ joins these Stabilities in a marital home filled with sincere love and compassionate mercy. In Islam, the righteous woman is viewed as one of the joys of this life and a great blessing to a man, for he comes home to her and relaxes after facing the struggle of life, the Prophet ﷺ spoke the truth when he said: "This world is just temporary and the best comfort in this world is a righteous woman." {Muslim}

The true Muslim always understands his wife and respects her feeling. He doesn't criticize her family or any of her relatives infront of her, out of respect for her feeling. In return, she respects his feelings and doesn't do or say anything that may adversely affect any member of his family. Islam recommends men to treat woman well, so we see the Prophet ﷺ admorishing all men: "Treat woman kindly, woman was created from a rib. The part of it that is most bent is the top. If you try to straighten it you'll break, and if you leave it alone it will remain bent. so treat woman kindly. {Bukhari and Muslim}

5-The Muslim and his children:

Children are the apple of a man's eye, the source of great joy and companionship. They make life sweet and after Allah, they are the ones on whom he pins his hope. If a man's children have these good attributes then they will truly be joys of this life, as Allah described them in the Quran: "Wealth and sons are allurements (joys) of the life of this world."

{Quran-18:46}. A good muslim knows what they are reading and writing, the hobbies they have chosen or which he may have encouraged them to follow, without them realizing it, the friend with whom they spend most of their time, and the places they go in their spare time. He knows all of this without his children feeling that he is watching them. If he finds anything objectionable in their reading-material or hobbies or going to unsuitable places with undesirable friends or taking up bad habits like smoking or wasting time and energy haraam games that make accustomed to trivialities and idle persuits, he puts them straight in a gentle and wise manner. and persuaded them to return to the straight. Every new baby is born in a state of fitrah (the natural state of man) and its parents who make him a Jew or a Christian or a Magian, as is mentioned in the sahih hadith narrated by Bukhari. Hence the parents responsibility regarding the upbringing of the child and the formation of his personality is clear.

6-The Muslim and his relatives:

A Muslim's kindness, respect and good treatment are not limited just to his parents, spouse and children, but extend to his relatives, all of whom he should treat well. In the Quran, the word used is arhaam (literally: "wombs"), which refers to relatives to whom a person is linked by ties of blood, whether they are his heirs or not. Allah says: "Serve Allah and join not any partners with Him and do good to parents, kinsfolk, orphans, those in need, neighbours who are near, neighbours who are strangers, the companion by your side, the wayfare (you meet)...{Quran-4:36}. The true Muslim upholds the ties of kinship and doesn't let his wordly concerus, weath, wife or children distract him from keeping in touch with his relatives, honouring them and helping them. In doing so, he is following Islamic teaching, which regulates these relationships and ranks them in order of priority and degree of closeness. A man to the Prophet ﷺ and asked "O' messenger of Allah, who is most desiring of my good company?

He said "your mother, your mother, your mother, then your father, then those who are most closely related to you." {Bukhari and Muslim}

7-The Muslim and his neighbours:

The Muslim who is truly aware of the teachings of his religion is the best of people in his dealings with his neighbours, and the most respectful, kind and considerate towards them. According to a report given by Bukhari, He ﷺ said: "whoever believes in Allah and the last Day, let him not harm or annoy his neighbour...". The True Muslim doesn't restrict his good treatment only to neighbour who are related to him or who are Muslims, but he extends it to non-Muslim neighbours too, so that the tolerance of Islam may spread to all people, regardless of their race or religion. The Prophet ﷺ confirmed the bad neighbour's loss of this great blessing in no uncertain terms when he said: "He is not a believer. He is not a believer. He is not a believer, people asked "who, o' messenger of Allah? He said: "The one from whose evil (or trouble) his neighbour doesn't feel safe." (Bukhari and Muslim) so every Muslim should respect his neighbours.

8-The Muslim and his friends and brothers in Islam:

One of the most prominent distiguishing features of the true Muslim is his love for his friends and brothers in faith. The bond that links a Muslim to his brother, regardless of race, colour or language, is the bond of faith in Allah: "The believers are but a single brotherhood." {Quran-49:10}

The brotherhood of faith is the stragest of bonds between hearts and minds. The Muslim shouldn't meet his brothers except with warmth and smiles, as the Prophet ﷺ said: "Don't think little of any good deed even if it is just greeting your brother with a cheerful countenance." {Muslim} Hence the Prophet ﷺ said: "Your smiling at your brother is an act of charity (sadaqah). {Tirmidhi who said it is hasan gareeb} It was also the

habit of the sahaabah who were the living example of Islam to shake hands whenever they met.

9-The Muslim and his community/society:

The Muslim who is aware of the teachings of his religion is a social person, because he has a mission in life, those who have a mission in life have no choice but to be in contact with people, mixing with them, dealing with them and engaging in give and take. The true Muslim is truthful with all people, because the guidance of Islam with which his very being is infused has taught him that truthfulness which will admit the one who practices It to Paradise. The true Muslim has a good attitude in his dealing with others. The True Muslim has the characteristic of shyness (haya), following the example of the Prophet ﷺ. The great sahaabi Abu Sayeed al Khudri رضی اللہ عنہ said: "The Messenger of Allah was more shy than the virgin hiding away in her own room. If he saw something that he disliked, we would know it only from his facial expression." {Bukhari and Muslim}

The Muslim who understands his religion trains himself always to be patient and to control his anger, following the teachings of the Quran"……who restrain anger, and pardon (all) men for Allah loves those who do good." {Quran-3:134} The Prophet ﷺ said: "The strong man is not the one who can wrestle, but it is the one who can control himself when he is angry. {Bukhari and Muslim}.

At the last every Muslim should read about the Islam. The more you study the more you know that you knew nothing. And if you don't read about Islam, how can you know about Islam? I tried to present some points which should be in the true Muslim. Ten to one that this topic is too much long eventhen. I tried to present some important things. At last I pray to Allah the Almighty to guide us to the straight path and pardon our sins, Ameen.

☆☆☆

Social Status

The Social Status of Women

Danish Jamal S/o Ishtiyaque Ahmed
Fazilat 2nd year

Modern era is an experiment on account of its ideological philosophy, cultural experience and social treatment. Europe rules the roost at present. Its currupt civilization has almost spread out all over the world. If there is any resistance, that's in Muslim society. All the social academies are working on european method and keeping pace with it. European policy is to pick out the muslim society as a battlefield for cultural war. So cultural jostlement broke out in muslim societies. And in this cultural and jostlement, educational, social, political, martial and intellectual leaderships of muslim societies are standing by it. And Europe is providing various kinds of assistance its allies. European disposition is consubstantional and its life style is indulgence. In Christian reign sprituality has been overcome but soon there was a pitched battle between sovereignty and cathedral. At last cathedral and religion were defeated and consubstantional went places. The present Europe is worldliness, secular and luxurious. Its martial power is being used in defence of its living style and to establish its values all over the world. We have set eyes on past that the inevitable consequence of cultural development is luxurious and ethic abasement which ultimately led to disaster. The main part of luxurious is woman. Greek went under by lewdness and lustfulness, anarchy and lawleness got on. Molana Sayyad Abul Ala Maududi says in his book "History proves that The Greek did not get another chance after that.

Modern Europe is going up to this disaster little by little. The only difference is that when Greek destroyed, this was the downfall of the national and regional. But when modern Europe destroyes, it will take

others along with itself. It is very necessary for the thinkers of muslims societies that they adopt such a firm method which will be a source of implementation of Islamic, ethic and cultural values and European invasion will be run out.

If we scan this cultural experiment, the female situation has been degarding in ages. In the middle ages the treatment of catholic church was at daggers drawn the women. Like door of the devil and misbegotten terms are the part of christian education. Western new era sets in from the renaissance. The movement of religious reform, the french revolution and industrial revolution in England brought forth educational and social persons. These ideological and administrative revolutions broke new ground in social conditions. Now freedom and equality became new ethics. The disloyality raised up against religious tradition of christanity. At the beginning of the modern era women were deliverd from disgrace and the concept of woman was abolished. Her snached social rights were restored and tried for marriage and devorce. The war that was waged for women's rights, it was based on those theories that are considerd the pillars of modern european societies. For instance, equality of men and women, women's social adherence and free intercource of both genders etc. Industrial revolution increased the demand of factory workers. The manufactururs asked for inexpensive workers. So they preferred woman and children because it was easy to get a grip on them. The women's competition began with male workers and then this competition turned into rivilary and when male workers began a reaction against it, the women began to give up these designations. For the first time in Europe such an atmosphere came about instead of social, unity and harmony and paved the way for feminism. when female workers realized social freedom, she acted upon it. She believed the home, family and the managment of house as a burden and adopted the way of social freedom.

Industrial society absorbed the women's personality in community activities. Offices and factories job, free participation in commercial

activities and dance parties became the part of her personality. Homosexuality began to grow, western society began to move towards those things which were adopted by Greece and Rome. According to Allah's law, it must be the end of the western culture like Greece and Rome.

Feminism: At the beginning feminism was the movement of women's rights. After that it was known by women's freedom. Before the industrial revolution it was the common concept of the woman that she was a protector and manaers of the house while man was earning a living. But this concept did away with industrial revolution and the movement of women's rights is still carry on. Mary Wollstone Craft was the founder of this movement. Her famous book "A vindication of the rights of women" was brought out in 1983 and for good measure the foundation of feminism became strong. Craft placed the theory that men deprive the women from educational, social and political rights so that the women may depend upon them for good.

The proud of self-dependence: Allah has made the male and female supportive and sympathetic of each other. They complete each other and create new generation together. They are friends and life partners, not enemies. Feminism tyrranied the woman that she adopted the wrong way. They look for the way for their satisfaction but the lives of children destroy. They are given over to the welfare institutes where they become a prey to fears and difficulties and that's why the society gets such citizens who are mentaly inconsistent and socially unacceptable.

Inspite of all the efforts and deligences of feminism, conditions are the same or deteriorated? Actually, unless social treatment, its points of view and thought about women change, these abuse and violence will be found. And when women were admitted inferior and contemtible and religion is also supportive of it, how is it possible that the woman got back her lost position.

☆☆☆

Justice of Islam

Human Equality in Islam

Md. Mursalin S/o Md. Jamal
Faculty of Hadith, 1st year

Islam is complete guidance for life, unique in it's rituals, beliefs, dealings and morals.

Islam likes all religions, strongly influences social, economic and political spheres of life. Tenets that are percieved to be Islamic shape the status of and relationship between muslims, non-muslims, men and woman.

Central to understanding Islam is the Shariah that boday of all the rulings and provisions that are binding on legal and religious grounds. The Shariah is derived form the Holy Quran and Hadith the texts that record the sayings and practice of the prophet Mohammad (PBUH) which were compiled over a century after his death.

Allah created us with different but complementary strengths and capabilities. A man does not need to become a woman nor vice versa in order to be successful.

Islam recognizes that wihle men and women have same physical diffirences, spiritually they enjoy absolute equality before Allah. The Quran and sunnah are unequivocal in stating that one's gender will have absolutely no bearing on their reward or punishment in the next life. Allah almighty says in the Holy Quran (Surah Ale-Imran:195):

"I shall not lose sight of the labour of any of you who labours in My way, be it man or woman. You proceed one form another......"

Islam does not distinguish between two races, tribes or two colors, our prophet Mohammad (PBUH) addressed the people signifying that

concept during the last pilgrimage "Hajjatul weda".

Equality is exercised practically and all the differences vanish among people, that is whoever came to the mosque first, took his place in the front rows in stead of his financial status or positions, and whoever came late, his place is late.

All mankind belong to the humanrace and share equality in the common parentage of Adam. All people are born equal and they die equal.

This is Islam imphasizing, the equality and applying it in the society since 1400 years ago.

Allah says in the Holy Quran (Surah Nisa:124):

"If any do deeds of righteousness, be they male or female and have faith, they will enter Heaven, and not the least injustice will be done to them.

"Whoever works righteousness, man or woman and has faith verily to him will give a new life, a life that is good and pure, and we will bestow on such their reward according to the best of their actions." (Surah Namal: 97).

"O, mankind indeed we have created you from male and female and have made you into nations and tribes that you may know one another. Indeed the most honored of you in the sight of Allah is the most righteous. (Surah Hujrat: 29).

Prophet Mohammad (PBUH) said:

"O, mankind your lord is one, and your father is one, no Arab is superrior to a non Arab, no colored person to a white person or white person to a colored person except by "Taqwa". (Sahih Attargheeb Wattarheeb: 2964)

In conclusion Islam affirms the absolute spiritual equality of men and women, and assigns both the substantive equality of men and women, recognizes their unique strengths and capabilities, and rules accordingly protecting the rights of both.☆

Necessity of Language

Importance of English for Da'wah

Abdur Rahman Alamgir
Alim 1st year

Da'wah is a Arabic word which means generally calling towards Allah, calling non-muslims the religion of Islam which is the religion of all the Prophets and Messengers throu out human story. It also means calling muslims to remain firmly on this religion and to abide by its commandments and avoid its prohibitions. Allah says (ordering) his prophet Muhammad (sallallahu alaihi wasallam):

﴿أدع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة﴾ (النحل:١٢٥)

means: "Invite to the way of your lord with wisdom and good instruction, and argue with them in such a way that is the best" Allah also says:

﴿وادع إلى ربك، إنك لعلى هدى مستقيم﴾ (الحج:٦٧)

means: "Invite them to your Lord. Indeed, you are upon straight guidance".

Now as long as doing the Da'wah in English, it is compulsory to know and learn the language of the people in which you are going to do the Da'wah. We are well known that language is our main source of communication, it's the method through which we share our ideas and thoughts with others. There are thousands of languages in this world and all have it's own importance in their regions. Some languages are spoken by million of people, others by only by a few thousand but English is the official language in a large number of countries. It is estimated that a number of people in the world use English to communicate.

A short list of English speaking population by country is as follows:

Country	English speakers in %
United Kingdom	97.74%
Australlia	97%

United States (USA)	95.81%
Philippines	92.58%
Denmark	91%
Canada	85.63%
Israel	84.97%
Pakistan	49%
India	12.10%

(Source: wikipedia) and many other contries are having English as the official language. There are several factors that make the English language to convey message of Allah to English speakers in our current time. First of all it is the common foriegn language. This means that two people who come from diffirent countries (for example a Russian and a American) usually use English as a common language to communicate. That's why every one needs to learn the language in order to get in touch on an international level. Speaking it will help you to communicate with people from countries all over the world, not just English-speaking ones, or else you will be not to do this properly because you must convey the message to the people in the language that they know and for this you must know this language with command over it. Allah says in The Glorious Quran:

﴿وما أرسلنا من رسول إلا بلسان قومه ليبين لهم﴾ (ابراہیم:۴)

means: "And we sent not a messanger except with the language of his people, in order that he might make (the message) clear for them.

So Allah sends his messengers to teach the people in the language they know. So today it is very necessary for us to learn English language in order to go and do Da'wah in English knowing people particularly Christian. Importance of Arabic is at the top but we must know other languages besides Arabic which have their own importance so that people must understand teaching of Islam and we can find a good field of Da'wah.

Therefore I pray to Allah to give us guidance and show us to follow the footstep of the last prophet (PBUH), Ameen.

☆☆☆

AL-MANAR 2017

Vol. 39

Issued by:

"Nadwa-tut-Talaba" Student's Union

Jamiah Salafiah, Reori Talab, Varanasi - 221010 (U.P.) India

Vol.39

Al-Manar

2017

Guardian of the Union

Maulana Mohammad Younus Madani

Principal of Al-Jamia-tus-Salafiah

Supervision Council

Abdullah Zubair Alam
President

Mohd. Arif Qaseemuddin
Gen. Secretary

Editor

Khubaib Hasan Fazle Haque Mubarakpuri

Sub-Editor

Asadullah Abu Talib

Issued by:

" Nadwa-tut-Talaba" Students' Union

JAMIAH SALAFIAH

Reori Talab, Varanasi-221010, India